نقوشِ سیرت ﷺ

جدید ایڈیشن
نئے اضافوں کے ساتھ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام
پوسٹ بکس نمبر 119 ندوۃ العلماء لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

جدید ایڈیشن

۱۴۳۱ھ - ۲۰۱۰ء

نام کتاب	:	نقوش سیرت
نام مصنف	:	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
صفحات	:	۲۰۸
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
کتابت	:	ظہیر احمد کاکوروی
طباعت	:	کاکوری آفسیٹ پریس، لکھنؤ
قیمت	:	

طابع وناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر: 0522-2741539، فیکس نمبر: 0522-2740806

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	عرض ناشر	۵
۲	نگاہِ اولیں ـــــــ مولانا محمد رضوان القاسمی مرحوم	۷
۳	نقوش سیرت - ایک مطالعہ ـــــــ پروفیسر وصی احمد صدیقی	۱۵
۴	پیش لفظ ـــــــ مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۲۴
۵	سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۷
۶	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تکمیلِ ایمان کے لئے لازمی	۴۴
۷	محبت رسول ﷺ کا تقاضا	۵۰
۸	صفات نبوی ﷺ ہر خاص وعام کے لئے قابل عمل	۵۷
۹	تعلق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباع کامل	۶۱
۱۰	اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارا فرض	۶۴
۱۱	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی زندگی	۶۸
۱۲	سیرت نبوی ﷺ میں اعتدال وتوازن	۸۰
۱۳	رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت نوازی اور رحمۃ للعالمینی	۸۳
۱۴	ساری انسانیت کے لئے نعمت اور رحمت	۸۹
۱۵	نبوتِ محمدی کی تکمیل واتمام	۹۶
۱۶	دعوت دین اور اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۰

www.abulhasanalinadwi.org

۱۷	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ دعوت وتبلیغ اور عصری تحریکات	۱۰۷
۱۸	سیرت نبوی میں دعوت وسیاست کا امتزاج	۱۱۸
۱۹	عہد حاضر میں تعلیمات نبوی کی ضرورت	۱۲۳
۲۰	معاشرہ کی اصلاح میں حدیث وسنت نبوی سے رہنمائی	۱۲۸
۲۱	سیرت واخلاق کی تعمیر میں حدیث کا کردار	۱۳۸
۲۲	تربیت وسلوک میں رعایت اور گفتگو میں ادبی حسن	۱۴۲
۲۳	سیرت نبوی ﷺ اور ادب	۱۴۸
۲۴	کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم ادبی بلاغت کا شاہکار	۱۶۰
۲۵	کلام نبوی میں دعا اور مناجات کے شہ پارے	۱۶۷
۲۶	ہجرت نبویؐ	۱۸۷
۲۷	ماہ سعادت اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم	۱۹۲
۲۸	رسول ﷺ کی محبت وتابعداری کے اثرات	۱۹۸
۲۹	انسانیت کی عید	۲۰۳
۳۰	درود شریف	۲۰۸

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للّٰہ ربّ العلمین والصّلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبعد!

سیرت کے مختلف پہلوؤں پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم نے الگ الگ موقعوں پر مختلف النوع مضامین تحریر فرمائے تھے، ''نقوش سیرت'' کے نام سے یہ مجموعۂ مضامین سیرت حیدرآباد کے اشاعتی ادارے مکتبہ الحسنی سے ربیع الاول ۱۴۲۴ھ میں شائع ہوا، جس پر تعلیم ودعوت سے جڑی شخصیت مولانا محمد رضوان القاسمی ناظم وبانی دارالعلوم سبیل السلام حیدآباد نے مقدمہ تحریر فرمایا تھا۔(۱)

یہ مجموعۂ مضامین علمی ودینی حلقوں میں مقبول ہوا، اور جلد ہی دوسرے ایڈیشن کے شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی یہ سعادت مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کو

---

(۱) افسوس اب جب کہ یہ کتاب لکھنؤ کے اشاعتی ادارے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام سے شائع ہورہی ہے تو وہ وفات پاچکے ہیں اللہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین

www.abulhasanalinadwi.org

حاصل ہورہی ہے، اس لئے ایڈیشن میں محرمی جناب پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب سابق پرنسپل اسلامیہ کالج شاہجہاں پور معتمد مالیات ندوۃ العلماء کا کتاب سے متعلق ایک تعارفی مضمون بھی شامل کیا جارہا ہے جو انھوں نے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے تعلق کی بنا پر لکھا تھا، نئے ایڈیشن میں ان اغلاط کی تصحیحات بھی کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو پچھلے ایڈیشن میں تصحیح سے رہ گئی تھیں اور مضامین کی ترتیب میں بھی ہلکی ترمیم کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان سب لوگوں کو بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے جن کا اس سلسلہ میں تعاون رہا، اور وہ اسے قبول فرمائے، آمین

ناشر

۹ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہ اولیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے نبی آئے، وہ سب ایک زمانہ، ایک دور، ایک حلقہ اور ایک علاقہ کے لئے آئے، پھر یہ کہ جملہ انبیاء کرام جو تعلیمات لے کر آئے، وہ ایک خاص مدت اور خاص ماحول کے لئے تھیں، جونہی تقاضے بدلے یہ تعلیمات بھی غیر موثر ہوگئیں۔ اس کے علاوہ ان کی پیروی کرنے والے ان کی حفاظت میں ناکام رہے۔ البتہ نبوت کے اس ''ربانی تسلسل'' میں کوئی نبی اپنے زمانہ سے قیامت کے قائم ہونے تک اور دنیا کے ہر گوشے اور ہر خطے کے لئے آیا اور اس کی تعلیمات محدود زمانہ اور مخصوص ماحول کی حد بندیوں سے ماوراء ہیں اور ان تعلیمات کی حفاظت کا مضبوط اور موثر نظم کیا گیا، تو وہی ہے جسے لوگ محمد کہتے ہیں۔ درود ہو اُن پر، سلام ہو اُن پر۔

اس پس منظر میں کس قدر حقیقت افروز اور معنی خیز ہے مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کا یہ جملہ:

> یہ ''ایک'' اور صرف ایک جو آیا اور آنے کے لئے آیا، وہی اُگنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا، چمکا اور چمکتا ہی چلا جا رہا ہے، بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔'' (النبی الخاتم)

www.abulhasanalinadwi.org

گویا "وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ" کی تشریح اور اس شعر کی تعبیر:

اک نام مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں
ورنہ ہر ایک عروج میں پنہاں زوال ہے

یہی وجہ ہے کہ دنیا میں انسانی اصلاح وہدایت کے جتنے آسمانی اور انبیائی نقوش تھے، وہ سب مٹ گئے یا اُن کے رنگ پھیکے پڑ گئے، سوائے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نقوش کے۔ یہ نقوش ہر دور اور ہر زمانہ میں زندہ وتابندہ رہیں گے۔ اگر ان نقوش کی حیثیت جلتے چراغ کی ہے، تو اس کی لَو کبھی کسی زمانہ میں مدھم نہیں ہوگی، اور اگر اس سورج کی ہے، جس کے بعد دن کی روشنی نمودار ہوتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مولانا گیلانیؒ کی اس بات سے اختلاف کیا جائے کہ "اسی کے اور صرف اسی کے دن کے لئے رات نہیں۔" (النبی الخاتم) اس لئے پورے یقین اور کامل وثوق واعتماد کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کی انسانی مسائل کا حل "پیغامِ محمدیؐ" کے سوا کہیں اور تلاش کرنے کا مطلب اپنی سفری صعوبتوں کو مزید بڑھانا اور منزل کے فاصلے میں اضافہ کرنا یا منزل کو گم کرنا ہے۔ کیونکہ "پیغامِ محمدیؐ" کا سرچشمہ خود خالق کائنات کی تعلیمات وہدایات ہیں، جو ہمارا مالک وآقا ہے، اس لئے آج کی مصیبت زدہ اور تشنہ لب انسانیت کو جس "آبِ حیات" کی تلاش ہے، وہ چشمۂ محمدی ﷺ کے سوا کہیں اور نہیں مل سکتا۔ اسی لئے رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے:

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ط (آل عمران:۱۰۱)

"اور تم کس طرح کفر کر سکتے ہو، درآنحالیکہ تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اس کے رسول (اپنی زندگی میں اپنے حقیقی وجود کے ساتھ اور بعد وفات اپنے سنن وآثار کے ذریعہ

www.abulhasanalinadwi.org

موجود ہیں)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ج (الانفال:۲۴)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کو لبیک کہو، جب کہ وہ (یعنی رسول) تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلائیں)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران:۳۱)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ بڑا بخشنے والا ہے، بڑا مہربان ہے)

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ج وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج (الحشر:۷)

تو رسول جو کچھ تمہیں دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس سے تمہیں روک دیں، رُک جایا کرو)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کا عمدہ نمونہ موجود ہے۔)

ان آیتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جن حیثیتوں کو اُجاگر کیا گیا ہے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی اس کتاب میں آپ کو ان کی تشریح وتوضیح کے حسین جلوے ملیں گے، ابھی آپ نے سورہ احزاب کی جو آیت پڑھی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۂ حسنہ" یا "عمدہ نمونہ" کا تذکرہ ہے، اس کے بارے میں کتاب کے مصنف کا دل آویز قلم یوں گہربار ہوتا ہے:

www.abulhasanalinadwi.org

''تاریخ انسانی کے طویل سلسلے کے مطالعے اور جائزے کے بعد یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہی تمام انسان کے لئے (بلاتخصیص زمان ومکان) اسوۂ حسنہ اور کامل وجامع نمونہ ہے۔ جس کی اتباع وتقلید اور اس سے استفادہ وفیضیابی ہی افراد کی تعمیر سیرت، کردار سازی اور اقوام وملل کی دینی ودینوی صلاح وفلاح کی تنہا ضامن، مسائلِ حیات اور زندگی کی گوناگوں مشکلات کا واحد حل، قیام امن ومساوات کا واحد لائحہ عمل، اخلاقی وروحانی، سیاسی ومعاشرتی، اقتصادی وتمدنی ترقی کا کامیاب ذریعہ ووسیلہ اور مجموعی طور پر بہترین نظام زندگی، کامل دستورِ حیات اور انسانیت کے لئے ''سفینۂ نجات'' ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کے لئے قابلِ تقلید نمونہ بنا کر بھیجا اور سارے انسانوں کو اس بات کی تاکید کی کہ اپنے پروردگار کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کے رحمۃ للعالمین نبیؐ کو اپنی زندگیوں کے لئے نمونہ سمجھیں اور اپنے عمل کو اسی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کے اعمال وافعال کو عقیدۂ توحید کے ساتھ اسی کوشش کی بنیاد پر قبول کرے گا یا رد کرے گا'' (نقوش سیرت)

مصنف اپنے اسی مضمون (اسوۂ رسول ﷺ اور ہمارا فرض) میں آگے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات والاصفات کو جامع کمالات بنایا، رسالت کے مختلف پہلو، قیادت کے نوع بہ نوع خصائص اور بلند انسانی اخلاق آپ ﷺ کی ذات میں جمع تھے۔ آپ کی شریعت ہمہ

www.abulhasanalinadwi.org

گیر تھی، اور آپ ﷺ سیاسی اور فوجی قیادت کی بھی اعلیٰ صلاحیت کے حامل تھے، وسیع پیمانہ پر ایک علمی وفکری بیداری آپ ﷺ نے پیدا کی، انفرادی اور اجتماعی دونوں اعتبار سے نہایت مضبوط بنیادوں پر آپ ﷺ نے اسلامی زندگی کی تعمیر فرمائی، آپ ﷺ کی ذات سے انسانی تاریخ کے ایک نہایت زریں وروشن باب کا آغاز ہوا، ایسا باب جیسا اس سے قبل دیکھنے میں نہ آیا تھا، جہاں دین بھی تھا اور دنیا بھی تھی، اخلاق بھی تھے اور سیاست بھی تھی، دعوت بھی تھی اور عمل بھی تھا، جہاں انسانیت کی خدمت بھی تھی اور حق کا دفاع بھی، مسلح جہاد اور نبرد آزمائی کے طریقے بھی تھے، اور صلح کی زندگی بھی، تاریخ انسانی نے اپنی ذات والا صفات سے جس دور کا آغاز کیا وہ اس اعتبار سے تاریخ کا بڑا عظیم الشان دور تھا، کہ یہ انسان کی دینی وفکری قائدانہ زندگی پر محیط تھا، اور آپ ﷺ کی پاکیزہ شریعت حیاتِ انسانی کے مختلف گوشوں پر سایہ فگن تھی، اس شریعت میں تمام انسانی طبقات، گروہوں اور عناصر کو ایک لڑی میں پرو دیا اور ان سب کو ایک جادہ کا مسافر بنا دیا، وہ جادۂ فضیلت، حق اور خیر کا تھا''۔ (نقوش سیرت)

اللہ تعالیٰ نے اپنے جس رسول ﷺ کی زندگی کو نمونہ کی زندگی بتایا ہے، اس رسول ﷺ کی بارے میں صاحبِ کتاب نے جو تشریح وتوضیح کی ہے، اس کا ایک دلکش مختصر نمونہ آپ نے ملاحظہ کیا۔ پوری کتاب اسی طرح کے نمونے اپنے دامن میں رکھتی ہے۔ دورانِ مطالعہ میں نے محسوس کیا کہ مختلف مواقع، مختلف مناسبت اور مختلف موضوعات پر لکھے گئے (۲۵) مضامین کا یہ گلدستہ مشامِ جاں کو تازگی بخشنے کے ساتھ قلب ونظر کی تسکین کا باعث ہے۔ اس کتاب میں عصر حاضر کی مریضانہ ذہنیت اور

www.abulhasanalinadwi.org

بیمار فکر و نظر کے لئے شفا کا سامان بھی ہے۔

کتاب کے مصنف صاحبِ نسبت بزرگ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ (پیدائش: ۱۹۲۹ء) علمی و قلمی دنیا میں خوب جانے پہچانے ہیں۔ عربی زبان میں ان کی شہرت کمال درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ مولانا کی متعدد قیمتی کتابیں ایسی ہیں، جنہیں اہل علم نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور شوق کے ہاتھوں لیا ہے۔ مولانا کی تحریر آسان، سہل، شستہ اور شگفتہ ہوتی ہے۔ چونکہ اسلوب نگارش میں بے تکلفی ہے، اس لئے ان کی بات دل سے نکل کر سیدھے دل تک پہنچتی ہے۔ کثیر المطالعہ، جہاں دیدہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے فیض یافتہ ہیں۔ اس لئے بات میں گہرائی، گیرائی، باخبری، زمانہ شناسی، پختگی، بصیرت اور للّٰہیت ہوتی ہے۔ مولانا کے نام کے ساتھ ''حسنی'' بھی ہے اور بلاشبہ ان کے اس ''حسنی خاندان'' نے نام کی مناسبت سے علم و عمل، اخلاق و اخلاص اور اصابت رائے کی جو روایات قائم کی ہیں، وہ قابل قدر اور لائق تحسین ہیں۔ مولانا کی طبیعت میں خاندانی انکسار اور شرافت ہے۔ حسن اخلاق متأثر کن ہے۔ مولانا اس وقت ندوۃ العلماء کے ناظم ہیں۔ مگر تعلیمی فراغت کے بعد ۱۹۵۲ء ہی سے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے وابستہ چلے آرہے ہیں۔ گویا اس عظیم عالمی تعلیمی ادارہ سے وابستگی پر نصف صدی کا عرصہ بیت چکا ہے۔ ہندوستان کی باوقار اور شہرت یافتہ تنظیم ''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ'' کے صدر کے ساتھ ہندو بیرون ہند میں مختلف تعلیمی کمیٹیوں اور اسلامی اداروں کے رکن اور ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ کے صدر، دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کے صدر، دارعرفات اکیڈمی رائے بریلی کے صدر، دارالمصنفین اعظم گڑھ کے رکن، مولانا آزاد اکیڈمی کے رکن اور ہندوستان سے باہر کی تنظیموں اور اداروں میں سے آکسفورڈ سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز برطانیہ کے ٹرسٹی، رابطہ

www.abulhasanalinadwi.org

ادب اسلامی عالمی کے نائب صدر اور اس کے شعبۂ برصغیر اور ممالک شرقیہ کے صدر، رابطہ ادب اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن تاسیسی ہیں، ان کے علاوہ ملک کے مختلف دینی، اسلامی مدرسوں کے سرپرست ہیں۔

کم وبیش (۷۴) سالہ مولانا محمد رابع ندوی کا تعلق حیدرآباد سے بہت قدیم ہے۔ یہاں آمدورفت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ ان کے خاندان کے بزرگ مولانا حکیم سید عبدالحیؒ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتابوں کو حیدرآباد کے شہرۂ آفاق تصنیفی وتحقیقی ادارہ ''دائرۃ المعارف'' نے شائع کیا ہے۔ حیدرآباد سے تعلق رکھنے والے بہت سے افراد ہیں جو مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے ذہنی ربط، فکری مناسبت اور روحانی نسبت رکھتے ہیں۔ حیدرآباد میں ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی میموریل سنٹر'' کے نام سے جو ادارہ مولانا علی میاںؒ کی وفات کے بعد قائم ہوا جس کے ایک حصہ میں ''مکتبہ الحسنی'' ہے اس ربط، مناسبت اور نسبت کا جلی عنوان ہے۔ ''مکتبہ الحسنی'' اور میموریل سنٹر نے اپنے زیر اہتمام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے پہلے حج (۱۹۴۷ء) کے تأثرات ومعلومات پر مشتمل بیش بہا کتاب ''اپنے گھر سے بیت اللہ تک'' حج کے مہینوں میں سے پہلے مہینہ شوال (۱۴۲۲ھ) میں شائع کی تھی، اب یہ سنٹر ہادی اعظم، نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور وفات کے مہینہ (ربیع الاول ۱۴۲۴ھ) میں مولانا سید محمد رابع ندوی صاحب کی کتاب ''نقوشِ سیرت'' شائع کررہا ہے۔ ''نقوش سیرت'' کے جمع وترتیب میں مولانا سید محمود حسن (لکھنؤ) نے قابل قدر کوشش کی ہے۔ مولانا سید بلال عبدالحی (تکیہ کلاں، رائے بریلی) نے اس سلسلہ میں جس طرح کا تعاون کیا ہے وہ بھی لائق ستائش ہے۔ باطنی خوبیوں کے ساتھ دلکش سرورق اور دیدہ زیب طباعت سے آراستہ اس کتاب کی اشاعت میں محترم جناب سید غلام محمد انجینئر (حیدرآباد) اور محترم جناب محمد عبدالرشید (انجینئر مسجد نبویؐ مدینہ منورہ)

www.abulhasanalinadwi.org

نے اپنی خصوصی دلچسپی کا ثبوت دیا ہے۔ بلاشبہ ان کی یہ دلچسپی قابل قدر بھی ہے، لائق رشک بھی ہے اور باعث سعادت بھی..... کاش! موجودہ حالات اور زمانی ضرورت کے پیش نظر ''نقوش سیرت'' (صفحات تقریباً ۲۰۰) کا انگریزی اور ہندی ایڈیشن بھی آجاتا تو بہتر تھا، اس سے افادیت اور نافعیت کا دائرہ اور بڑھ جاتا اور ''پیغام سیرت'' کو عصر حاضر کے تقاضے کے مطابق باخبری اور بصیرت کے ساتھ لوگوں تک پہنچانے میں مدد ملتی۔

جب میں ان سطروں کو ختم کر رہا ہوں، لکھنؤ سے تھوڑے فاصلہ پر واقع کانپور سے تعلق رکھنے والے فنا نظامی کانپوری ''نقوش سیرت'' کے معنی خیز نام کے پس منظر میں اپنی نعت کا یہ لافانی شعر پیش کر رہے ہیں:

شاید اسی کا نام ہے توہین جستجو
منزل کی ہو تلاش ترے نقش پا کے بعد

ماہر القادری برسوں حیدرآباد میں رہ چکے ہیں۔ ''نقوش سیرت'' کی اشاعت پر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے عالم کیف ومستی میں اندر کے پورے یقین کے ساتھ کہہ رہے ہیں:

مرے سرکارؐ کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستا کہیے

۲۶ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
مطابق ۲۹ مئی ۲۰۰۳ء پنجشنبہ

محمد رضوان القاسمی (۱)
دار العلوم سبیل السلام، حیدرآباد

---

(۱) افسوس کہ مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب بانی وناظم دار السلام، حیدرآباد نے حیدرآباد میں مورخہ ۲۵ شعبان کو انتقال کیا، رحمۃ اللہ تعالیٰ واسعۃ

www.abulhasanalinadwi.org

نقوش سیرت۔ ایک مطالعہ

پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (سابق پرنسپل اسلامیہ کالج شاہجہانپور)

جناب مولانا محمد رابع حسنی ندوی کی نئی کتاب ''نقوش سیرت'' میرے پیش نظر ہے، یہ ان مضامین کا مجموعہ ہے جو مختلف رسائل میں شائع ہوئے ہیں اور اب کتابی شکل میں سامنے آئے ہیں، اپنے احساسات کو لکھتے ہوئے میں اس بات کی کوشش کر رہا ہوں کہ مولانا کی دارالعلوم کی نظامت، پرسنل لا بورڈ کی صدارت اور دوسرے باوقار عہدے میرے ذہن میں نہ آئیں تاکہ مصنف کی عظمت سے متاثر ہو کر غیر شعوری طور پر کوئی ایسی مبالغہ آمیز بات نہ لکھ جاؤں جو میرے لئے بدمذاقی کی بات ہو اور جناب مولانا کے لئے گرانی کی۔

کتاب کے لائق مقدمہ نگار نے اپنے مقدمہ کو ''نگاہ اولیں'' کا نام دیا ہے اور دو شعر کتاب کے نام کی مناسبت سے لکھے ہیں، ایک فنا نظامی کانپوری کا اور دوسرا ماہر القادری کا، یہ دونوں شعر میرے لئے نئے ہیں اور یقیناً اچھے ہیں مگر پر تو انھیں دو اشعار کے ہیں جو مدت سے زبان زد خاص و عام ہیں اور وقت کے گزرنے سے ان کی تازگی اور والہانہ پن میں کوئی فرق نہیں آیا ہے، میں انھیں لکھ رہا ہوں۔ اردو کا شعر

www.abulhasanalinadwi.org

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا
سب کچھ مجھے ملا جو ترا نقش پا ملا

اور فارسی کا شعر

بہ زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد شد

یہ دونوں شعر اپنے معنوی حسن اور نغمگی سے آج بھی صاحبِ دل حضرات کو وجد میں مبتلا کر دیتے ہیں مگر اس کتاب کے مضامین تصوف اور ماورائیت سے کم تعلق رکھتے ہیں اور زندگی کی حقیقتوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح معاملہ کیا اور کرنے کے لئے فرمایا صرف ان کو بیان کرتے ہیں۔ تصوف نہ سہی مگر روحانیت سے پُر ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی زندگی کا بیان ہے، اس مبارک زندگی میں کیسا اعتدال اور توازن رہا، انسانیت نوازی اور ساری مخلوق کے لئے نعمت و رحمت ہونے کا ذکر ہے، جس کے لئے اللہ نے ان کو رحمۃ للعالمین فرمایا۔ پھر مولانا نے اپنے سرکار ﷺ کے امتیوں کو بتایا کہ دیکھو محبتِ رسول ﷺ کے تقاضے کیا کیا ہیں صفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے لئے قابل اتباع نمونہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی تعلق اور کامل پیروی میں ہی تکمیلِ ایمان ہوتی ہے اور یہی تعلق اور پیروی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے گہری محبت پیدا کرتی ہے۔

یہ مضامین اپنی افادیت اور ندرت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہیں۔ پوری کتاب سادہ عبارت میں ہے اور جو انداز بیان ہے وہ دل میں اک دم گھر کرتا ہے۔ ذکر کس کا ہے۔ اپنے نبی ﷺ کا جو خاتم بھی تھے اور خاتَم بھی اور ذکر کرنے والا وہ اُمتی جو ان کی محبت میں سرشار ہے اور اپنے سارے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک پر رکھ رہا ہے، وہ علم جو بے پناہ مطالعہ سے پیدا ہوا ہے، ایسا علم جو صرف علم کتابی

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں بلکہ علم نافع ہے۔ کیا عرض کروں "بنتی نہیں ہے بات بادہ و ساغر کہے بغیر" جو مضامین خود مضمون نگار کے گدازیٔ قلب کے آئینہ دار ہیں ۔ پوری کتاب میں تعلیمات اور فرمودات کے موتی بکھرے ہوئے ہیں، کیسی سادگی سے ان کا بیان ہے۔ یہ گلشن ہست وعدم اللہ کا بنایا ہوا ہے اس کے باغباں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے مصور ہمارے مولانا۔

یہ مضامین ان سے تعلق رکھتے ہیں جو امام انبیاء ہیں سرور کون ومکان ہیں، جو امین اور صادق تھے، جنہوں نے انسان کو مساوات کا تحفہ دیا جو حامل کتاب اور سراپا کتاب تھے، جو بے کسوں کے مربی تھے، بے سہاروں کے کفیل تھے، جن کو ہمیشہ ہماری بہتری کی فکر رہتی تھی جن کی آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل نہیں جن پر راز نہاں ہویدا تھا اور جو اُمی تھے لیکن جن کے لئے حافظ شیرازی نے کہا ہے کہ ؎

نگار من کہ بہ مکتب نہ رفت وخطہ نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرس شد

اور سعدی کا شعر ذہن میں آتا ہے ؎

یتیمے کہ نا کردہ قرآں درست
کتب خانہ چند ملت بششت

کیسے صاحب دل شعراء تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اپنا دل نکال کر رکھ دیتے تھے۔

مولانا کا دل بھی عشق کی جلوہ گاہ ہے، مولانا کی تحریر ایک طرح سے شعور حسن کا اعلان ہے یہ تحریریں خالص واقعات اور حقیقتوں کا بیان ہیں مگر بین السطور میں شاعرانہ ادراک اور صوفیانہ ادراک دونوں ہیں صناعی سے پرہیز نے جاذبیت پیدا کردی ہے کیسا فطری، حسین رفعت بخش اور دیانت دار بیان ہے، دماغ اور دل ہم آہنگ ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

جذبہ اور فکر گلے مل رہے ہیں، سحرِ حلال سے ان کی مثال دی جاسکتی ہے یہ طلسم خیالی نہیں، اس کی روح تو مولانا کے ہاتھ میں ہے۔

یہ باتیں جو مولانا نے لکھی ہیں پہلے بھی لوگوں کے علم میں رہی ہیں اور بیان بھی کی گئی ہیں مگر ایسا حسنِ بیان کہاں، یقیناً تحریر کی قدر و قیمت نفسِ مضمون سے ہوتی ہے مگر وہ صداقتیں جو مطلق اور بدیہی ہوں صرف حسن بیان ہی سے انسان کے قلب پر اثر انداز ہوسکتی ہیں۔

آیئے اب کتاب کے مندرجات پر نگاہ ڈالی جائے۔

پہلا مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف ادوار سے تعلق رکھتا ہے، نبوت کی ابتدا، کافر کس طرح آپ کو اور مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے تھے، ایسی ایذا رسانی جو موت کا بھی باعث ہو جاتی تھی، کیسے آپ کے رفقاء نے ۱۳ برس تک کی مدت، اسلامی دعوت اور ایمانی تربیت کے ساتھ صبر و برداشت میں گزریں۔ طائف کا سفر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمدردی اور حمایت حاصل کرنے کے لئے کیا تھا مگر وہاں عام انسانی اخلاق بھی نہیں ملا بلکہ سخت اذیت پہنچائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدیت کے اعلیٰ معیار کو ترجیح دی، دعا میں اپنی بے بسی اور ناطاقتی کا اظہار کیا لیکن سزا پر راضی نہیں ہوئے۔ پھر مدینہ منورہ کی ہجرت کا بیان ہے، دشمن اجتماعی طاقت سے حملہ آور ہوتے اور آپ مقابلہ کرتے، یہودی اور منافقین اندرونی طور پر دشمنی کرتے، ان کو بھی جھیلتے پھر بدر کا معرکہ ہوا، غرض ان باتوں کا بیان جن میں حضرتؐ نے مشقتوں سے گزارے گئے، شخصی سانحوں سے بھی گزارے گئے، راحت و مسرت سے بھی گزارے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ساری انسانی برادری کے لئے ایک مثال بنی، کیا اعلیٰ صبر و رضا اور وسیع القلبی کا نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا۔

پھر ماہ سعادت یعنی ربیع الاول کا بیان آیا، مولانا نے کلام پاک کی آیت لکھی

www.abulhasanalinadwi.org

جس میں عربوں سے خطاب ہے کہ تم ہی میں نبی آیا ہے اور تم ہی میں کا ایک فرد ہے، اس کو تمہارے دکھ درد کی بے حد فکر اور احساس ہے، وہ تمہارا بے حد خیال کرنے والا ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے بے حد شفیق اور رحم دل ہے۔ پھر دوسری آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کو ہم نے تمام جہانوں کے لئے رحم وکرم بنا کر بھیجا ہے۔ یہ چھوٹا سا مضمون اپنی مثالوں کے لحاظ سے منفرد ہے اور ان آیتوں کی تفسیر ہے جن کا ترجمہ ابھی لکھا گیا ہے، آگے کا مضمون بھی اسی تسلسل میں ہے، ربیع الاول کا اصل پیغام خدائے واحد کی بندگی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری اور محبت ہے، مولانا نے خاص ہجرت کو بطور واقعہ بیان کرنے کے ساتھ بہترین نتائج نکالے ہیں، ہجرت کا عمل بڑا عظیم عمل ہے، یہ وہ عمل ہے جس کا درجہ جہاد کے علاوہ ہر عمل سے بڑھ جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی زندگی پر مضمون کتاب کی جان ہے، یہ مضمون نسبتاً طویل ہے اور بے حد اثر ڈالنے والا ہے، آپ ﷺ نے ساری راحت وآرام حاصل ہونے کے باوجود غریب اور سادہ طرز زندگی اختیار کی۔

رفقاء کے لئے ایک نہایت ہمدرد اور انس ومحبت رکھنے والے سرپرست تھے، بچوں اور بوڑھوں کا بے حد خیال رکھنے والے، اس خیال رکھنے میں ان کی مزید دل جوئی کے لئے ہلکا سا مزاح بھی کبھی کبھی کر لیتے تھے جیسے ابوعمیر کی چڑیا کی پرسش، بوڑھی عورت سے بتانا کہ بوڑھے جنت میں نہیں جائیں گے اور پھر اس کی وضاحت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوانی کے بہترین حصہ کو ایک ایسی بیوی کے ساتھ گزارا جو ان سے عمر میں بڑی تھیں، انتقال کے بعد ہمیشہ محبت سے یاد کیا۔ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات میں اپنے معزز خاندان اور دیگر خاندانوں کی خواتین کو شامل کیا، نومسلم خاتون، باندی بن کر آنے والی خاتون کو آزاد کر کے رشتہ زوجیت میں لیا، یہ

www.abulhasanalinadwi.org

شادیاں تعلق والوں کی دلداری کے لئے تھیں، غلط رواج کو باطل کرنے کے لئے بھی تھیں، سب کے ساتھ انصاف اور برابری کا برتاؤ کیا اور اپنی پسند کو ترجیح نہیں بنایا۔ بچوں کو پیار کرتے تھے۔ کبھی اپنی ذات کے لئے کسی پر غصہ نہیں کرتے تھے۔ صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراؓ انتہائی چہیتی تھیں مگر ان کے لئے مال و دولت کیا ایک خادمہ کا بھی انتظام نہیں کیا غرض پورا مضمون ایک ایسے نبی کے ذکر پر ہے جو رحمت ہی رحمت تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں اعتدال اور توازن کو بہت عزیز رکھتے تھے، بطور نصیحت خود اپنی ذات مبارک کے لئے فرمایا میں تم میں سب سے زیادہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں، رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں روزہ رکھتا ہوں اور روزے سے خالی دن بھی چھوڑتا ہوں، شادی بھی کرتا ہوں، جو میرے طریقہ پر نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کو تعلیم دی مگر آپ ﷺ عبادت گزار اور شب زندہ دار ایسے تھے کہ پیروں میں ورم آجاتا، روزے اتنے رکھتے کہ شعبان کا مہینہ بھی اکثر و بیشتر روزوں میں گزر جاتا مولانا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان کیا ہوا دودھ کا واقعہ لکھا کہ کیسے تھوڑے سے دودھ نے بہت سے لوگوں کا پیٹ بھرا۔ یہ تو خیر ایک معجزاتی کیفیت تھی مگر یہ واقعہ یہ بھی بتاتا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کی کتنی کمی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کہ دوسروں کی بھوک کو اپنی بھوک پر ترجیح دی۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ کوئی مسلمان اگر انتقال کر جائے تو اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے ورثاء کا اور جو قرض وہ چھوڑ گیا اس کی ادائیگی میرے ذمہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری انسانیت کو یہ پیام دیا کہ اپنی دنیاوی ضرورت کو اللہ کے حکم کے مطابق اور رضائے الٰہی کی نیت سے پورا کیا جائے تو ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسے کسی مذہبی کے عمل سے ملتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مصنف کتاب کا سب سے پسندیدہ موضوع یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ساری انسانیت کے لئے نعمت ورحمت ہے۔ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرنے والے تو سب ہی مسلمان ہیں اور واقعی ان کا دعوی صحیح ہے مگر محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے کیا ہیں، وہ جو کام، احکام اور شریعت لائے اس کا ماننا اور اس کے حکموں پر چلنا، اسلام نے حق کا راستہ یہی متعین کیا ہے۔ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے لئے فرمایا کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے اور یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور آخرت کے دن کی جواب دہی کا خیال رکھتا ہو اور اس نے اللہ کو یاد کیا ہو۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ایمان اس وقت تک درست نہیں جب تک تم مجھ کو اس سے زیادہ محبوب نہ بناؤ جتنا تم کو اپنے باپ اپنی اولاد اور دنیا کے سب محبوب لوگ ہو سکتے ہیں۔

کیسا ہی سخت امتحان ہو طاعت اور محبت میں فرق نہیں آتا تھا، اس ضمن میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ بڑا عبرت آموز ہے۔

مضامین کا یہ سلسلہ جاری اور ساری ہے اب موضوعات میں صفات نبوی ہر مسلمان کے لئے قابل اتباع نمونہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی تعلق اور ان کا اتباع کامل، امت کی رہنمائی اور لوگوں کے ساتھ سلوک میں ذوق ومزاج کی رعایت اور کلام میں ادبی حسن کا لحاظ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ دعوت وتبلیغ اور عصری تحریکات، سیرت نبویؐ میں دعوت اور سیاست کا امتزاج اور اس میں ہمارے لئے رہنمائی، عہد حاضر میں تعلیمات نبویؐ کی ضرورت، معاشرہ کی اصلاح میں حدیث و سنت سے رہنمائی، سیرت اور اخلاق کی تعمیر میں حدیث کا کردار سیرت نبویؐ اور ادب، کلام رسول ﷺ ادبی بلاغت کا شاہکار، مولانا نے بہترین نکات پیش کئے ہیں۔

میرا یہ مضمون عام ڈگر سے ہٹا ہوا ہے۔ اپنی طرف سے باتیں کم کہی ہیں اور

www.abulhasanalinadwi.org

کتاب کے اقتباسات زیادہ لئے ہیں مگر ''یہ زیادہ'' بھی ایسا ہے جیسے غلہ کے ڈھیر سے ایک مٹھی غلہ نکال لیا۔ مگر یہ ایک مٹھی غلہ پورے ڈھیر کی کوالٹی (Quality) کو بتا دیتا ہے، کتاب کا وصف تو کتاب پڑھنے میں ہے جیسے مٹھائی کے ذائقہ کا لطف اس کے کھانے میں ہے، بتانے میں نہیں، یہ کتاب تو پورے طور پر ذکر حبیب ﷺ میں ہے، یقیناً میں کتاب کا حق ادا نہیں کر سکا ہوں مگر یہ دامان نگہ کی تنگی ہے ورنہ خوبصورتی کے یہ پھول تو بے شمار ہیں۔ اب آخری مضمون کا ذکر آتا ہے وہ حمد و مناجات کی ادبیت مولانا نے سرکار دو عالم ﷺ کی دعاؤں اور مناجاتوں کے نمونے پیش کئے ہیں۔ اس کا تفصیلی بیان تو مضمون کو بہت طویل کر دے گا مگر یہ مضمون اس گلدستہ کا سب سے خوبصورت پھول ہے۔

پوری کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ اور پاکیزہ زندگی، رواداری، برداشت، ثابت قدمی، بہادری اور رقیق القلبی کے ذکر سے مملو ہے۔ اسوۂ حسنہ کی بہترین وضاحت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گدازیٔ قلب اور رقت مزاج کی بے شمار مثالوں میں چند مولانا نے بیان کی ہیں جو دل کو چھو لیتی ہیں۔ اپنے چھوٹے نواسے کو جو جانکنی کے عالم میں تھا اپنی گود میں لیتے ہیں اور آنکھ میں آنسو بھر آتے ہیں۔ ایک صحابی نے کہا کہ آپ بھی ایسے متأثر ہوتے ہیں۔ فرمایا میں انسان ہوں۔ میرے دل میں بھی محبت ہے اور اتنا بھی نہ ہو تو انسان کیا۔ اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکلوتے بیٹے کا انتقال ہوا تو فرمایا میری آنکھیں نم ہو رہی ہیں۔ دل غمزدہ ہے لیکن میں اپنے زبان سے صرف وہ کہوں گا جس سے میرا رب راضی ہو۔ اے ابراہیم تمھاری جدائی ہم پر غمزدہ ہیں۔

مولانا کے مضامین کا سلسلہ سلسلۃ الذہب ہے بلکہ زیادہ خوبصورت مثال

www.abulhasanalinadwi.org

یہ ہوگی کہ موتیوں کی لڑی ہے۔ سب الگ الگ ہیں مگر ایک ربط باہمی سے بندھے ہوئے ہیں مولانا اپنے محبوب موضوع کو دہراتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تکمیل ایمان کے لئے لازمی ہے۔ یہ ایک طرح سے احسان شناسی اور شکر گزاری بھی ہے جو اعلیٰ ترین انسانی جذبے ہیں۔ اللہ نے وہ رسول ہمارے پاس بھیجا جس کو ہماری تکلیف اور پریشانی گوارہ نہیں۔ وہ ہمارا بہت دھیان رکھنے والا ہے۔

اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے میں اس آیت کا ترجمہ لکھ رہا ہوں، جو دین کی تکمیل کا اعلان ہے۔ ''آج یعنی اب میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو تمہارے لئے بحیثیت دین پسند کیا''۔

یہ لکھنا بے محل نہ ہوگا کہ اس کتاب کے مضامین مسلسل طور پر جاذب توجہ ہیں۔ ایک حصہ سے جو لطف ملتا ہے وہ مجموعی طور پر ملتا ہے۔ مصنف کا نام اگر کتاب پر نہ لکھا ہوتا تو وہ بھی مخصوص لب ولہجہ، عبارت کا انداز تاثیر اور آہنگ سے اچھے مطالعہ والے فوراً پہچان لیتے کہ نغمہ سرا کون ہے اور اس نے یہ نغمے کس لئے گائے ہیں۔ مصنف کی روح میں ہمہ گیری اور وسعت ہے اور عام آدمی سے زیادہ انسانی فطرت کا علم رکھتے ہیں۔ کیسی باکمال اور معتبر شخصیت لکھنے والے کی ہے۔ یقیناً انھوں نے جو شہرت پائی ہے وہ اس کے پورے طور پر مستحق ہیں۔ وہ حضرت مولانا علی میاںؒ کی یادگار ہیں اور جو قدر و قیمت حضرت مولانا کی اپنی زندگی میں ہوئی وہی مولانا محمد رابع ندوی کی بھی ہوئی ہے۔ یہ ایک بہت خوشگوار تعجب کی بات ہے ورنہ ہماری قوم کے افراد اپنی ساری عقیدت کا اظہار علم وفضل کو خراج اپنے ممدوح کے نہ ہونے کے بعد ادا کرتے ہیں۔

مضمون کے اختتام پر اللہ تعالیٰ سے مولانا کی صحت وسلامتی اور درازی عمر کی دعا کرتا ہوں۔ خدا کرے یہ ابر گہر بار ایسا ہی برستا رہے اور علم کے موتی ہماری جھولی میں پڑتے رہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ أجمعین، ومن تبعھم بإحسان ودعا بدعوتھم إلی یوم الدین۔أما بعد

حضرت سیدنا ومقتدانا ومحبوبنا ومحبوب رب العالمین محمد بن عبداللہ الامین فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی آخری امت کا رسول بنایا اور اپنے دین کو ان پر نازل کی جانے والی وحی پر مکمل فرمایا، اور نبوت کا سلسلہ جو انسانوں کے مورث اعلیٰ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے چلا آرہا تھا، اس کو ختم فرمایا، آپ ﷺ کی امت کو کامل معیاری اور دوسری امتوں کا نگراں امت بنایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل انسان بنایا اور مخلوق انسانی کے اندر پیدا کی گئی اعلیٰ صلاحیتوں کا حصۂ وافر معیار اعلیٰ کے مطابق اللہ تعالیٰ جو اپنے نبیوں میں رکھتا رہا ہے، ان کو مزید اعلیٰ وجامع معیار پر اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھا، اور آپ کو آخری نبی اور نبیوں کا سردار بنایا اور آپ ﷺ کی امت کو حکم دیا کہ صفات اور خصوصیات کو اپنے پیشِ نظر رکھو، اور ان میں سے جتنی اپنی زندگی میں لانے کی کوشش کرسکو کوشش کرو، تاکہ تم صرف انسانی مخلوق ہی نہ ہو، بلکہ انسانی خصوصیات وکمالات کے اچھے معیار کے مطابق انسان بنو۔

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں آپ ﷺ کے بارے میں اس کا اظہار فرمایا کہ اللہ کے نبی فرشتہ نہیں ہیں، ایک انسان ہیں، وہ خالق اور رب نہیں ہیں، بلکہ اپنے خالق اور رب واحد کے بندے ہیں، البتہ انسانوں میں وہ ممتاز ترین انسان اور اپنے رب اور اپنے ہم جنس مخلوق کے درمیان ربط وتعلق کا ذریعہ اور پیغام رساں ہیں، آپ ﷺ بشر ہیں، نبی ہیں اور رسول ہیں۔ بشر یعنی انسان، نبی یعنی آخرت کی باتیں بتانے والا، رسول یعنی اللہ کا پیغام پہنچانے والا، پھر آپ ﷺ کو آخری نبی بنا کر سب پر فوقیت دی، اور آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک پھیلا دیا، یعنی قیامت تک آنے والے سب آپ ﷺ کی نبوت کے سایہ میں اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے حکموں کے پابند ہوں گے اور آپ ﷺ کی محبت اور اتباع کو سارے انسانوں کے لئے لازمی اور نجات کا ذریعہ بنایا اب انسانوں کے لئے آپ ﷺ کی پیروی کے کوئی چارہ نہیں، اور آخرت میں کامیابی کے لئے کوئی سہارا نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ انسانی زندگی کے متنوع حالات کا ایک طرح سے مرقع ہے، اس میں ہر انسان اپنے مسائل اور انسانی تقاضوں کے لئے قابل تقلید نمونہ دیکھ سکتا ہے، اور اس کے مطابق اپنی زندگی کے مسائل کا حل حاصل کر سکتا ہے، اور یہ آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق عمل کرنے پر ہی ہو سکتا ہے، جس میں بنیادی طور پر خدائے واحد پر ایمان، آخرت کی جزا وسزا پر یقین، اللہ کی مخلوق ملائکہ، اور اس کے سارے انبیاء کے اوپر ایمان اور پھر آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع لازم ہے، اور آپ ﷺ کی تعلیمات آپ ﷺ کے اقوال اور آپ کے اعمال دونوں میں پھیلی ہوئی ہیں، جن کے لئے آپ ﷺ کے ارشادات سے واقفیت اور آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

مختلف موقعوں پر مختلف دوستوں کے تقاضوں پر مجھ کو سیرت کے سلسلہ میں

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے حسب توفیق مطالعہ کی جھلکیاں پیش کرنے کا موقع ملا، جو لکھنؤ مسلم ایسوسی ایشن (لکھنؤ) کے سالانہ مجلّوں میں اور ندوۃ العلماء کے مجلّہ تعمیرحیات کے متعدد شماروں اور مختلف سیمیناروں اور اجتماعات میں مقالوں کی صورت میں پیش کرنا ہوا ان کی تعداد ایسی ہوگئی کہ ایک معتدل ضخامت کی کتاب بن سکتی ہے، میرے بعض مخلص دوستوں نے ان کے جمع کرنے کی رائے دی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے یہ مختلف النوع مقالات اس اہمیت کے ہوں گے کہ ان کو مجموعہ کی شکل میں پیش کیا جاسکے۔ لیکن موضوع کی بلندی اور برکت کو دیکھتے ہوئے میرے لئے سعادت کی بات ہے کہ ان سے کچھ معلومات اور تأثرات قارئین کے لئے کچھ مفید ثابت ہوں۔

عزیزی مولوی سید محمود حسن سلمہ نے جن کو تحریر وتقریر کا کچھ ذوق بھی ہے، انھوں نے خاص طور پر اس معاملہ میں دلچسپی لی اور خود ان مضامین کو جمع کیا اور ترتیب قائم کی اور اس کو قابل اشاعت بنادیا، میں اپنے لئے سیرت پاک کی جو بھی چھوٹی موٹی خدمت مجھ سے ہوسکی اس کو باعث برکت وسعادت سمجھتا ہوں اور اس کی اشاعت سے کچھ لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہو تو اپنے لئے نعمت سمجھتا ہوں۔ اس سلسلہ میں عزیز القدر مولوی سید بلال عبدالحی سلمہ بن سید محمد الحسنیؒ نے بھی تعاون کیا۔

حیدرآباد کے بعض دوستوں (جن میں الحاج انجینئر غلام محمد صاحب اور الحاج انجینئر محمد عبدالرشید صاحب پیش پیش ہیں) نے اس بات کا علم ہونے پر اس کے شائع کرنے کا ذمہ لیا، میں اپنے دیگر احباب ومعاونین کا بھی شکر گزار ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ ان سب کو بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے اور اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے۔ اور ہمارے لئے سعادت وبرکت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

محمد رابع حسنی ندوی

دوشنبہ ۲۵ر صفر ۱۴۲۴ھ — خاتون منزل، گولہ گنج، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ

انسانی مخلوق کو زندگی کے صحیح اور مناسب کردار کے راستہ پر چلانے کے لئے ان کا پروردگار خود انسانوں میں سے ایسے اشخاص کو مقرر فرماتا رہا ہے جو اس کی دی ہوئی ذمہ داری کے کام کو اخلاص و ہمت سے انجام دے سکیں، ہدایت کے اس اہم کام کے لئے پروردگار عالم کی طرف سے جو انسان مقرر ہوئے وہ نبی اور رسول کے لفظ سے یاد کئے جاتے رہے وہ اپنی نفسیاتی عقل و جسمانی خصوصیات میں مکمل اور اپنے ہم جنسوں میں فائق اور بلند خصوصیات کے حامل ہوتے تھے، یہ سلسلہ انسانوں کے مورث اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک قائم رہا، انبیاء میں اعلیٰ خصوصیات و صلاحیتوں کے ہونے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پیدا کئے جانے کے لحاظ سے حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر و باطن کو اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کے معاملہ میں بہترین اور مکمل بنایا، اور اس کے لئے خاص طور پر آپ ﷺ کو زندگی کے مختلف و متنوع نشیب و فراز سے گذارا جو انسان میں مختلف حالات کو جھیلنے اور مناسب راہ نکالنے کے لئے معاون ہوتے ہیں، اولاً آپ ﷺ کو یتیم پیدا کیا، پیدا ہونے کے بعد آپ ﷺ کی نگاہ جب باشعور ہوئی تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ آپ کو سایہ پدری حاصل نہیں جب کہ سیکڑوں آپ ﷺ کے ہم سنوں کو یہ حاصل

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، یہ بات ایک معصوم اور صغیر السّن بچہ کے قلب و ذہن کے لئے ایک بوجھ اور شکستہ دلی کا باعث ہوا کرتی ہے، پھر مزید یہ کہ چھ سال کی عمر میں ہی سایۂ مادری بھی باقی نہ رہا۔ اور اس کے بعد پھر شفقت کرنے والے دادا بھی ۸ سال کی عمر میں موجود نہ رہے، ان محرومیوں کو اگر بچہ بحسن و خوبی نہ جھیل سکے تو اس کی زندگی کی راہ پیچیدہ ہو جاتی ہے، اور زندگی میں اس کی کامیابی مبہم ہو کر رہ جاتی ہے، لیکن اگر اس بوجھ کو خداداد ہمت سے وہ جھیل لے تو اس کی شخصیت میں مشکل حالات کو جھیلنے اور ان میں ضرورت اور پسند کی راہ نکالنے کی خاصی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہمت خصوصی طور پر عطا فرمائی جس کی بنا پر آپ ﷺ میں حالات اور واقعات کے تقاضوں کو مناسب ڈھنگ سے محسوس کرنے اور زندگی کے چیلنجوں کا مناسب ڈھنگ سے مقابلہ کرنے کی سمجھ اور ہمت پیدا ہوئی اور جلد ہی آپ ﷺ نے باعزت زندگی کی راہ اختیار کی، اور زندگی کو عزت نفس اور عالی ہمتی سے آراستہ فرمایا، مزید یہ کہ آپ ﷺ میں زندگی اور کائنات کے سربستہ راز کو سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کا ذوق پیدا کیا چنانچہ آپ ﷺ نبوت ملنے سے قبل ہی شہر کی آبادی سے نکل جاتے اور آبادی سے الگ ایک غار میں کچھ وقت گذارا کرتے، ظاہر ہے آپ ﷺ کا تنہائی اور تخلیہ میں کچھ وقت گذارنے کا جذبہ و تقاضہ اعلیٰ حقیقت کی طلب اور اس کے سلسلہ میں غور و فکر کے لئے رہا ہوگا انہی جیسے احساسات کے نتیجہ میں تھا، پھر چونکہ پروردگار عالم نے عربوں اور غیر عربوں کے حق اور خدا کی بندگی کی صحیح راہ سے بہک جانے کو دیکھتے ہوئے ان کی ہدایت کے لئے آپ ﷺ کو مقرر کرنا طے کیا، اس لئے پردۂ غیب سے وہ اشارے آنے لگے اور نبوت ملنے سے قبل ہی حجر و شجر سے اللہ کے نبی کے عنوان سے مخاطب کرنے کی آوازیں بھی آنے لگیں جن کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعجب سے متوجہ ہو جایا کرتے لیکن کوئی قائل نظر نہ آتا کانوں کو ان صداؤں سے آشنا کر دینے کے

www.abulhasanalinadwi.org

بعد باقاعدہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان صداؤں کی حقیقت لے کر آپ ﷺ کے پاس آپ کے تخلیہ کی جگہ غارِ حرا پہنچے، اور نبوت کا پیغام پہنچایا، پھر وقت کے کچھ فرق سے اپنی اصل شکل میں بھی اُفق پر ظاہر ہوئے تا کہ ذہن کے کسی گوشہ میں پیغام خداوندی کے لانے والے اس فرشتہ کو نامعلوم محسوس کرنے کا کوئی شائبہ نہ رہ جائے۔

اس طرح آپ ﷺ پر نبوت ورسالت کا وہ عظیم بار ڈالا گیا جو وسعت کے لحاظ سے دیگر تمام انبیاء پر نہیں ڈالا گیا تھا، جس کو آپ ﷺ کے خداداد فراست رکھنے والے قلب وذہن نے اس کی ذمہ دارانہ اہمیت کو محسوس کیا، اور آپ ﷺ نے اپنی عاقل ومخلص اہل خانہ سے بھی اس واقعہ کا اور اس کے عظیم بوجھ محسوس کرنے کا تذکرہ کیا، انہوں نے تسکین دی اور آپ ﷺ کی اعلیٰ انسانی صفات، کریم النفسی اور اعلیٰ انسانی کردار کی مثالوں کے حوالہ سے اس کو بلند اور مقدس ذمہ داری قرار دیا اور مزید تقویت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے آشنا اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے جا کر تصدیق کرائی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ میں اس بار کے اٹھانے کی صلاحیت ودیعت کی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے اس بارِ عظیم کو یعنی عظیم دعوت دین کی خاردار گزرگاہوں میں چلنے کو ہمت وبلند نظری سے قبول کیا، اور ہمت اور عزیمت کے ساتھ نبھایا، آپ ﷺ نے آغاز عمر سے ہی زندگی کی خاردار راہ کو طے کیا تھا۔

باپ کی طرف سے یتیمی کے مرحلہ سے آپ ﷺ کو پیدائش سے قبل ہی سابقہ پڑا تھا، پھر ماں کی طرف سے یتیمی، پھر قریبی مشفق ومربی یعنی دادا کی بھی ۸ سال کی عمر تک پہنچنے پر جدائی ہوگئی، لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر کرم رہی اور اس نے مشفق چچا عطا فرمایا جس کی ہمدردی وشفقت سے عمر کے پختہ ہوجانے کی مدت تک تعاون ملتا رہا اور جو نبوت ملنے کے بعد نبوت کے کام میں اپنوں کی دشمنی اور ایذا رسانی کو ناقابل برداشت حد تک پہنچنے سے بچانے میں معاون رہے، اسی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو بفضل الٰہی

www.abulhasanalinadwi.org

ایک نہایت سمجھدار اور باہمت و ہمدرد صفت اہلیہ بھی ملیں، جنھوں نے آپ ﷺ کا مشکلات کے موقعوں پر بہت ہمدردانہ ساتھ دیا لیکن رب العالمین نے دونوں کی طرف سے حصول ہمدردی کے اس مرحلہ میں کچھ عرصہ رکھنے کے بعد اس تعاون کی سہولت بھی آپ ﷺ سے ہٹالی کہ آپ ﷺ اس سے بھی مستغنی ہوکر اپنی راہ بنائیں اور اپنے خدا کی مدد پر انحصار کرتے ہوئے اب آپ ﷺ صرف اپنے رب کی نگہبانی میں ہی مسئلے حل کریں، جس نے یہ عظیم ذمہ داری ڈالی ہے اس کی طرف سے مدد ہوتی رہے گی لیکن صبر و ہمت اور تنہا اپنے رب پر بھروسہ کا ثبوت دینا ہوگا، چنانچہ آپ ﷺ نے دعوت کے کام کی خاردار راہوں پر چلتے ہوئے نبوت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں صرف دس سال گذارے تھے کہ مذکورہ بالا دونوں مشفقانہ و ہمدردانہ تعاون کے سہارے بھی ختم ہوگئے، سخت آزمائش کے کئی موقعوں پر ایسے میں آپ ﷺ کی شخصیت وصفت برداشت اس عظیم معیار کے مطابق ظاہر ہوئی، اگر نہ ظاہر ہوئی ہوتی تو شاید برداشت سے باہر ہوجاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت کے اس عظیم منصب پر سرفراز کرایا تھا جس میں مشکل سے مشکل حالات کا بخوبی مقابلہ کرنے کی طاقت عطا کی تھی لہٰذا مکہ کے کافر آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو اتنی ایذا پہنچاتے تھے کہ برداشت سے باہر ہوجاتا تھا یہ آپ ﷺ کی تربیت اور تسکین صبر کے نتیجہ میں تھا، ان کی اس ایذا رسانی سے بعض بعض کی موت تک واقع ہوئی ہے، خاص طور پر جو افراد قریشی خاندان کے نہ ہوتے یا غلام ہوتے ان کو حد سے زیادہ ایذا برداشت کرنا پڑتی، جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں آیا ہے کہ گرم پتھر پر لٹائے جاتے تھے اور گرم پتھر سے ان کے جسم کو داغا جاتا تھا کہ وہ، وہ نہ کہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں لیکن وہ عزیمت کے پیکر تھے "احد احد" یعنی خدا تو ایک ہی ہے خدا تو ایک ہی ہے" کہتے، اور عقیدۂ توحید سے روگردانی نہ کرتے خاندانِ یاسر کے افراد کو تو اتنی ایذا دی جاتی کہ لوگوں کو دیکھنا مشکل

www.abulhasanalinadwi.org

ہوجاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی طرف کسی وقت گزر ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے "صبرا یا آل یاسر موعدکم الجنة" اے یاسر کے خاندان والو! صبر کرو تم کو جنت ملے گی" حضرت یاسرؓ ثابت قدم رہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا کہ صرف برداشت کرنا ہے بدلہ نہیں لینا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی تربیت وتعلیم اور اخلاق ومحبت کی اثر انگیزی آپ ﷺ کے رفقاء کے لئے ان ایذا رسانیوں میں صبر وہمت پیدا کرتی تھی آغاز اسلام سے ۱۳ رسال تک کی یہ مدت اسلامی دعوت وایمانی تربیت کے ساتھ اسی صبر وبرداشت میں گذری۔

ایک موقع پر ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ یارسول اللہ اب تو برداشت سے زیادہ ہوگیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ابھی سے تم بے قرار ہوگئے تم سے پہلے کی امتوں پر ایسے ایسے حالات گزرے کہ ان کے بدن لوہے کی کنگھیوں سے نوچے گئے اور انہوں نے صبر کیا، صبر کرو تم اطمینان رکھو ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم غالب ہوگے، اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی گندگی ڈال دی جاتی تھی کبھی دوسری قسم کی ایذائیں پہنچائی جاتی تھیں کبھی راستہ پر کانٹے بچھائے جاتے تھے اور ایک موقع پر ابوجہل جو آپ کا بڑا مخالف، تھا آپ ﷺ کے ساتھ بڑی ایذا رسانی سے پیش آیا آپ ﷺ کو بہت تکلیف ہوئی لیکن آپ ﷺ نے کچھ نہیں کیا، تھوڑی دیر میں آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن بھتیجے کے ساتھ بدسلوکی سن کر غصہ آگیا اور جا کر ابوجہل کو زدوکوب کیا اور کہا کہ ہمت ہو تو ہمارے ساتھ کرو اور جوش میں آکر مسلمان ہوگئے اور اسلام ومسلمانوں کی تقویت کا باعث بنے، اور ایک موقع پر حضرت عمرؓ بن خطاب جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرح اسلام دشمن بنے ہوئے تھے اور خاندان میں سخت دل مشہور تھے، کہنے سننے میں جوش میں آگئے اور کہنے لگے کہ ابھی جا کر محمد (ﷺ) کا

www.abulhasanalinadwi.org

کام تمام کر دیتا ہوں تا کہ قصہ ختم ہو، چنانچہ وہ لوگوں کے کہنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی نیت سے نکلے لیکن راستہ میں اپنی بہن کے گھر سے گزرے اور ان سے الجھے اور بہن کو مارا بھی پھر شرم آئی اور بات بنانے کے لئے کہنے لگے کہ اچھا وہ قرآن دکھاؤ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے، اس کو پڑھنے پر دل پر اثر پڑا اور ان کی ترغیب پر مسلمان ہونے کی نیت کر لی، اور اپنے برے ارادہ سے باز آ گئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے اس تیرہ سالہ ابتدائی دور میں صرف صبر کرنے کا حکم تھا، فرمایا "كُفُّوا أَيْدِيَكُم وَأَقِيمُوا الصَّلاة" اپنے ہاتھوں کو تھامے رکھو اور نماز قائم کرو یعنی رجوع الی اللہ اور دعا، عبادت سے قوت حاصل کرو، ایذا رسانیوں کو برداشت کرو، انتقام نہ لو، چنانچہ تمام مسلمانوں نے اس حکم کی بجا آوری پوری اطاعت و اخلاص سے کی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مسلمانوں نے ایمان اور اطاعت الٰہی کے راستے میں ہر طرح کی قربانی کے جذبہ کی تربیت حاصل کر لی، یہ ۱۳ سالہ دور مسلمانوں کے ایمان اور حق کے لئے ہر طرح کی قربانی برداشت کرنے کی تربیت کا دور تھا اور یہ دراصل ان کی اس غیر معمولی تربیت کا دور رہا جس کے بعد ان کو اپنے دین و ایمان کے لئے کسی طرح کی قربانی دینے میں تردد یا بے ہمتی دکھانے کی کمزوری باقی نہیں رہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ایسی جماعت بننا تھا جو اللہ کے لئے اپنی جان و مال قربان کرنے میں کوئی جھجک نہ رکھتی ہو، اور یہ بات اس امتحانی و تربیتی دور سے گذرنے پر مسلم معاشرہ کو بخوبی حاصل ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اس سلسلہ میں سب سے زیادہ معیاری تھی مکہ کی زندگی میں دشمنانِ اسلام کا اصل نشانہ وہی رہے، آپ ﷺ بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے آتے اور دشمنوں کی طرف سے سب و شتم سنتے اور نماز پڑھ کر خاموشی سے واپس چلے جاتے ذرا مشتعل نہ ہوتے، آپ ﷺ کے کاندھوں پر اوجھڑی بھی ڈالی گئی جس

www.abulhasanalinadwi.org

کے اثر سے سجدہ سے اٹھنا مشکل ہوگیا، صاحبزادی صاحبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انھوں نے آکر اس گندگی کو ہٹایا، راستے میں کانٹے بچھائے جاتے، آپ ﷺ یہ سب خندہ پیشانی سے برداشت کرتے، آپ ﷺ کی دو صاحبزادیوں کو جو ابولہب کے بیٹوں کی بیویاں تھیں ابولہب نے اپنے بیٹوں پر زور ڈال کر طلاق دلوادی، اور ایک موقع پر قریش کے سب سردار ابوطالب کے پاس پہنچے اور ان سے سخت انداز میں کہا کہ اپنے بھتیجے کو روکیں ورنہ وہ لوگ کارروائی کریں گے، ابوطالب پریشان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا کہ بھتیجے! قوم کے سردار میرے پاس آئے تھے اور تمہارے سلسلہ میں منع کرنے کے لئے کہہ رہے تھے، میں بوڑھا ہوگیا، مخالفت زیادہ نہیں جھیل سکتا، مجھ پر رحم کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا کہ رعایت اور خیال کرنے والے چچا بھی اب ہمدردی سے منھ موڑ رہے ہیں آپ ﷺ کو اپنے چچا سے ان کی ہمدردی اور شفقت طویل عرصہ سے مسلسل ملنے کی وجہ سے ان کی یہ معذرت بہت محسوس ہوئی، لیکن دین کا معاملہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کو تو نہیں چھوڑ سکتا خواہ یہ لوگ سورج و چاند توڑ لائیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دیں، یہ فرما کر آپ ﷺ لوٹنے لگے، چچا کی اس معذرت سے آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، چچا نے دیکھا ان کے دل پر اثر پڑا چنانچہ آواز دی بلایا اور کہا جاؤ تم کو نہیں چھوڑوں گا، خواہ یہ لوگ کچھ کہیں تم اپنا کام کرتے رہو، ایسی محبت و ہمدردی والا چچا لیکن جب ابوطالب کا انتقال ہونے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کلمۂ توحید کہنے کے خواہش مند ہوئے کہ آپ اتنا کہہ دیں باقی کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا، لیکن انھوں نے قوم کی تنقید کے ڈر سے کلمہ پڑھنے کا عمل نہیں کیا، اگرچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ خاموشی سے انھوں نے وہ کلمہ پڑھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں نے نہیں سنا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا لیکن دین کے بدلنے کے لئے ان کی مروت نہیں کی، اور نہ جبر سے کام

www.abulhasanalinadwi.org

لیا، کبھی اسلام کے حوالہ سے ابوطالب کے لئے توقع کا کوئی لفظ کہا اور اپنے والدین کے لئے دین کے معاملہ میں بھی کوئی ایسی بات نہیں فرمائی، آپ ﷺ کی وہ ایمانی شان بھی جو آپ ﷺ کے رسول آخرالزماں کے مقام کے لائق تھی کہ کوئی کتنا ہی محبوب اور عزیز ہو اسلام کے تقاضے کے خلاف کوئی رعایتی لفظ نہیں فرمایا، خواہ دنیاوی تعلق کیسا قریب اور خاندانی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں کفار کی طرف سے ایذا رسانی اور اس کے لئے برداشت کے سلسلے میں جو سخت آزمائشی مواقع پیش آئے ان سے ذہنی پریشانی بھی بہت ہوتی، اور ابوطالب کے نہ رہنے سے بعض سنگین خطرات کا اندیشہ بھی بڑھ گیا، اس صورت میں آپ ﷺ کو خیال آیا کہ مکہ کے ہمسر شہر طائف کی کسی بزرگ شخصیت کی انسانی ہمدردی اگر حاصل ہو جائے تو دعوت کے کام میں خطرات کی کمی ہو سکتی ہے، یہ صورت اس لئے بھی مناسب معلوم ہوئی کہ ایک ہی وقت میں آپ ﷺ کے چچا اور آپ ﷺ کی اہلیہ دونوں آپ ﷺ سے جدا ہو گئے تھے اور آپ ﷺ کو کسی مضبوط شخصیت کی ہمدردی وتعاون کے حصول کی ضرورت محسوس ہوئی تھی جس کی بنا پر، اور آپ ﷺ کی نظر طائف پر پڑی جہاں اس علاقے کی بااثر خاندانی شخصیتوں میں کئی ایک تھیں آپ ﷺ نے وہاں جا کر ان سے بات کرنے کا ارادہ کیا اور بروقت سفر کر کے وہاں تشریف لے گئے اور وہاں کے تین سربراہوں میں سے کسی ایک کی حق کی خاطر ہمدردی وحمایت چاہی، لیکن خدا کو یہاں بھی آپ ﷺ کے عزم واستقامت اور صبر وبرداشت کو ہی مقدم رکھنا تھا لہٰذا ان سے ہمدردی نہیں ملی اور انھوں نے مسافروں کے ساتھ کیا جانے والا عربی اخلاق بھی آپ ﷺ کے ساتھ نہیں برتا، اور قریش کے مخالفانہ رویہ کو بنیاد بناتے ہوئے آپ ﷺ سے ہمدردی کرنے کو مسترد کر دیا بلکہ عام انسانی اخلاق کے برعکس شہر کے اوباش لوگوں کو پتھر مارنے پر لگا دیا جس سے آپ ﷺ کے قدم مبارک لہولہان

www.abulhasanalinadwi.org

ہوگئے، پردیس میں اور ایسی بے بسی کی حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو خصوصی رحم آیا اور خصوصی مدد کی پیشکش ہوئی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام پیغام لائے کہ زلزلہ کے ذریعہ ان ظالموں کو سخت سزا دی جاسکتی ہے، لیکن آپ ﷺ نے عبدیت کے اعلیٰ معیار کو ترجیح دی سزا دینے کی فرمائش نہیں کی اور اپنی دعا میں صرف اپنی بے بسی کے اظہار کے ساتھ حق کے لئے صبر و برداشت اور اپنے رب کی خوشنودی ہی پر اکتفا کرنے کو اختیار کیا جس کا اظہار آپ ﷺ کی اس دعا کے الفاظ سے ہوتا ہے جو اس موقع پر آپ ﷺ نے ادا فرمایا۔

دوسرا موقع وہ آیا جب آپ ﷺ کے خاندان نے آپ ﷺ کی جان ہی لے لینے کا منصوبہ بنایا، اپنے بااثر مشفق چچا کے فوت ہوجانے کے بعد ہی سے آپ ﷺ کے قبیلہ کے جانی دشمن حضرات مزید بیباک اور ظالم ہوگئے تھے، اب انھوں نے اس منصوبہ کو ایک رات انجام دینے کا پروگرام بنالیا ان کے اس مصمم ارادہ قتل اور اس کی کھلی ہوئی کوشش کے علم میں آنے پر جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو ملی چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے رب کی اجازت سے رات کے اندھیرے میں وطن عزیز کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور مدینہ منورہ کا سفر فرمایا جہاں کے لوگ پہلے سے ہمدردی اور تعاون کا یقین دلا چکے تھے، اور آپ ﷺ کے وطن عزیز چھوڑ کر وہاں منتقل ہوجانے پر انھوں نے پورا تعاون بھی دیا، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد پہلے اس شہر کے لوگوں کی ہمدردی سے مستفید ہونے لگی تھی، اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں آجانے سے مسلمانوں کی اپنی ایک جمعیت اور سوسائٹی قائم ہوگئی، جو با اختیار زندگی کی سہولت رکھتی تھی، اور اپنا خود اختیاری نظام قائم کرسکتی تھی، لہٰذا یہاں سے مسلمانوں کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا، آپ ﷺ کا اور آپ کی زندگی کا یہ نیا مرحلہ بھی راحت وعیش کا نہ تھا، یہ نیا مرحلہ بھی آزمائشوں اور مشکل حالات سے گزرنے اور ایمان ویقین اور حکمت وصبر کی

www.abulhasanalinadwi.org

صفات کے ساتھ اس نظام زندگی کی دشواریوں سے گزرنے اور اس کے لائق حکمت عملی اختیار کرنے کا مرحلہ تھا، پہلا مرحلہ جو مکہ کا تیرہ سالہ مرحلہ تھا زندگی کی انفرادی مشکلات اور عزیز واقارب کی عداوتوں اور ایذا رسانیوں کو پوری سیر چشمی کے ساتھ برداشت کرنے میں گزرا، ایمان وعزیمت، دعوت وتبلیغ اور مکارم اخلاق کا تھا جس میں ظلم کا جواب دینے یا اس کا انتقام لینے کی اجازت نہ تھی، اب نئے مرحلہ میں دعوت کے مقصد کو سینے سے لگائے ہوئے اجتماعی زندگی کو مرتب کرنے اور اس کے معاملات کو دین حق کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے انجام دینا تھا، اور عزیز واقارب کے دائرہ سے آگے بڑھ کر مختلف النوع افراد اور جماعتوں اور مخالفوں سے معاملہ تھا، یہ نظام زندگی بھی اپنی الگ نوع کی مشکلات رکھتا تھا، اور اس میں اجتماعی زندگی کے بھی چیلنج سامنے آرہے تھے، جن کا مقابلہ بھی کرنا تھا اور جواب بھی دینا تھا، مکہ کی زندگی میں مسلمان مغلوب اور کمزور تھے، لیکن آپ ﷺ ایمان وعمل میں پختہ اور ناقابل شکست ہمت وعزیمت کے مالک تھے، مقابلہ میں کمزوری اور برداشت کے ساتھ عقیدہ وعمل میں ہمت وعزیمت کو بہت صبر وحکمت کے ساتھ جمع کئے ہوئے تھے، اب مدنی زندگی میں کمزوری کی جگہ اجتماعی طاقت حاصل ہوگئی تھی، اس کی بنا پر اپنے دشمنوں سے اجتماعی سطح پر معاملہ رکھنا تھا، اور ان کی دشمنی پر مناسب ردعمل ظاہر کرنا تھا، اس طرح سے ان نئے حالات میں نئے اسلوب وطریقہ سے ہمت وعزیمت کو اختیار کرنا تھا، سابقہ صورت حال بدل جانے کی دشواریوں میں تبدیلی نہیں آئی البتہ اب دشواریوں کا طرز دوسرا ہوگیا، اب اجتماعی نظام زندگی میں ابھرنے والی مشکلات سامنے آئیں جن کے لئے ہمت وعزیمت اور صبر وحکمت کی اسی طرح ضرورت باقی رہی جو پہلے تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس کے مطابق چلایا اور نظام زندگی کو نئے تقاضوں کے مطابق بنایا اور مشکلات کے مقابلہ میں صبر وعزیمت کا پورا ثبوت دیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں پر اب ان کے دشمن مسلح اجتماعی طاقت سے حملہ آور ہوتے اور آپ مسلمانوں کے ساتھ ان کا اسی کے مطابق مقابلہ کرتے، پھر خود شہر کے اندر اجتماعی زندگی میں انفرادی مخالفانہ جذبات وعزائم جو دشمن فرقے یہودیوں کی طرف سے اور منافقین کی طرف سے پیش آئے ان کو جھیلتے اور ان کے سلسلہ میں مناسب رویہ اختیار کرنے کا عمل نہایت تحمل کے ساتھ کبھی برداشت کے ساتھ کبھی جزم وحزم کے ساتھ اختیار کرتے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ اور جامع انسانی صفات عطا فرمائی تھیں، ایسی صفات کہ جن سے اپنے معاشرہ میں زبردست وقار قائم ہوا، اور پُر ہمت اور پُر عزیمت تقاضوں میں جن سے معاشرہ کے معاملات پڑ سکتے تھے، اس میں ہمت وعزیمت کے لحاظ سے کوئی کوتاہی بھی نہیں کی، اور اعلیٰ مقصد کے لئے اپنے عزیز اور قدردانوں سے کسی بھی اختلاف ہونے پر کریمانہ برتاؤ ہی اختیار کیا۔

زندگی کے مختلف مراحل میں جیسا جیسا تقاضا پیدا ہوا، اس کو اعلیٰ اُصول اور مقصد بلند کے بموجب ذمہ داری بخوبی انجام دی، زندگی کے شعور کا زمانہ جو عموماً انسان کے چھ سالہ عمر سے شروع ہوتا ہے، آپ ﷺ کے لئے حالات بالکل ناسازگار تھے، ماں باپ دونوں سے محرومی ہو چکی تھی، لیکن آپ ﷺ نے اپنی شخصیت کی تعمیر میں اس کو اثر انداز نہیں ہونے دیا، اور قریب تر اعزہ سے جو محبت مل سکتی تھی اسی سے کام چلایا، آغاز جوانی تک اپنے شریفانہ اخلاق کو اپنے پورے معاشرہ میں تسلیم کرالیا، اور عملی زندگی میں معاش کی ضرورت کو شریفانہ انداز میں پورا کیا اور عائلی زندگی بھی اچھے معیار سے شروع کی، اور نبوت کی ذمہ داری ملنے پر اس کے اعلیٰ تقاضوں کو بخوبی پورا کیا، اور اس سلسلہ میں جو مصائب پیش آئے خندہ پیشانی سے گوارا کیا، بالآخر مخالفوں نے آپ ﷺ کی

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی ہی کو جب ختم کرنے کا تہیہ کرلیا تو نقل مکانی کی اور نیا دور شروع کیا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے خصوصی نظام کے تحت انجام پایا جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ إِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُوْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْماً فَآوٰى ○ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ○ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى ○ فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○ (سورۃ الضحیٰ)

جس کا مجموعی مفہوم حسب ذیل ہے:

اس سورہ میں دن کے آغاز اور رات کے سکون کے حوالے سے کہ جو انسان کے دن کے حرکت وعمل اور پھر رات کے آرام اور سکون کے مفہوم پر دلالت کرتے ہیں، فرمایا گیا کہ آپ کو آپ کے رب نے چھوڑ نہیں دیا ہے، نظر انداز نہیں کردیا ہے اور نہ اپنی پسند سے ہٹایا ہے، البتہ آخرت کا معاملہ آپ کے لئے اس زندگی کے معاملہ سے زیادہ بہتری کا ہے، اور آپ کو عنقریب آپ کا رب اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہوجائیں گے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم نے آپ کو یتیم پایا تو آپ کے لئے ٹھکانہ کا انتظام کیا، اور آپ کو گم گشتہ راہ پایا تو آپ کو صحیح راہ پر ڈالا، اور آپ کو معاشی لحاظ سے دوسروں کا دست نگر پایا تو آپ کو مستغنی اور خود کفیل کردیا، اب اس کا آپ خیال رکھیں کہ

www.abulhasanalinadwi.org

یتیم پر سختی نہ کریں، اور مانگنے والے کو جھڑکیں نہیں اور آپ پر آپ
کے رب کے جو احسان ہیں (یعنی نبوت کا احسان اور دوسرے
احسان) اس کا آپ تذکرہ کریں اور لوگوں کو بتائیں (یعنی ان کو راہ
حق کی طرف متوجہ کریں۔

مکہ مکرمہ میں جب دشمنی برداشت کرنے میں حد سے بات آگے بڑھ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے حکم سے مدینہ منورہ منتقل ہوئے لیکن مکہ کے دشمنوں نے آپ ﷺ کے مدینہ چلے جانے پر بھی آپ ﷺ سے دشمنی ترک نہیں کی اور باقاعدہ جنگ کے حالات پیدا کرنے لگے، چنانچہ یکے بعد دیگرے مسلمانوں پر جنگ مسلط کی پہلی جنگ کفار قریش نے تین سو کیلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے مدینہ منورہ سے صرف ڈیڑھ سو کیلو میٹر کے قریب پہنچ کر اور دوسری جنگ ساڑھے چار سو کیلو میٹر طے کر کے مدینہ طیبہ پہنچ کر کی، اسی طرح جنگیں ہوتی رہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکمت وتدبر سے اور اعلیٰ انسانی کردار کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے، مدینہ منورہ میں یہود کی ایک تعداد بھی تھی جن سے آپ ﷺ نے معاہدہ کیا تھا، لیکن اندر سے یہود نے کفار مکہ سے سازش کی جس کے ثابت ہونے پر معاہدہ کی خلاف ورزی کی بنا پر ان کے خلاف بھی کارروائی کرنی پڑی، یہ سب ایسی حکمت وتدبر سے آپ ﷺ نے کیا کہ اس میں عقل وحکمت، انسانیت وشرافت دوست ودشمن کا لحاظ اور ممکنہ انسانی رعایت سب کی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے چاروں دور، بچپن سے لے کر جوانی تک جوانی سے نبوت کے ملنے تک اور نبوت کا مکی دور اور پھر مدنی دور، یہ سب اعلیٰ کردار، نیک نفسی، سمجھداری، زندگی کے تقاضوں کو مناسب انسانی اُصولوں کے مطابق پورا کرنے، پھر معاشرہ کے تعلقات اور روابط اور پھر منفی ومثبت دونوں حالات کا مناسب ڈھنگ سے حق ادا کرنے اور دوست ودشمن کے ساتھ الگ الگ

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن شریفانہ انسانی کردار کے دائرہ میں رہتے ہوئے معاملہ کرنے کے، ایسے غیر معمولی اور مثالی نمونے پیش کئے گئے کہ غور کرنے پر عقل دنگ رہ جاتی ہے، ان مثالوں کو اگر وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے تو چند سطریں نہیں کتاب کی جلدیں چاہئیں، ہم کو سیرت کا مطالعہ اس کے مختلف حالات کے مذکورہ پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے کرنا چاہئے تو ہمارے سامنے ایک عظیم دنیائے انسانیت کھل کر سامنے آتی ہے، اور مسلمان کے لئے زندگی کے ہر مرحلہ میں اور ہر طرح کے حالات میں یہ باتیں اعلیٰ نمونہ بنتی ہیں اور ان کو نمونہ بنانے کا قرآن مجید میں بھی حکم آیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً ٥

(سورہ احزاب:۲۱)

''تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔''

مدینہ منورہ میں اپنے ماننے والوں کی اکثریت اور سازگار ماحول قائم ہو جانے سے دین پر اسلام کے تقاضوں کے مطابق اجتماعی و معاشرتی زندگی قائم کرنے کی سہولت حاصل ہوئی اور دین حق کی دعوت زیادہ وسیع طریقہ سے پہنچانے کا موقع ملا، اس طریقہ سے مکمل دین حق کو انفرادی و اجتماعی زندگی میں قائم کیا گیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی رہنمائی میں اور اپنے نبوی طریقۂ کار سے اعلیٰ انسانی اور ربانی خصوصیات کا معاشرہ تیار کیا جس کے اقدار اور طریقہ ہائے عمل صرف معین ہی نہیں کئے بلکہ ان کی تربیت دی جس میں اعلیٰ اخلاق، معیاری انسانی کردار، ایک دوسرے کی ہمدردی اور خیر خواہی اور حق کے راستہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں تک کو دین و آخرت کی

www.abulhasanalinadwi.org

کامیابی کا پیغام پہنچایا، اور محدود دائرہ سے نکل کر وسیع تر پورے ملکی دائرے بلکہ مزید عالمی دائرہ تک انسانی صلاح وفلاح کا پیغام پہنچانے کا کام شروع ہوگیا۔ اس کے لئے یہ سمجھنے کی بھی ضرورت ہے کہ غزوۂ بدر جو کہ جنگ اور جہاد کا پہلا واقعہ ہے۔ ۱۳ر سال کی مکی زندگی میں مسلسل اور سخت سے سخت تکلیفیں جھیلنے اور ظلم وتشدد برداشت کرنے اور یک طرفہ صبر وبرداشت کا ثبوت دیتے ہوئے بالآخر وطن ومال ومتاع کو خیر باد کہہ کر منتقل ہوجانے پر مجبور ہونے کے بعد پیش آیا، مکہ کی ۱۳ر سالہ مدت میں مسلمانوں کو مشرکین مکہ کی طرف سے کئے جانے والے ہر ظلم کو برداشت کرتے رہنے کی تلقین کی گئی تھی، جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے وہ یہ کہ "اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرتے رہو" چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا ایک ذرّہ بھی انتقام یا مقابلہ کا طریقہ اختیار نہیں کیا اور صرف اپنی اصلاح اور دوسروں کو نصیحت پر اکتفا کرتے رہے، لیکن جب وطن چھوڑ کر پردیس میں مقیم ہوجانے پر بھی ظلم وزیادتی وہاں تک پہنچانے کی کوشش ہونے لگی تو مسلمانوں کو اجازت ملی کہ وہ اپنے کو منظم کرکے مقابلہ کرسکتے ہیں، چنانچہ دشمنی کا جواب دینے کا یہ پہلا موقع تھا، جو بدر میں پیش آیا، وہ محض اللہ کے بھروسہ پر میدان جنگ میں آئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی مدد آئی، فرشتوں نے باقاعدہ جنگ میں شرکت کی اور مشرکین کی فوج کو کھلی شکست ہوئی اور مسلمانوں کو ۱۳ر سال کی مشقتوں کا پہلی بار صلہ ملا، یہ صلہ تین خصوصیات کا حامل تھا۔

پہلی خصوصیت تو یہ کہ ۱۳ر سال تک تکلیف دہ حالات میں بھی اعلیٰ کردار اور انسانیت نوازی پر قائم رہے، اور محض حکم الٰہی کی تعمیل میں سخت سے سخت زیادتی کا بھی جواب دینے سے گریز کرتے رہے اور انتقامی کاروائی کے لئے حکم الٰہی کے منتظر رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر پوری عمل داری میں صبر وبرداشت کا ثبوت دینے کے امتحان میں وہ سو فیصد کامیاب رہے، ان میں وہ اعتماد پیدا ہوا جس نے ان کی آئندہ کی

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی کو جد وجہد کی راہ میں ان کے قدموں کو مضبوط بنایا اور ہمت بڑھائی، اور وہ اپنے پروردگار کے فرمانبردار بندے ہونے کے ساتھ ایک ناقابل شکست طاقت بن گئے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس صبر وثبات اور حق کے لئے جانی ومالی تکلیف اٹھانے کو قبول فرمایا اور ان کو جنت کا مستحق قرار دیا، جو نہایت غیر معمولی بشارت اور خوش خبری کی بات ہے۔

تیسرے یہ کہ دشمن کی دشمنی کا جواب دینے کی اجازت ملنے پر ان کو مقابلہ کا موقع ملا اور اس دشمن کو جو کبر ونخوت اور ظلم وتشدد میں شیر بنا ہوا تھا، مسلمانوں کے مظلوم ہاتھوں سے شکست ہوئی اور دشمن کے سامنے اپنے کو سربلند کرنے اور اعتماد کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قوت حاصل ہوئی، مسلمانوں کو اپنے دین کی عظیم قدروں کی پابندی کرنے پر ان کو بدر کی فتح کی صورت میں مذکورہ بالا فائدے حاصل ہوئے اور وہ طاقتور اور پروقار امت ہوئے، پھر وہ دشمنوں کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کرتے ہوئے، ۸ھ میں مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہونے کے لائق ہوئے اور یہ فتح انہوں نے بغیر جنگ اور بغیر فوج کشی کے حاصل کی، اور انھوں نے دیکھا کہ اعلیٰ قدروں پر قائم رہتے ہوئے اعلیٰ کردار پر عمل کرنے سے وہ کامیابی ملتی ہے جو محض طاقت کے انحصار سے نہیں ہوتی۔

سیرت کا پورا جائزہ لینے سے یہ بات صاف اور نمایاں نظر آتی ہے کہ انسانی معاشرہ کے بھٹکتے ہوئے معاشرے کو راہ حق پر لگانا اور انسان کو حیوانی بھٹکتی ہوئی راہوں سے ہٹا کر اپنے خالق ومالک کے احکام کی تابعداری اور شریفانہ انسانی کردار آپسی انسانی ہمدردی اور انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کے لائق صفات واخلاق اختیار کرنے کی دعوت اور اس کے لئے انتھک کوشش مقصد بنی ہوئی تھی اور سیرت کا مطالعہ کرنے والے کو سارے واقعات اسی کے گرد گردش کرتے نظر آتے ہیں، اور یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقابلہ وجنگ بہت محدود اور اعلیٰ انسانی اخلاق کے دائرہ کے اندر

www.abulhasanalinadwi.org

رہتے ہوئے کی گئی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے واقعات اور حالات آپ ﷺ کے رب کی طرف سے ایسے تشکیل دیئے گئے کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے زندگی کے ہر موڑ اور ہر صورت حال میں اُن سے نمونہ مل سکے، اس کے لئے ایسے نمونے رہتی دنیا تک مہیا کئے جانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقتوں سے بھی گزارا گیا، شخصی نقصانات سے بھی گزارا گیا، تکلیف ومشقت اور راحت ومسرت دونوں طرح کے حالات سے گزارا گیا، اس طرح آپ ﷺ کی حیات طیبہ ساری انسانی برادری کے لئے اعلیٰ مثال بھی ہے اور تعلیم وتربیت اور حق کی رہنمائی کا بہترین اور اعلیٰ ذریعہ بھی ہے۔

صلی اللّٰہ علیہ و سلّم تسلیماً کثیراً

آپ ﷺ پر ہزاروں درود وسلام ہو، کہ امت کے فائدہ کے لئے اور رہنمائی کے لئے آپ ﷺ کو سب تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور اعلیٰ صبر ورضا اور وسیع القلبی کا ثبوت بھی دینا پڑا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضور اکرم ﷺ سے محبت
تکمیل ایمان کے لئے لازمی

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ "لَا یُؤمِنُ أحَدُکُم حَتّٰی أکونَ أحبَّ إلیہ من والِدہ وولدِہ والناسِ أجمعینَ" کہ کسی مسلمان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک میری محبت اس کے دل میں اس کی محبت سے بھی زیادہ نہ ہو جو اس کو اپنے باپ سے، اپنی اولاد سے اور تمام لوگوں سے ہے، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر صاحب ایمان کے لئے لازمی اور ضروری بن گئی ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد سب سے بڑا احسان تمام مسلمانوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، انھوں نے زندگی کو اپنے حقیقی مالک اور پروردگار کی مرضی کے مطابق گذارنے کا طریقہ بتایا، پھر اس کی تربیت دی، آخرت میں کامیابی کا طریقہ بتایا جس سے ہر انسان کو مرنے کے بعد سابقہ پڑنا ہے اور یہ سابقہ چند گھنٹوں یا چند دنوں یا چند مہینوں کا نہ ہوگا بلکہ ابدالآباد کی اور نہ ختم ہونے والی زندگی کا ہوگا، ہماری یہ دنیا کی زندگی تو بہت مختصر زندگی ہے، اس میں بچپنے کا زمانہ نکال دیا جائے تو عام طور پر پچاس سال کے نیچے ہی ختم ہوجاتی ہے، لیکن مرنے کے بعد کی زندگی نہ ختم ہونے والی کروڑوں اور اربوں سال سے بھی زیادہ کی زندگی ہوگی، اس زندگی میں کامیابی، راحت اور نعمت حاصل کرنے کا گُر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی

www.abulhasanalinadwi.org

معلوم ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گر ایسا بتایا کہ دنیا کی یہ محدود مدت کی زندگی بھی تکلیف میں نہ گزرے اور آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی کی راحت ونعمت بھی حاصل رہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مفید رہبری صرف زبانی طور پر کر کے ختم نہیں کر دی بلکہ اس کے سکھانے اور بتانے کے لئے آپ ﷺ نے تیس سال عام انسانوں کے ساتھ زندگی گزاری اور ان کو پیش آنے والے سب دکھ سکھ میں شریک رہے اور ان کے سامنے اپنے مالک اور پروردگار کی پسند کا طریقہ بتاتے اور دکھاتے رہے کہ خوشی میں آدمی کو کیسا ہونا چاہئے اور غم کی حالت میں کیسا ہونا چاہئے، دولتمندی میں کیسا ہونا چاہئے اور فقر وفاقہ کی حالت میں کیسا ہونا چاہئے، ان تمام باتوں اور طریقوں کو بتانے بلکہ کر کے دکھانے میں آپ ﷺ نے کم از کم تیئس سال فکرمندی اور برداشت میں گذارے، ایسا کیوں کیا؟ ایسا اس لئے کیا کہ آپ ﷺ کو اپنی امت کی فکر تھی کہ اس کی آخرت بھی اچھی ہو اور دنیا بھی اچھی گذرے، ورنہ آپ ﷺ خدا کے ایسے محبوب بندے تھے کہ خدا ان کی زندگی کو محض راحت ونعمت کی زندگی بنا دیتا جس کی بنا پر وہ بہت آرام اور آسودگی کے ساتھ رہتے اور اپنی امت کو صرف وعظ ونصیحت سے نوازتے رہتے لیکن خدا نے یہ چاہا کہ انسانوں کے سامنے اس کی اطاعت وعبادت اور نیک انسانوں کے سامنے اس کی اطاعت وعبادت اور نیک عمل اختیار کرنے کا پورا پورا نمونہ آئے، خواہ اس کے لئے اس کے محبوب بندے کو تکلیف اٹھانا پڑے اور اللہ نے پھر اس نیک بندے کا دل بھی ایسا بنا دیا کہ وہ اپنی امت کو ہمیشہ ہمیش کی خوش حالی اور کامیابی دلانے کے لئے اپنے سب آرام وراحت کو چھوڑے ہوئے تھے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب بندے کی اسی صفت کا حال اس طرح بتایا ہے کہ:

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" (سورہ توبہ۔ ۱۲۸)

www.abulhasanalinadwi.org

''بیشک ایک رسول تم میں سے تمہارے پاس آیا جس کو گوارہ نہیں
کہ تم پریشانی اور تکلیف میں پڑو اور وہ تمہارا بڑا دھیان اور فکر رکھنے
والا ہے اور مسلمانوں کے لئے تو بہت شفقت اور محبت والا ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ محبت وشفقت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے افراد سے ہے، اتنی زیادہ تھی کہ اس کے مقابلہ میں ماں باپ کی محبت جوان کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے، کم رہ جاتی ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے مسلمانوں کی محبت اس سے زیادہ ہونا چاہئے جتنی ان کو اپنے باپ اور بیٹے اور سارے کنبہ سے ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو درست اور کامیاب بنانے کے لئے ہر طرح کی فکرمندی اور توجہ سے کام لیا، ایک موقع پر آپ ﷺ نے اس کو اس طرح بتایا کہ ''میرا تمہارا معاملہ ایسا ہے کہ ایک آگ لگی ہو اور تم نادانی میں اس میں کودے جارہے ہو اور میں تم کو پکڑ پکڑ کر اس سے دور کر رہا ہوں''، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اپنی راحت کی قربانی اس لئے تھی کہ اپنی امت کو بھی کسی طرح سے اس آگ سے بچالیں جو خدا کے حکموں کی خلاف ورزی کی صورت میں آخرت میں ملے گی اور پھر آپ ﷺ نے صرف اپنی جگہ بیٹھ کر آرام کے ساتھ نہیں کیا بلکہ زبانی بتایا پھر خود کر کے دکھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ سب باتیں سامنے آتی ہیں۔

آپ ﷺ کے ایک نواسے کا انتقال ہونے لگا تو آپ ﷺ کی صاحبزادی نے آپ ﷺ کو بلوایا کہ بچہ کا آخری وقت ہے، ذرا آجایئے آپ ﷺ تشریف لے گئے، بچہ گود میں لیا، اس کی جانکنی کی حالت تھی، شفقت بھرے نانا کی آنکھوں میں آنسو آگئے، ایک صحابی موجود تھے، کہنے لگے آپ ﷺ بھی ایسے متاثر ہوتے ہیں، فرمایا کہ میں انسان

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں، میرے دل میں بھی محبت ہے اور اتنا بھی نہ ہو تو وہ انسان کیا، اس طرح آپ ﷺ کے خورد سال اور اکلوتے صاحبزادے کی وفات ہوئی، آپ ﷺ تشریف لے گئے اور دیکھ کر فرمایا میری آنکھیں نم ہو رہی ہیں، دل غمزدہ ہے لیکن اپنی زبان سے صرف وہی کہوں گا جس سے میرا رب راضی ہو، اے ابراہیم تمہاری جدائی پر ہم غمزدہ ہیں، اس موقع پر سورج گرہن ہوا لوگ کہنے لگے کہ عظیم القدر نبی کے بیٹے کے انتقال کا یہ اثر معلوم ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ دیکھو یہ سورج، یہ چاند اللہ کے حکم کے تابع ہیں یہ اپنے نظام کے مطابق چلتے ہیں کسی کے مرنے جینے سے ان پر اثر نہیں پڑتا۔ غور کیجئے، کس قدر پر عظمت بات ہے کہ ایسے موقع پر آدمی خوش ہوتا ہے کہ ہماری اور ہمارے بیٹے کی اہمیت سمجھی جا رہی ہے ہمارے کچھ کہے بغیر خود بخود لوگ اہمیت دے رہے ہیں، اچھا ہے کہنے دیا جائے نہیں آپ ﷺ نے اس کو برداشت نہیں کیا کہ کسی کے عقیدہ میں بال برابر فرق آئے اور وہ خدا کے سوا کسی اور کو آسمان و زمین، سورج چاند پر اثر ڈالنے والا سمجھے۔

یہ غم کے موقع کی مثال تھی، مسرت کے موقع کی بھی مثال دیکھئے کہ آپ ﷺ کے محبوب چچازاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ کی ہجرت سے منتقل ہو کر مدینہ پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مل کر بہت خوش ہوئے، اسی دوران میں مسلمانوں کی فتح کی خوش خبری پہنچی تو ایک طرف مسلمانوں کی خوشی تھی دوسری طرف اپنے محبوب اور اللہ کے لئے قربانی دینے والے مومن بھائی کی آمد کی مسرت تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بتا نہیں سکتا کہ دونوں مسرتوں میں کون مسرت زیادہ ہے، ذرا دیکھئے اس توازن کو اور اعلیٰ کردار کو کہ بحیثیت قائد و امیر، مسرت کا جو موقع تھا اس کا حق ادا کیا اور اسی کے ساتھ عزیز دارانہ و برادرانہ محبت کا جو تقاضا تھا اس کا حق بھی ادا کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے

www.abulhasanalinadwi.org

پدرانہ محبت بے حد تھی جس کا اظہار ہوتا رہتا تھا، لیکن مدینہ میں کسی ایک آدمی پر چوری کا جرم ثابت ہوا، وہ بڑا خاندانی اثر ورسوخ رکھتے تھے کسی نے سفارش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ سزا تو ملے گی، یہ بات تو ایسی ہے کہ میری عزیز بیٹی فاطمہ سے یہ حرکت سرزد ہوجاتی تو میں اس کا بھی ہاتھ قطع کرواتا، ذرا دیکھئے اس عظمت کو، بات سمجھانے کے لئے ایسی مثال دے دی جس کو زبان سے کہنے میں بھی آدمی پر اثر پڑتا ہے، لیکن حق کی بات ہو تو آپ ﷺ کوئی رعایت نہیں کرتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ کے اوصاف میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ اس قدر نرم دل اور محبت وشفقت والے تھے کہ کسی کو بھی آپ ﷺ کی ذات سے ادنی اذیت نہیں ہوتی تھی، آپ ﷺ نے کبھی کسی چھوٹے کو اور کسی خدمت کرنے والے کو نہیں مارا آپ ﷺ سے مدد مانگنے والا بعض وقت اس قدر پیچھے پڑتا کہ تنگ کردیتا، بعض وقت یہ تک ہوا کہ آپ ﷺ کے جسم پر آپ کی چادر اس طرح سختی کے ساتھ کھینچی کہ آپ ﷺ کی گردن کی کھال میں رگڑ آگئی لیکن آپ ﷺ نے پھر بھی سخت جواب نہیں دیا، صرف یہی فرمایا کہ اس وقت دینے کو کچھ موجود نہیں، اس لئے معذوری ہے، بعض وقت اصرار کرتے ہوئے آپ کو ڈھکیل دیا گیا کہ آپ ﷺ کانٹوں میں جا پڑے، لیکن آپ ﷺ نے سخت رویہ یا جواب نہیں اختیار کیا لیکن جب حق کا معاملہ آجاتا تو ایسے جوش وغضب میں آجاتے کہ اس کا مقابلہ آسان نہ تھا۔

جب راحت کا موقع ہوتا تو اپنے اصحاب کو آگے رکھتے خطرہ کا موقع ہوتا تو خود آگے بڑھ جاتے، ایک موقع پر رات کی تاریکی میں ایسی آواز آئی کہ جس سے فکر وتشویش پیدا ہوئی، آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ کوئی جاکر دیکھتا کہ کیا ہے؟ لیکن رات کی تاریکی اور اس وقت کی صورت حال دیکھ کر لوگ جھجکے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں جاتا ہوں اور خود تشریف لے جاکر تحقیق وجستجو کرکے واپس تشریف لائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے صلاح وفلاح والی زندگی کو بنانے اور سکھانے کے لئے اپنی زندگی کو کس طرح تنگی اور ترشی سے گزارا اور اس میں کن مشکلات کو گوارہ کیا، آپ کا یہ حال بن گیا تھا کہ خوشی کے موقع پر اپنے اصحاب کو خوش رکھنے کے لئے خوشی کا اظہار فرماتے، ان کی خوشی میں شرکت فرماتے، لیکن آپ ﷺ کا دل امت کے لئے فکرمندی اور آخرت کی کامیابی کے دھیان کی وجہ سے ملول اور ہر وقت فکرمند رہتا تھا اور آپ ﷺ کی دریادلی اور سخاوت کی وجہ سے آپ ﷺ کے گھر میں دو دو مہینے چولہا نہیں جلتا تھا، آپ ﷺ کے پاس اتنا کم بچتا تھا کہ دو وقت کا کھانا پورا کرنا مشکل ہوتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اپنی امت کے مفاد میں اپنے کو بے چین اور متفکر رکھا اور وہ اس طرح خدا تعالیٰ کے بعد اپنی امت کے سب سے بڑے محسن بن گئے، اس لئے آپ ﷺ سے محبت کرنا ہر کسی دوسرے سے محبت کرنے سے زیادہ ہونا بالکل مناسب اور شریفانہ کردار کی بات ہے اور شریعت اسلامی کی رو سے لازمی اور ضروری بھی ہے، اس کے بغیر کسی مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنے لئے مثالی نمونہ بنا کر اس سے اپنی زندگی کو درست کرنے کی کوشش بھی کرنا ضروری ہے، اس میں کوتاہی اسلامی احکامات کی خلاف ورزی شمار ہوتی ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا" تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے اور یہ اس کے لئے ہے جو اللہ سے خیر کی امید کرتا ہو اور آخرت میں کامیابی کی خواہش رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرتا ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

محبت رسول ﷺ کا تقاضا

اسلام کا کلمہ "لا الہ الا اللّٰہ" کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بغیر "محمد رسول اللّٰہ" کے مکمل نہیں ہوتا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کے ساتھ اس کے آخری رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب ہے، اللہ رب العزت کی طرف سے وہ جو احکام اور شریعت لائے اس کو ماننا اور اس کے حکموں پر چلنا، اسلام میں حق کا راستہ یہی متعین کیا گیا ہے کہ خدا کو رب واحد مانا جائے اور اس کی طرف سے جو حکم اس کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے اس کو مانا جائے۔

ہر مسلمان کو بتایا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو انہی احکام کا پابند بنائے اور سچا اور صحیح مسلمان بنے، آج مسلمانوں میں جو انحطاط اور کمزوری آگئی ہے وہ دراصل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے احکام سے ہٹ جانے اور غفلت برتنے سے پیدا ہوئی ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (سورہ احزاب:۲۱)

"کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے اور یہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور آخرت کے دن
کی جواب دہی کی امید رکھتا ہو اور اس نے اللہ کو یاد کیا ہو۔"

اسی طرح ہر مسلمان کی زندگی کے لئے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور طریقۂ حیات کو نمونہ قرار دیا گیا ہے، جن کی پیروی ہر مسلمان پر واجب ہے ان کی پیروی دراصل اس وقت ہو سکتی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو ہمارا دل پوری طرح جانتا اور مانتا ہو، ہم کو ان سے سچی محبت ہو، ان کی خوشی ہمارے لیے نعمت کا درجہ رکھتی ہو، اور ان کا رنج ہمارے لیے سوہان روح ہو، ہم ہر وقت یہ فکر رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پسند تھا اور کیا ناپسند، آپ ﷺ کس بات سے خوش ہوتے تھے، کس بات سے ناخوش اور یہ کہ آپ کی خوشی کا کام کیسے کر سکتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی ناخوشی کے کام سے کیسے بچ سکتے ہیں، صحابۂ کرام کو جو آپ ﷺ سے محبت تھی اور جو تعلق تھا اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ سے یہ محبت کرا کے قیامت تک ساری امت مسلمہ کو یہ بتا دیا کہ اللہ کے اس آخری اور عظیم رسول ﷺ سے محبت کیسے کی جاتی ہے اس کی خوشی کا کام کیسے کیا جاتا ہے۔

غزوۂ تبوک میں حضرت کعبؓ بن مالک نہیں جا سکے تھے، ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانا تھا، لیکن گھر اور باغ کی فکر میں دیر لگتی چلی گئی، حتیٰ کہ جانے کا وقت نکل گیا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے واپس تشریف لائے اور حضرت کعبؓ ان سے ملنے گئے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کعب تم غزوہ میں نہیں گئے تو حضرت کعبؓ خود بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے مجھ کو بڑے اچھے ڈھنگ سے بات کرنے اور اپنی بات کو اپنے مطلب کے مطابق ڈھالنے کی اچھی صلاحیت دی تھی، لیکن میں نے عرض کیا کہ حضور میں کسی اور کے سامنے ہوتا تو اپنے مطلب کے مطابق ڈھنگ سے بات کر سکتا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کے سامنے صرف صحیح صحیح بات عرض کرتا ہوں کہ میں

www.abulhasanalinadwi.org

صرف اپنی کوتاہی کی وجہ سے نہیں گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے سچی بات کہی، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کرو اور آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو حضرت کعبؓ سے بات کرنے اور ان سے تعلق رکھنے سے منع کر دیا، حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ اتنا ہونا تھا کہ پورا شہر میرے لیے سناٹے کا ہو گیا، وہاں میرے لیے گویا کوئی آبادی نہیں رہی، میرے قریب ترین عزیز اور دوست تک مجھ سے بات کرنے کے اور میری بات کا جواب دینے کے روادار نہ رہے، بیوی تک کا یہ حال ہوا کہ وہ بھی مجھ سے بولنے اور تعلق رکھنے سے گریزاں ہو گئی، اس طرح مجھ پر چالیس دن گزرے کہ مجھ سے نہ کوئی بات کرتا اور نہ کوئی ملتا، میں مسجد میں نماز پڑھنے جاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوتے میں سلام کرتا، اور غور کرتا کہ لب مبارک میں جنبش ہوئی، میرا اسلام قبول ہوا یا نہیں، میں اسی ادھیڑ بن میں وقت گزارتا رہا، لیکن اطاعت و سپردگی میں فرق نہیں آیا، شام کے بادشاہ نے مجھ کو کہلوایا کہ میرے پاس آجاؤ، میں نے اس کے خط کو پھاڑ کر پھینک دیا کہ میں کسی بھی حال میں رہوں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا، مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میرا کیا انجام ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں اور ان کی وجہ سے سب فدایان رسول بھی ناراض ہیں۔ لیکن مجھے ان کو چھوڑنا نہیں ہے، میرے پروردگار نے مجھ کو جادۂ استقامت پر قائم رکھا، بالآخر میں امتحان میں کامیاب ہوا، اور آسمان سے معافی آئی، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ بڑھ کر مسکراتے ہوئے ملے اور فرمایا کعب تم کو مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہو گئی، یہ تھی صحابہ کرام کی محبت اور اطاعت رسول کہ ایک جنبش لب سے زندگیاں بدل جاتی تھیں اور کیسا ہی سخت امتحان ہو اطاعت و محبت میں فرق نہ آتا تھا۔

حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول تھے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے، اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی کی راحت کے لئے بھی ہر

www.abulhasanalinadwi.org

طرح کے سامان کر دیتا، مکہ کے پہاڑوں کو آپ ﷺ کے لیے سونے کے پہاڑ بنا دیتا، عرب کے صحراؤں کو سبزہ وگل سے بھر دیتا، اور آپ ﷺ کے لئے دنیاوی دولت کے خزانے پیدا کر دیتا لیکن ایسا نہیں کیا کیونکہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو قیامت تک تمام امت مسلمہ کے لئے نمونہ بنانا تھا، نمونہ، جو نظر آئے کہ کس حالت میں آدمی کیا کرے، کس صورت حال میں معاملات کو کس طرح انجام دے، اس کے لیے مادی وسائل کی کمی کی حالت کا نمونہ بھی سامنے آتا تھا، تکلیف و پریشانی کا نمونہ بھی سامنے آتا تھا، شادی و غمی کے موقع کے لئے نمونہ سامنے آتا تھا، دوستوں کی دوستی اور دشمنوں کی دشمنی کے مواقع کے نمونے سامنے آتے تھے، چنانچہ ہر نوع کے موقع اور ہر طرح کے معاملات کے نمونے آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں پیدا کئے گئے اور امت اسلامیہ کو حکم ہوا کہ اپنے رسول کو دیکھو، وہ جو کہیں اس کو مانو، جو کریں اس کی نقل کرنے کی کوشش کرو، آپ ﷺ سے عقیدت و محبت کا یہ معیار بتایا گیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا یومن احد کم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین"

"کہ تمہارا ایمان اس وقت تک درست نہیں جب تک تم مجھ کو اس سے زیادہ محبوب نہ بناؤ جتنا تم کو اپنے باپ اپنی اولاد اور دنیا کے سب سے محبوب لوگ ہو سکتے ہوں"

مسلمانوں نے یہ محبت کر کے دکھا بھی دی، حتیٰ کہ کفار تک نے یہ شہادت دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ان سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ جس کی کوئی مثال نہیں، اور ایک صحابی سے جن کو دشمن سولی پر چڑھانے جا رہے تھے دشمن نے پوچھا کہ "تمہارے بجائے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ پر کر دیا جائے اور تم بچ جاؤ تو تمہیں منظور ہوگا، انہوں نے جواب دیا کہ میں تو اس کو بھی قبول نہیں کر سکتا کہ میری زندگی بچ

www.abulhasanalinadwi.org

جائے اور اس کے بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھے، چنانچہ وہ شہید کر دیئے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے کو خدا کی طرف سے جو صلہ ملے گا وہ بھی بہت عظیم صلہ ہے، فرمایا گیا کہ آدمی آخرت میں اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے، یہ حدیث ایک صحابی نے دوسرے صحابی کو سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے کہ آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت ملنے کی امید بندھتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ صلہ کس قدر وقیمتی اور عظیم صلہ ہے کہ آخرت میں جہاں کوئی کسی کا ہمدرد نہیں، غمگسار نہیں، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ مل جائے، ذرا غور کیجئے اس شخص کی کامیابی اور نعمت کا کوئی ٹھکانہ ہے، دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ اور بڑی سے بڑی دولت کے مالک جب سرگرداں اور حیران و پریشان ہوں گے اور کسی کو کچھ سمجھ میں نہ آتا ہوگا کہ کیا کرے اس کو اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ مل جائے، کیسی بڑی نعمت و دولت ہے، لیکن محبت کے سچی اور صحیح ہونے پر ہی اس نعمت کا استحقاق ہو سکے گا، اور سچی اور پکی محبت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی خوشی کا کام کیا جائے اور ناخوشی سے بچا جائے، آپ ﷺ کے احکام کی پیروی کی جائے اور زندگیوں کو اس پیمانے میں ڈھالا جائے جو آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے شب و روز کے حالات سے اور تکلیف و راحت میں آپ ﷺ کے طرز و طریقہ سے، عبادات و معاملات میں آپ ﷺ کی سنت سے بنتا ہے۔

آپ ﷺ سے سچی محبت کا یہی معیار ہے کہ دیکھا جائے کہ ہماری زندگی میں آپ ﷺ کے طریقہ و سنت کی پیروی کہاں تک ہے، دعویٰ کرنا آسان ہے محبت و تعلق کا لفظی اور دکھاوے کا اظہار آسان ہے، آدمی جس طرح اپنی بہت سی خواہشوں پر پیسے صرف کر دیتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعوے اور دکھاوے پر بھی صرف

www.abulhasanalinadwi.org

کر لیتا ہے، روشنی جلسہ جلوس بھی آسان کام ہیں، اس سب میں دل بھی لگتا ہے اور مزہ آتا ہے، لیکن جس میں جی لگتا ہو اور معلوم ہو جائے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کی بات نہیں، آپ ﷺ کا یہ طریقہ نہیں، پھر اس کو آدمی چھوڑ دے اور اس کے مزے سے اپنے کو بچالے یہی وہ مشکل کام ہے جو ہماری زندگی سے نکلتا جارہا ہے اور جو سنت ہے، جس سے اللہ کے رسول خوش ہوں گے اس کو اختیار کرے خواہ اس میں کوئی مزہ نہ ہو کوئی دکھاوا نہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور خوشنودی آپ ﷺ کے احکام پر عمل کر دکھانے سے اور آپ ﷺ کی سنت کی پیروی سے ہوگی۔

ہم دیکھیں کہ آپ ﷺ خوشی کے موقعوں پر کیا کرتے تھے، رنج کے موقعوں پر کیا کرتے تھے، اپنے پروردگار کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری کیسی کرتے تھے پھر اپنی بیویوں سے کیسے پیش آتے تھے، بچوں کے ساتھ کیسا سلوک تھا ساتھیوں اور رفقاء کا کیسا خیال کرتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ کیا معاملہ تھا، کیسی رحمدلی تھی، کیسا اخلاق تھا، لوگوں کے حقوق کیسے ادا کرتے تھے، غریبوں کی کیسی مدد کرتے تھے، پریشان حال لوگوں کے ساتھ کام آتے تھے، اسراف اور فضول خرچی سے بچتے اور ضرورت مندوں کی مدد کرتے تھے، وہ اپنے ماننے والوں اور محبت کرنے والوں سے کیسا مطالبہ کرتے تھے، ایک صحابیؓ نے جن سے آپ ﷺ ایک موقع پر بہت خوش ہوئے، عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے آخرت میں اپنی رفاقت کی دعا کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سجدوں سے یعنی پروردگار کی خوب عبادت کرنے سے میری مدد کرو، یعنی میری دعا کو تقویت پہنچاؤ، آپ ﷺ نے جھوٹ اور غیبت سے اور دوسروں کی دل آزاری سے بہت سختی سے منع کیا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث میں فرمایا کہ قیامت میں ایسا بھی شخص لایا جائے گا جس نے خوب عبادت کی ہوگی لیکن لوگوں کی دل آزاری کی ہوگی، کسی کو مارا ہوگا، کسی پر الزام لگایا ہوگا جب اس کا حساب ہوگا تو جن کی اس نے دل

www.abulhasanalinadwi.org

آزاری کی ہوگی ان کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی حتیٰ کہ اس کا دامن اس کی اپنی نیکیوں سے خالی ہو جائے گا اور اس کو آگ میں جانا پڑے گا۔

ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا ثبوت دینا چاہیے اور آپ ﷺ کے بتائے ہوئے اخلاق اور اتباع سنت کو اختیار کرنا چاہیے،

یہی اس محبت کا حق ہے اور آپ ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کا اور آخرت میں کامیابی کا یہی ذریعہ ہے، آپ ﷺ کی محبت کے اظہار میں ان باتوں سے بھی بچنا چاہیے جس کو آپ ﷺ نے منع کیا ہے، اس میں صرف چمک دمک کے لیے بے تحاشہ روپیہ خرچ کرنا جب کہ اس کو بچا کر مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کی جاسکتی ہے، جو کہ ماحول کے اندر متعدد پائے جاتے ہیں۔(۱) تقریبات میں بے جا دھوم دھڑکا اور ایسے طریقے اختیار کرنا جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، ان کے ساتھ اگر محبت رسول کا مظاہرہ کرے تو وہ دعویٰ صحیح نہیں ہے، اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش نہیں کرسکتا ہاں اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ان کے لائے ہوئے دین کو مضبوط کرنا، اچھے اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے، جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں رہ کر بڑی تکلیفیں اٹھائیں ہیں، یہی اہم کام ہے ہم سچی محبت کا ثبوت اس وقت دیں گے کہ ہر موقع پر اور موقع نکال کر اچھی عادتوں اور اچھی باتوں کو پیدا کریں اور پھیلائیں اور سیرت کے جلسوں میں بھی یہ باتیں کہیں۔

---

(۱) جن کی معاشرے میں کمی نہیں ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

صفات نبوی ﷺ

ہر خاص وعام کے لئے قابل عمل

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے صرف ہادی ہی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ ان کو انسانیت وشرافت اور زندگی کے لئے صلاح وفلاح اور صفات حسنہ کا نمونہ بھی بنا کر بھیجا، مزید یہ کہ انسانیت کو راہ راست اور معیار اعلیٰ پر لانے کے لئے ایسی کاوش کے ساتھ جس سے انسانوں کو جانوروں جیسی بے مہار زندگی سے نکل کر انسانیت کو خیر و کامیابی کی زندگی میں داخل ہونے کی راہ ملی، اور اس وقت دنیا کی بیشتر خوبیاں اور فائدے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رہنمائی ہی کے نتیجہ میں حاصل ہوئیں، اللہ تعالیٰ نے اسی بنیاد پر ان کو رحمۃ للعالمینی کی صفت عطا فرمائی، اور ان کی حیات طیبہ کو انسانی شرافت اور خوبی کا ایسا نمونہ بنایا جس کو اختیار کرنے سے زندگی بھی درست ہوتی ہے، اور پروردگار کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے، اور جس کے نتیجہ میں دنیاوی زندگی میں کی جانے والی کوششوں کا صلہ آخرت میں کامیابی کی صورت میں ملے گا۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ

www.abulhasanalinadwi.org

يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً ٥

(سورہ الاحزاب:۲۱)

''کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے یہ اس شخص کے لئے جو اللہ سے امید قائم کرتا ہے اور آخرت میں (اللہ تعالیٰ کی رحمت کی) امید کرتا ہے اور اس نے اللہ کو بہت یاد کیا ہے۔''

اور فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰه

(سورہ آل عمران:۳۱)

''کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

دنیا کی یہ محدود زندگی گزر جانے کے بعد آخرت کی جو لامتناہی زندگی ملے گی اس میں ہمارے اس دنیاوی زندگی کے اعمال وافعال، وہاں جزا وسزا کے فیصلے کے لئے تولے جائیں گے، ان میں وزن اللہ کے حکم کی تعمیل کا دیکھا جائے گا، اور اس کے حکموں کی تعمیل اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کی اتباع کے لحاظ سے سمجھی جائے گی، ہماری زندگی، ہمارے اعمال، ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے جس قدر قریب یا مطابق ہوں گے اسی کے بقدر وہ ہم کو آخرت میں کامیابی اور راحت دلائیں گے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کے اعمال واخلاق کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنانا ہی اللہ تعالیٰ سے محبت اور اطاعت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، اور کسی سے محبت سچی اسی وقت مانی جاتی ہے جب محبوب کی ہر بات اچھی لگتی ہو اور محبت کرنے والا اس کی نقل کی کوشش کرتا ہو، ورنہ وہ محبت محض دعوائے محبت قرار پاتی ہے جس

www.abulhasanalinadwi.org

کو سچا نہیں سمجھا جاتا۔

ہم مسلمانوں کو اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی محبت کرتے ہیں یا ہم کو شیطان دھوکہ دے رہا ہے، اور شیطان ایسا کرتا ہے کہ وہ انسان کے نفس کے اندر گھس کر اس کو بہکاتا ہے اور انسان کا نفس جب بہک جاتا ہے تو انسان کا سارا عمل بہک جاتا ہے، خواہ اس کو یہ دھوکہ دیا گیا ہو کہ تمہارا عمل نہیں بہکا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانی زندگی کو مختلف حالات سے گزروایا ہے غربت سے، امارت سے، دوستیوں سے، دشمنیوں سے، جنگ کے حالات سے، مسرت کے حالات سے، غم کے حالات سے، خوشی کے حالات سے، اولاد کے پیدا ہونے کی مسرت سے، اور اولاد کے انتقال کر جانے کے رنج سے، ایسے حالات سے جن سے شکر گذاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، ایسے حالات سے جن میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے، غصہ دلانے والے حالات سے جن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر اللہ کے حکم اور رضا کے مخالف معاملہ ہوتا تو غصہ کرتے اور اگر محض اپنی ذات کی بات ہوتی تو صبر و تحمل سے کام لے کر نظر انداز کر دیتے تھے۔

آپ ﷺ کی صفات طیبہ کا ذکر کرنے والے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کو مارا نہیں نہ گھر کے کسی فرد کو نہ کسی خادم کو، آپ ﷺ کسی پر غصہ نہ کرتے تھے، ہاں اگر حق کے خلاف کوئی بات کی جاتی تو آپ ﷺ کو بے حد غصہ آجاتا، مجلس میں آتے تو کسی کو ہٹاتے نہیں اور نہ بیچ میں گھس کر بیٹھتے بلکہ جہاں جگہ ہوتی وہیں بیٹھ جاتے، یہ بات الگ تھی کہ پھر وہی جگہ مجلس کی مرکزی جگہ بن جاتی، ملاقاتی اگر دور سے آیا ہوتا اور اجنبی ہوتا تو اس کی بات صبر کے ساتھ سنتے اور پوری بات کرنے دیتے اور ہمدردی کا جواب دیتے، کبھی کوئی سائل اس طرح مانگتا کہ پریشان کر دیتا لیکن آپ ﷺ صرف نرم

www.abulhasanalinadwi.org

بات کہتے کہ اس وقت ہمارے پاس کچھ دینے کو نہیں ہے اگر ہوتا تو دے دیتے، اور اگر آپ ﷺ کے پاس ہوتا تو مانگنے والے کو اپنی بڑی سے بڑی چیز دے دیتے اور فرماتے کہ میں بخیل نہیں ہوں۔

ہر وقت اپنے پروردگار کی ناراضی سے ڈرتے رہتے، ذرا تیز ہوا چلتی تو ڈرتے کہ کہیں اللہ کی پکڑ یا عذاب تو نہیں، فوراً استغفار کرتے، نماز پڑھتے اور اللہ کی رضا چاہتے، اللہ کی عبادت میں رات کا بڑا حصہ گزار دیتے کہ پیروں میں ورم ہو جاتا، اور جب کہنے والا کہتا کہ آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں تو فرماتے کہ کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گذار بندہ نہ بنوں، اس طرح ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نرم گرم ہر طرح کے حالات کا سامنا کیا اور ایمان والوں کے لئے صبر و شکر کا بہترین نمونہ پیش کر دیا، عبادت میں اور اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے میں اعلیٰ معیار قائم کر دیا، انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور حُسنِ اخلاق کا شاندار نبوی اسوہ قائم کر دیا۔

اور ہم سب انسانوں کو ہمارے پروردگار نے حکم دیا کہ اس عظیم اور رحمۃ للعالمین رسول ﷺ کی پوری پیروی کریں کہ اس میں ہماری کامیابی اور نجات ہے، اور ہم کو اس کا حساب آخرت میں اپنے پروردگار کے سامنے دینا ہے اس کے لئے ہماری اسی دنیا کی زندگی کو ہمارے لئے میدان عمل بتایا گیا ہے، اسی میں ہم کو اپنے عمل سے ثابت کرنا ہے کہ ہم کو اپنے پروردگار سے محبت ہے یا نہیں، ہم اس کی رضا چاہتے ہیں یا نہیں، اور جبکہ اس کے لئے اس کے آخری رسول محمد ﷺ کی پیروی کو ضروری قرار دیا گیا ہے، تو ہم کو آخرت میں کامیابی اور اپنے پروردگار کی رضا اسی کے بقدر ملے گی جس قدر ہم اپنے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے اور ان کے اسوۂ طیبہ کی عمل کریں گے اور ان سے محبت کا صحیح ثبوت دیں گے۔ (اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، آمین)

www.abulhasanalinadwi.org

تعلق رسول اور اتباع کامل

رسول اکرم خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کو کہیں قرآن مجید میں ''هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ'' فرمایا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی اس کی فرمائی ہوئی باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور دانائی کی باتیں بتاتے ہیں اور اخلاق کی درستگی سکھاتے ہیں، اور کہیں فرمایا گیا، کہ ''اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' کہا آپ ﷺ عظیم اخلاق و کردار کے حامل ہیں اور کہیں فرمایا گیا ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُو اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں اچھا نمونہ ہے، یہ اس کے لئے ہے جو اللہ سے امید کرتا ہو اور آخرت کے دن سے امید رکھتا ہو اور جس نے اللہ کو بہت یاد کیا ہو''۔

الغرض یہ کہ مومن کے لئے اللہ کے آخری اور برگزیدہ رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم روشنی کا مینار ہیں، اپنی زندگی کے لئے اُن سے روشنی حاصل کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا اور زندگی کے کردار اور اخلاق وصفات میں ان کو اپنے لئے نمونہ بنانا ہر مسلمان کا فرض ہے، اس لئے کہ اسی میں صلاح وفلاح ہے اور یہی مردِ مومن کا وظیفہ

www.abulhasanalinadwi.org

وطریقہ ہے اور جس نے اس وطیرہ اور طریقہ سے انحراف کیا یا تغافل برتا وہ صحیح راستہ سے دور ہوا، اور اس کی زندگی جادۂ مستقیم سے ہٹ گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ سمجھنے اور ان کی پیروی کرنے کے لئے دو اہم شرطیں ہیں، ایک تو یہ کہ آپ ﷺ سے وفادارانہ اور محبانہ تعلق ہو اور وہ ایسا ہو کہ اس ذات عظیم پر سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہو، صرف زبان سے محبت کا اظہار نہ ہو، بلکہ وہ حقیقت ہو، اور اس میں اخلاص ہو، جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تھا کہ اسلام کی وفاداری کی سزا میں قتل کئے جارہے ہیں اور ان سے پوچھنے والا پوچھتا ہے کہ بتاؤ کیا تم اس کو قبول کروگے کہ تمہاری جگہ اس وقت تمہارے نبی محمد ﷺ ہوں اور تم بچ جاؤ۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ میں تو اس کے لئے بھی تیار نہیں کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک میں کانٹا چبھے اور میں اس کے عوض میں موت سے بچ جاؤں۔ حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ اپنے ایک مدحیہ شعر میں کہتے ہیں۔

انّ ابی ووالدہ وعرضی
لعرض محمد منکم وقاءُ

''کہ میرے باپ اور دادا اور خود میری عزت وآبرو سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لئے نشانہ اور ڈھال ہے''

ایک جنگ سے واپس آنے والوں سے ایک خاتون پوچھتی ہیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں، جواب دینے والا کہتا ہے مگر تمہارے والد شہید ہوگئے، وہ پوچھتی ہیں کہ، ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں، وہ جواب دیتے ہیں کہ تمہارے شوہر بھی کام آگئے، وہ پوچھتی ہیں کہ یہ بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیرت سے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں، وہ کہتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے رہیں تو ہر مصیبت کمتر ہے'' اگر مومن میں

www.abulhasanalinadwi.org

ایسی یا اسی سے قریب تر محبت نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور مخلصانہ پیروی، تابعداری اور وفاداری نہیں ہوسکتی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ یعنی اخلاق وصفات، بندگانِ خدا سے آپ ﷺ کی ہمدردی، آپ ﷺ کا حسن معاملہ، بُرا چاہنے والوں کے ساتھ آپ ﷺ کا سلوک، رضائے الٰہی کی طلب، آخرت کی فکر، ہر ایک کے لئے ہمدردی اور خیر طلبی، دنیا و دین میں اس کی کامیابی کی فکر اس کے صلاح وفلاح کا خیال، یہ سب جاننے کی کوشش کی جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ آپ ﷺ انسانوں کے ساتھ اخلاق ومحبت کا کیا برتاؤ کرتے تھے، اپنے اہل وعیال کے ساتھ کیسی شفقت کرتے تھے، غیروں اور دوسروں کے ساتھ کیسی ملاطفت و ہمدردی کرتے تھے، لوگوں کی دینی اصلاح اور ان میں خدا طلبی کا جذبہ کس طرح پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے، آپ ﷺ پروردگار کی رضا کے حصول اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے بچنے کے لئے کیسی تربیت وتلقین کرتے تھے۔

یہ دو شرطیں ہیں جن کے ذریعہ ایک مومن کو اپنی زندگی سنوارنا، اور اپنے ایمان کو سچا بنانا ہوتا ہے، یہ شرطیں پوری ہوں تو مقصد حاصل ہوتا ہے، اور یہ شرطیں نہ پوری ہوں تو مقصد حاصل نہیں ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ معلوم کرکے اس کی پیروی نہ کرنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار ہیں جوڑ نہیں کھاتا۔

بعض وقت آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت ہے، لیکن آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو جاننے کی کوئی فکر نہیں کرتا اور سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے حاصل ہونے والے اخلاق وصفات کو اپنانے کی کوشش نہیں کرتا، ایسے آدمی کا دعویٰ کیسے سچا مانا جائے گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسوۂ رسول ﷺ اور ہمارا فرض

تاریخ انسانی کے طویل سلسلے کے مطالعے اور جائزے کے بعد یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہی تمام انسان کے لئے (بلا تخصیص زمان ومکان) اسوۂ حسنہ اور کامل وجامع نمونہ ہے، جس کی اتباع وتقلید اور اس سے استفادہ وفیضیابی ہی افراد کی تعمیر سیرت، کردار سازی اور اقوام وملل کی دینی ودنیوی صلاح وفلاح کی تنہا ضامن، مسائل حیات اور زندگی کی گوناگوں مشکلات کا واحد حل، قیام امن ومساوات کا واحد لائحۂ عمل، اخلاقی وروحانی سیاسی ومعاشرتی، اقتصادی وتمدنی ترقی کا کامیاب ذریعہ ووسیلہ اور مجموعی طور پر بہترین نظام زندگی، کامل دستورِ حیات اور انسانیت کے لئے "سفینۂ نجات" ہے۔

سیرت نبوی ﷺ کی اس اہمیت، ضرورت اور افادیت کے پیشِ نظر مسلمان اور غیر مسلم مؤرخین کے قلم سے دنیا کی ہر بڑی زبان میں سیرت کے مستقل ذخیرے اور کتب خانے تیار ہو چکے ہیں، مگر اپنے اپنے عہد کے لحاظ سے اس چشمۂ صافی اور اس گنج بے بہا سے گوناگوں استفادہ کی ضرورت برابر قائم ہے، بلکہ عصری مسائل اور دورِ حاضر کی مشکلات کے حل کے لئے سیرت نبوی ﷺ سے مراجعت، پہلے سے کہیں زیادہ ناگزیر ہے کہ سیرت کی کاملیت وجامعیت اور اس کی عالمگیری وابدیت کا یہ

www.abulhasanalinadwi.org

لازمی تقاضا ہے۔

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است
خم وخمخانہ بامہر ونشاں است

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کے لئے قابل تقلید نمونہ بنا کر بھیجا اور سارے انسانوں کو اس بات کی تاکید کی کہ اپنے پروردگار کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کے رحمۃ للعالمین نبی کو اپنی زندگیوں کے لئے نمونہ سمجھیں، اور اپنے عمل کو اسی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کے اعمال وافعال کو عقیدۂ توحید کے ساتھ اسی کوشش کی بنیاد پر قبول کرے گا یا رد کرے گا۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی ورسول اور پھر تمام نبیوں ورسولوں کا سردار بنا کر تمام لوگوں کی جانب اور سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، اور رحمت کسی ایک آدمی یا کسی ایک شہر وملک کے لئے نہیں بلکہ ساری انسانیت اور سارے جہانوں کے لئے، گزشتہ انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کی بشارت سنائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ارشاد ہوا:

"یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرَاۃِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ (سورۂ صف:۱۶)

"اے نبی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں، اور جو کتاب محمد ﷺ سے پہلے آچکی ہے، (یعنی) تورات میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں۔"

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات والا صفات کو جامع کمالات بنایا رسالت کے مختلف پہلو، قیادت کے نوع بہ نوع خصائص اور بلند انسانی اخلاق آپ ﷺ کی ذات میں جمع تھے، آپ ﷺ کی شریعت ہمہ گیر تھی، اور آپ ﷺ سیاسی اور فوجی قیادت کی بھی اعلیٰ صلاحیت کے حامل تھے، وسیع پیمانہ پر ایک علمی وفکری بیداری آپ ﷺ نے پیدا کی، انفرادی اور اجتماعی دونوں اعتبار سے نہایت مضبوط بنیادوں پر آپ ﷺ نے اسلامی زندگی کی تعمیر فرمائی، آپ ﷺ کی ذات سے انسانی تاریخ کے ایک نہایت زریں وروشن باب کا آغاز ہوا، ایسا باب جیسا اس سے قبل دیکھنے میں نہ آیا تھا، جہاں دین بھی تھا اور دنیا بھی تھی، اخلاق بھی تھے اور سیاست بھی تھی، دعوت بھی تھی اور عمل بھی تھا، جہاں انسانیت کی خدمت بھی تھی، اور حق کا دفاع بھی، مسلح جہاد اور نمرد آزمائی کے طریقے بھی تھے، اور صلح کی زندگی بھی، تاریخ انسانی نے اس ذات والا صفات سے جس دور کا آغاز کیا وہ اس اعتبار سے تاریخ کا بڑا عظیم الشان دور تھا، کہ یہ انسان کی دینی، وفکری قائدانہ زندگی پر محیط تھا، اور آپ ﷺ کی پاکیزہ شریعت حیاتِ انسانی کے مختلف گوشوں پر سایہ فگن تھی، اس شریعت میں تمام انسانی طبقات، گروہوں اور عناصر کو ایک لڑی میں پرو دیا اور ان سب کو ایک جادہ کا مسافر بنا دیا، وہ جادۂ فضیلت، حق اور خیر تھا، آپ ﷺ سے یہ صاف صاف کہہ دینے کہ کہہ دیا گیا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ (یوسف:۱۰۸)

''میرا راستہ تو یہ ہے میں خدا کی طرف بلاتا ہوں، (از روئے یقین وبرہان)''

اور یہ وضاحت کر دینے کو فرما دیا گیا کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔

www.abulhasanalinadwi.org

''کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم
سے محبت کرے گا۔ اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔''

اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت انسان کے اخلاق و اعمال کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ بناتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کے اعمال اور اخلاق کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنانا ہی اللہ تعالیٰ سے محبت اور اطاعت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، کسی سے محبت سچی اسی وقت مانی جاتی ہے جب محبوب کی ہر بات اچھی لگتی ہو اور محبت کرنے والا اس کی نقل کی کوشش کرتا ہے ورنہ وہ محبت محض دعوائے محبت قرار پاتی ہے جس کو سچا نہیں سمجھا جاتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

نبی کریم ﷺ کی معاشرتی زندگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ شریعت اسلامی کا اہم ماخذ ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان کی زندگی کے لئے واجب التقلید نمونہ ہے، اس سے ایک طرف شریعت کے بہت سے احکام وہدایات ملتے ہیں، دوسری طرف اسی سے ہم کو اسلامی زندگی کا مثالی نمونہ ملتا ہے۔ اس حیات طیبہ کو سن کر اور پڑھ کر مسلمان کا دل ودماغ جو کچھ اخذ کرتا ہے اس سے اس کی دنیا بھی بنتی ہے اور دین بھی بنتا ہے آپ ﷺ نے جو فرمایا اور آپ ﷺ نے جو کیا اور آپ ﷺ نے جو دیکھا اور ہونے دیا، اس سب کو حدیث کا نام دیا جاتا ہے، اور حدیث شریعت اسلامی کا ایک بہت بڑا ستون ہے، لہٰذا مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا جی لگا کے مطالعہ کرے، اپنے جلسوں میں، تقریروں میں، گفتگوؤں میں اس کی باتوں کا چرچا کرے ان باتوں سے سبق لے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے جن کو مستند کتابوں میں نقل کیا گیا ہے اور جن کا انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے خواہ وہ زندگی دین کے معاملات کی ہو، خواہ دنیا کے معاملات کی، لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں کی توجہ اس کی طرف بہت کم ہے، ربیع الاول آتا ہے، سیرت النبیؐ کے جلسوں کی رونق آجاتی ہے، یہ جلسے بہت مبارک ہیں اور ضرور کرنا چاہئیں، لیکن اس

www.abulhasanalinadwi.org

بات کی فکر بھی بہت ضروری ہے کہ ان جلسوں سے صحیح فائدہ اٹھایا جائے، شرکت کرنے والوں کی اخلاقیات درست ہوں اور وہ ان سے سیکھیں اور نصیحت حاصل کریں، اس سلسلہ میں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کتنے لوگوں کی زندگیوں میں ان کے سننے اور جاننے سے تبدیلی آئی، کتنے لوگوں کی زندگی شریعت اسلامی کے سانچے میں ڈھلی۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر اس کا مطلب ہے کہ جلسہ کرنے والوں میں کوئی نہ کوئی بے خیالی ہے کہ جو فائدہ حاصل کر سکتے تھے وہ حاصل نہ کر سکے اور اس مقصد کو پورا نہ کر سکے جس مقصد کے نام پر یہ جلسے کئے جاتے ہیں، وہ صرف معجزات یا ایسے کمالات کے بیان میں محدود ہو کر رہ گئے جن پر آپ ﷺ کے امتیوں کا عمل ممکن نہیں یا بہت ہی مشکل ہے دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ نہ مقررین اس کا خیال کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے نصیحت آمیز پہلوؤں کو بیان کریں اور نہ سامعین کو اس کا شوق کہ وہ باتیں سنیں جن سے ان کو سبق ملتا ہو، ہاں چمک دمک، ذوق و پسند کی باتیں، خوش کن جلسہ تو ہو جاتا ہے، لیکن اس سے فائدہ پہنچنے کی طرف دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ اگر اس سب میں حیات طیبہ مبارکہ کی عملی روح بیان کی جاتی اور حیات طیبہ کا مقصد چمکتا نظر آتا تو زندگیوں کو روشن کر دیتا اور اعمال کی اصلاح کر دیتا جس کی اس وقت امت کو بہت ضرورت ہے اور امت اس سے بہت ہٹ گئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کے محبوب اور عظیم المرتبت نبی تھے تو آپ ﷺ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ناز و نعم میں زندگی گزارتے اور آرام و راحت کے ساتھ اپنی نبوت کی ذمہ داری پوری کرتے، شان و شوکت بھی نظر آتی، عظمت و قوت بھی خوب ظاہر ہوتی، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے غربت جیسی اور سادہ طرز کی زندگی گزاری، نہ اس میں دولت مندی کا اظہار تھا اور نہ شان و عظمت کا دکھاوا، بلکہ

www.abulhasanalinadwi.org

واقعہ تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو زندگی کی بہت صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، مصیبتیں جھیلنا پڑیں، اور یہ سب دعوت حق کو عام کرنے کے لئے، اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے، انسانوں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کرنے کے لئے اور اپنی امت کو زندگی کے رضائے الٰہی والے طریقوں کو بتانے کے لئے گوارا کرنا پڑا، خود تکلیف اٹھاتے دوسروں کو آرام پہنچاتے، غریبوں کی مدد کرتے، سب کے ساتھ برابری اور اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جب تشریف لائے تو پیدا ہونے سے قبل اور پیدا ہونے کے چند سال بعد والد والدہ کی شفقتوں سے محرومی برداشت کرنی پڑی، ذرا بڑے ہوئے تو شفیق دادا بھی نہ رہے، صرف چچا کی ہمدردی و شفقت باقی رہی، لیکن چچا کو غربت کا سامنا تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ کو بھی غربت کا سامنا کرنا ہوا، یتیمی پھر غربت دوہری دشواری، آپ ﷺ کچھ بڑے ہوئے تو معاشی لحاظ سے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی تدبیر کی آپ ﷺ نے اپنے قبیلہ کے دستور کے مطابق کاروبار و تجارت کی طرف توجہ دی، آپ ﷺ کی دیانت و امانت اثر لائی اور کاروبار کے ذریعہ آپ ﷺ کے اقتصادی حالات میں تبدیلی آئی، اس سے آپ ﷺ نے شفیق چچا کی مدد بھی کی، اور وہ اس طرح کہ ان کے ایک صاحبزادہ کو آپ ﷺ نے اپنی کفالت میں لے کر ان کے بوجھ کو ہلکا کیا، دوسری طرف قوم کے سامنے آپ ﷺ کے جو اعلیٰ انسانی اخلاق و کردار آئے ان سے آپ ﷺ کو سب کی محبت و قدر حاصل ہوئی، آپ ﷺ کا نام سب نے امانت دار رکھ دیا اور آپ ﷺ سب کی آنکھوں کا تارہ بن گئے، ہر ایک بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگا اور تعریف کرنے لگا کہ اتنے میں نبوت کی ذمہ داری ملی اور اس کا کام سپرد ہوا، اس کام کے کرنے سے لوگوں کا سابق رویہ بدل گیا آپ ﷺ کے درپے آزار بن گئے، اگر پہلے جیسے

www.abulhasanalinadwi.org

رہتے تو قریش میں آپ سے زیادہ پسندیدہ اور محترم شخص کوئی اور نہ ہوتا، آپ ﷺ قریش کے بادشاہ کی طرح ہوجاتے اور آپ ﷺ کو دنیاوی وجاہت انتہا درجہ کی حاصل ہوتی، آپ ﷺ جو کہتے قریش اس کو بجالاتے، آپ ﷺ کے لئے سب اپنی نگاہیں فرش راہ کرتے، لیکن خدا کو آپ ﷺ سے دعوت واصلاح کا کام لینا تھا آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ قوم کے عقیدوں اور مذہبی عادتوں کی جو بگڑی ہوئی شکلیں چل رہی تھیں ان کی اصلاح کا پیغام سنائیں، آپ ﷺ نے رسالت کی ذمہ داری اٹھالی اور اس کی انجام دہی سے جو تکلیفوں کا سلسلہ شروع ہونا تھا اس کے لئے تیار ہوگئے آپ ﷺ کو آرام مطلوب نہ تھا آپ ﷺ کو انسانوں کی خیر خواہی مطلوب تھی، چنانچہ عداوت کا جو طوفان اٹھا وہ زبردست تھا، آپ ﷺ کو امانت دار اور نیک کردار کہنے والے اور عزت واحترام سے پکارنے والے بگڑ گئے، پہلے جو تعریف کرتے تھے اب برائی کرنے لگے، پہلے آنکھوں میں بٹھانے کے لئے تیار رہتے تھے، اب پتھر مارنے لگے، عزت کرنے والے مذاق اڑانے لگے، گندگی اور کیچڑ ڈالنے لگے، آپ ﷺ نے یہ سب جھیلا اور پیغام خداوندی سناتے رہے، حق وانسانیت کے لئے حکم الٰہی کی بجا آوری کے لئے سب برداشت کرتے، جواب نہ دیتے، صبر آزما معاملہ تھا، لیکن آپ ﷺ نے عظیم صبر سے کام لیا، برداشت سے باہر تھا، پھر بھی برداشت کیا، کیونکہ حکم الٰہی تھا کہ برداشت کرو، جواب نہ دو، مخالفت کے باوجود نیکی کی تلقین کرتے اور حق کا پیغام پہنچاتے رہے، ۱۳ سال اسی جدوجہد اور صبر میں گزرے، اور برداشت اور صبر کا حکم جاری رہا، حتیٰ کہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور دوسری جگہ منتقل ہونا پڑا، بالآخر خدا کی طرف سے اجازت ملی کہ بہت ظلم ہوچکا اب جواب دے سکتے ہو، اب مقابلہ پڑے تو مقابلہ کرسکتے ہو، اللہ کی مدد ہوگی، یہاں سے مقابلہ کا آغاز ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی جو مدد تکلیف جھیلنے اور برداشت کرنے میں آتی تھی وہ مقابلہ کی اجازت

www.abulhasanalinadwi.org

کے بعد جاری رہی اور میدان جنگ میں آئی آپ ﷺ پر دشمن حملہ آور ہوتا، آپ ﷺ کے نئے وطن مدینہ پر چڑھائی کرتا، آپ ﷺ مقابلہ کرتے اور بہادری کا ثبوت دیتے، یہ سب حق کے لئے تھا اپنے پروردگار کی رضا کے حصول کے لئے تھا، نفس کشی تھی، راحت کی قربانی تھی، مکہ کی ۱۳ سالہ مدت میں بھی قربانی اور مدینہ کی ۱۰ سالہ مدت میں بھی خطرات کا مقابلہ اور قربانی، اعلیٰ اور پاکیزہ زندگی، انسانیت، رواداری، برداشت، ثابت قدمی، بہادری، شرافت وعظمت، کردار کے طرح طرح کے انداز، یہ تھی انسانیت نواز مثالی زندگی، آپ ﷺ کی ایک ایک ادا، ایک ایک گوشہ آپ ﷺ کی امت کے لئے رہنما اصول تھا، نمونہ کا کردار تھا اور وہ انسانی زندگی کے متنوع ومختلف پہلوؤں پر مشتمل تھا، آپ ﷺ اپنے رفقاء کے ساتھ ایک نہایت ہمدرد اور انس ومحبت رکھنے والے رفیق تھے، عام انسانوں کے لئے غمگسار اور انسانیت نواز انسان تھے، کمزوروں، غریبوں کی مدد کرنے والے، چھوٹوں پر شفیق، بڑی عمر والوں کی عمر کا خیال کرنے والے، گھر کے اندر گھر کے ایک عام فرد، اپنے اصحاب ورفقاء میں ان کے احساسات وجذبات کا خیال رکھنے والے تھے، آپ ﷺ کی تعلیم تھی چھوٹے اور بڑے دونوں ایک جگہ ہوں، تو بڑے کے بڑا ہونے کا خیال کرو، بچوں کے ساتھ شفقت ورعایت کا یہ حال تھا کہ ایک بچہ ابوعمیر تھا اس کے پاس ایک چڑیا تھی جو مرگئی تھی، آپ ﷺ اس سے ملے تو اس سے ہمدردانہ طریقہ سے پوچھا اے ابوعمیر! تمہارا پرندہ نغیر کیا ہوا؟ ''یاأبا عمیر ما فعل النُّغَیْرُ'' آپ ﷺ کو کوئی بوڑھی عورت راستہ میں روک لیتی اور اپنی بات کہتی رہتی آپ ﷺ سنتے رہتے اور اس کا دل چھوٹا نہ کرتے، آپ اپنے رفقاء کے ساتھ ہوتے تو ان سے انس ودلچسپی کی بات کرتے، ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت نے آپ سے جنت میں جانے کی دعا کی درخواست کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی، وہ روتی

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئی لوٹنے لگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں نہیں داخل ہوگی۔ ایک شخص نے آپ ﷺ سے اپنی ضرورت کے لئے اونٹ مانگا، آپ ﷺ نے ازراہ مزاح فرمایا کہ تمہیں اونٹ کا بچہ دوں گا، وہ کہنے لگا یارسول اللہ بچہ سے میرا کام نہ چلے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ہر اونٹ اونٹ کا بچہ ہی تو ہوتا ہے ایک مرتبہ رات کا وقت تھا اور کوئی خطرناک آواز آئی جیسے کوئی دشمن ہو یا خوفناک جانور، آپ ﷺ نے تحقیق کے لئے اپنے رفقاء کی طرف دیکھا وہ کچھ ڈرے سے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں خود جا کر دیکھتا ہوں اور آپ ﷺ نے کسی پر دباؤ نہیں ڈالا خود جا کر دیکھا اور تحقیق کر کے تشریف لائے۔

اسلام میں ضرورت محسوس ہونے پر ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی گئی ہے، جو عام مسلمانوں کے لئے چار کے اندر محدود رکھی گئی ہے البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ کی اجازت دی گئی لیکن آپ ﷺ نے عنفوان شباب کا سارا زمانہ صرف ایک بیوی کے ساتھ گزارا اور وہ بھی آپ ﷺ سے عمر میں بڑی تھیں، بعد میں نبوت کے کام کے ساتھ حکومت و سیاست، صلح و جنگ اور دیگر معاملات کی ذمہ داریاں آپ ﷺ کی بہت بڑھ گئیں، اس وقت آپ ﷺ نے کئی بیویوں کی اجازت سے فائدہ اٹھایا اور اس اجازت سے آپ ﷺ نے بہت سی پیچیدگیوں کو حل کرنے میں بھی مدد لی، آپ ﷺ نے اس کے ذریعہ یہ بھی دکھایا کہ اسلام میں ذات پات، سماجی پوزیشن اور رواجی عادتوں کے فرق کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان فرق نہیں کیا جاتا، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں اپنے معزز خاندان کی اور دیگر خاندانوں کی بھی بیویاں شامل کیں، آپ ﷺ نے نومسلم خاتون کو بھی داخل زوجیت کیا، باندی بن کر آنے والی خاتون کو بھی آزاد کر کے داخل زوجیت کیا، اپنے متبنّٰی کی مطلقہ کو بھی شامل کیا جو کہ عرب کے معاشرے میں

www.abulhasanalinadwi.org

غلط سمجھا جاتا تھا لیکن خدا کا حکم آیا کہ متبنّٰی کو بیٹے کی طرح نہ سمجھا جائے اور اس کو بیٹے کے حقوق بھی نہ دیئے جائیں، چنانچہ آپ ﷺ نے عرب معاشرے کے متبنّٰی کے غلط رواج کو توڑا آپ ﷺ نے ایسی شادیاں بھی کیں جن میں تعلق والوں کی دلداری مقصود تھی، ایسی بھی شادی کی جس سے غلط رواج کو باطل کرنا تھا، ایسی بھی کی جس میں دوسروں کی خدمات وتعلق کا صلہ تھا، پھر ان سب کے درمیان ایسا انصاف اور برابری کا برتاؤ کیا کہ جو اپنی نظیر آپ ہے، اپنی پسند کو باعث ترجیح نہیں بنایا، مدینہ منورہ میں فدک وخیبر میں آپ کو کچھ جائداد حاصل ہوگئی تھی، فصل پر اس کا غلہ آتا تو آپ ﷺ وہ برابر اپنی تمام ازواج مطہرات میں تقسیم کرکے ہر ایک کو اس کے حصہ کا مالک بنادیتے تھے، آپ ﷺ اپنے دنوں اور راتوں کو ازواج مطہرات میں برابری کے ساتھ تقسیم کرتے تھے اور اس میں ہر ایک کا حق پورا ادا کرتے تھے اور جب آپ کا آخری مرض ہوا تو بیماری کے تقاضہ سے آپ ﷺ نے ایک ہی گھر میں رہ کر علاج کرانا مناسب سمجھا، لیکن آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے اس کی اجازت لی، جب اجازت مل گئی تب آپ ﷺ نے اس پر عمل کیا، جب آپ سفروں میں جاتے تو کسی ایک بیوی کو ساتھ لے جاتے اور ایسے میں خود اپنی مرضی و پسند سے انتخاب نہ کرتے بلکہ قرعہ ڈالتے، جس کا نام نکلتا اس کو لے جاتے آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کے لئے اس طرح اخلاق ومحبت کا برتاؤ کرتے، جیسا شوہر کو بیوی کے ساتھ کرنا چاہئے، نبی ہونے کی بنا پر اس سے برتری کے طرز پر معاملہ نہ کرتے، بیوی کے انس وخوشی کا لحاظ رکھتے، ایک مرتبہ کچھ حبشی جنگجو اپنے ملک کے جنگی کرتب آپ ﷺ کے مکان کے سامنے دکھا رہے تھے آپ ﷺ نے اپنی اہلیہ کو بھی دکھایا، بلکہ دروازہ پر کھڑے ہوکر آڑ بنادی اور اپنے کاندھے کے بیچ سے ان کو دیکھنے کا موقع دیا، آپ ﷺ ایک بار بچوں کو پیار کررہے تھے، ایک صحابی کو تعجب ہوا کہ آپ ﷺ نبی

www.abulhasanalinadwi.org

جیسے باوقار منصب پر ہونے کے باوجود یہ عام لوگوں جیسا معاملہ کررہے ہیں، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحم وشفقت کا جذبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دلوں میں رکھا ہے اس کو دبانا نہ چاہئے، آپ ﷺ کے ایک نواسہ کا انتقال ہوا تھا جو بچہ تھا، آپ ﷺ کی صاحبزادی نے آپ ﷺ کو بلوایا، آپ ﷺ تشریف لائے بچہ کو گود میں لیا، آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، خود آپ کے صاحبزادہ کا بھی انتقال ہوا آپ ﷺ نے اپنے جذبات غم کو اپنے آنسو سے ظاہر کیا اور فرمایا کہ میرا دل بڑا غمزدہ ہوا، مسرت کے موقع پر مسرت کا بھی اظہار ہوتا تھا، ایک غزوہ میں فتح کے موقع پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے اور آپ ﷺ کو ان سے تعلق بھی بہت تھا، ہجرت حبشہ میں ایک عرصہ رہنے کے بعد آئے تو آپ ﷺ نے مسرت کیفیت کے ساتھ فرمایا کہ میرے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ مجھے اس جنگ میں فتح سے خوشی زیادہ ہوئی یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے سے خوشی زیادہ ہوئی۔

آپ ﷺ اپنے رشتہ داروں سے محبت کے ساتھ ساتھ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے بلکہ تمام انسانوں کے ساتھ بھی ہمدردی اور محبت اور رواداری کا برتاؤ فرماتے کبھی اپنی ذات کے لئے کسی پر غصہ نہ کرتے، خواہ آپ ﷺ کا کیسا ہی نقصان ہو اور اذیت پہنچے، آپ ﷺ نے کبھی اپنے کسی کام کرنے والے کو اس کی غلطی پر مارا نہیں، اپنے کسی صحابیؓ کی کسی غلطی پر ڈانٹا نہیں، ہاں اگر اسلام اور دین کے معاملہ میں کوئی غلطی کرتا تو آپ ﷺ بہت ناراض ہوتے، ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے آخری زمانہ میں یہ فرمانے لگے کہ دیکھو اگر کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو، میری طرف سے اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو وہ اس کا بدلہ اسی زندگی میں لے لے، آخرت پر نہ اٹھا رکھے اس پر ایک صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ آپ ﷺ کا کوڑا میری پیٹھ پر لگ گیا تھا اس پر آپ ﷺ نے اپنی پیٹھ کھول دی کہ اس پر کوڑا مار لو وہ

www.abulhasanalinadwi.org

صحابیؓ کوڑا کیا مارتے لپٹ گئے اور مبارک پیٹھ کو چوم لیا، اپنے رفقاء کے ساتھ اتنے بااخلاق تھے کہ کوئی فائدہ کی بات ہوتی تو اپنے ساتھی کو ترجیح دیتے، آگے بڑھاتے، ذمہ داری اور مشقت کی بات ہوتی تو خود آگے بڑھ آتے، آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا تھا کہ انتقال کرنے والا جائیداد چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کی ہے اور اگر قرضہ چھوڑ جائے تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے، آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی بہت چہیتی بیٹی تھیں، ہمیشہ ساتھ رہتی تھیں، دوسری صاحبزادیوں کی طرح اپنے شوہروں کے ساتھ علیٰحدہ نہیں رہیں، کیونکہ ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے اپنے بیٹے کی طرح رکھا تھا پھر داماد بنایا، وہ ساتھ میں رہتے تھے لیکن بیٹی کو چہیتی ہونے کے باوجود، آپ ﷺ نے ان کو دولت وثروت نہیں عطا کی نہ ایسا انتظام فرمایا کہ وہ کسی خادمہ کو رکھ سکیں، وہ گھر کا سارا کام اور شوہر کی خدمت اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں، پانی بھی خود بھر کر لاتی تھیں، آپ ﷺ نے ان کو کوئی خادم یا خادمہ مہیا نہیں کی حالانکہ خادم اور خادمائیں آتی تھیں اور آپ ﷺ دوسروں کو دیتے تھے، حضرت فاطمہؓ نے عرض بھی کیا آپ ﷺ نے ان کو کچھ پڑھنے کو بتادیا مگر خادمہ نہیں دی، حالانکہ یوں بہت محبت وشفقت کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی بہت خیال فرماتے تھے، ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کچھ ناگواری ہوئی، جیسی شوہر و بیوی کے درمیان کبھی کبھی ہو جاتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں جا کر لیٹ گئے آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو خود منانے تشریف لے گئے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے بہت چھوٹے تھے، آپ ﷺ نے ان کی پرورش بچپن سے کی تھی لیکن آپ ﷺ نے ان کو محبت کے ساتھ جگایا، فرمایا ارے تمہارے جسم میں مٹی بھر گئی ہے اٹھو! کوئی غصہ نہیں کیا اور نہ اپنی صاحبزادی کی طرف داری میں ان کو سخت بات کہی، آپ ﷺ بات کرنے والے کی بات اخلاق و

www.abulhasanalinadwi.org

ہمدردی کے ساتھ سنتے تھے، وہ کچھ مانگتا اور وہ چیز ہوتی تو ضرور دے دیتے تھے، خواہ خود کو تکلیف ہو جائے، ایک مرتبہ ایک نئی شال آپ ﷺ کے پاس آئی، کسی نے مانگ لی آپ ﷺ نے اسی وقت اس کو دے دیا حالانکہ آپ ﷺ کو ضرورت بھی تھی اور جب مانگنے والے کو دینے کے لئے آپ ﷺ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو نرم کلامی اور ہمدردی کے ساتھ اس کو واپس کرتے، آپ ﷺ اپنے صحابہ میں یوں گھل مل کر رہتے اور بات کرتے کہ نہ جاننے والوں کو پریشانی ہو جاتی کہ مجمع میں کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ہجرت مدینہ کے موقع پر جب قبا پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے ساتھ دیکھنے والے نہ پہچان سکے کہ ان میں کون رسول اللہ ہیں، جب دھوپ سے آڑ کر دی، تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ وہ ہوں گے جن پر دھوپ کی وجہ سے چادر تانی گئی۔

ضرورت مندوں کی مدد میں اس قدر بڑھتے ہوئے تھے اس کی مثال نہیں ملتی اس کے ساتھ ساتھ اپنے رب کی عبادت اور خوشنودی کے لئے جو زیادہ سے زیادہ ہو سکتا تھا کرتے تھے، رات کو تہجد اتنی دیر تک پڑھتے کہ پیروں میں ورم آجاتا، نفل روزے اتنے رکھتے کہ بعض وقت ایک ایک مہینہ گزر جاتا اور رمضان میں عبادت اور غریبوں کی مدد اپنے انتہا کو پہنچ جاتی، ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ عبادت میں اتنا کیوں اپنے کو کھپاتے ہیں، آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ سب اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ، کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، وسیع القلب اتنے تھے کہ مکہ میں تیرہ سال سخت تکلیف دیئے جانے کے باوجود جب مکہ پر آپ ﷺ کا غلبہ ہوا اور آپ ﷺ فاتحانہ شہر میں داخل ہوئے اور وہ لوگ سامنے آئے جنہوں نے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، سازش کر کے رات میں قتل کر دینے کی بھی تدبیر کی تھی،

www.abulhasanalinadwi.org

آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو میں انتقام نہیں لیتا، دس سال مکہ میں ایذاء دیئے جانے کے بعد طائف تشریف لے گئے تھے کہ وہاں کوئی بااثر شیخ قبیلہ اگر آپ ﷺ کی بات کو قبول کر لے تو اس سے مکہ میں آپ ﷺ کو تقویت وحفاظت مل سکے گی، لیکن وہاں کے سرداروں نے مکہ کے سرداروں کا سا ہی رویہ اپنایا، آپ ﷺ کو شہر سے نکال دیا، اوباش لڑکے پیچھے لگا دیئے جو پتھر مارتے تھے آپ ﷺ کی اس کسمپرسی اور بے بسی پر پروردگار کو بہت رحم آیا اس نے فرشتہ بھیجا کہ آپ ﷺ کہیں تو ان طائف والوں کے اوپر ان کے دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دیا جائے اور ان کا خاتمہ کر دیا جائے، آپ ﷺ راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ ''اگر یہ بات نہیں مانتے تو کیا عجب ہے کہ ان کے بعد آنے والی نسل بات مان لے اور مسلمان ہو جائے'' اور سخت تکلیف اٹھانے کے باوجود انتقامی طریقہ نہیں اختیار کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بحیثیت نبی کے بہت اونچا ہے، لیکن اسی کے ساتھ بحیثیت انسان کے اخلاق، محبت، ہمدردی، انسان نوازی، خوش اخلاقی، خاکساری، تواضع، مہمان داری، غرباء پروری، مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی بھی انتہائی بڑھی ہوئی تھی، ایک طرف آپ ﷺ نبوت کے کمالات کا مظہر تھے اور دوسری طرف انسانی خوبیوں کا اعلیٰ پیکر تھے، ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ دونوں پہلوؤں سے کرنا چاہئے، ایک طرف یہ کہ اس سے ہم کو شریعت کی تعلیمات ملتی ہیں جن پر عمل کر کے خدا کو راضی کر سکتے ہیں اور اپنی آخرت بنا سکتے ہیں، دوسری طرف یہ کہ انسانی وبشری خوبیوں اور خصلتوں کے کیسے کیسے اعلیٰ نمونے سامنے آتے ہیں، جن کے اختیار کرنے سے دنیاوی اعتبار سے اور سماج کے اندر ہم ایک اعلیٰ خصلتوں کے انسان بن سکتے ہیں، ہم صرف روشنی کر کے اور صرف معجزات بیان کر کے خود اپنے کو بہت مسرور تو کر لیتے ہیں لیکن رسول پاک کو خوش کرنے کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے یہ روشنی اور شاندار مظاہرے مفید نہیں، مفید تو آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے اخذ فیض سے آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کرنا، انسانوں کے لئے ہمدردی اور محبت وعنایت کا اختیار کرنا ہے، ہم کو دیکھنا چاہئے کہ ہم اپنے ذوق کی تسکین اور دکھاوا کرنا چاہتے ہیں یا رسول پاک کی خوشی کے کام کرنا چاہتے ہیں، ہماری سیرت پاک کی محفلوں میں اتباع سنت رسول ﷺ کو ضرور سامنے لانا چاہئے تاکہ آخرت میں آپ ﷺ سے اگر ملاقات مقدر ہو تو آپ یہ نہ فرمائیں کہ تم نے ہم کو تو خوش نہیں کیا صرف اپنے کو ہی خوش کرتے رہے اور شان وشکوہ سے اپنا دل بہلاتے رہے، اور ہماری سنتیں مٹتی رہیں، کتنے غریب غربت برداشت کرتے رہے اور دولت مند دولت کو صرف ذوق اور دکھاوے میں اڑاتے رہے، امت پریشان رہی اور خوشحال لوگ مزے اڑاتے رہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سیرت نبویؐ میں اعتدال وتوازن

ہمارے حضور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام میں اعتدال کا طریقہ اختیار کرنے کو پسند فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "خیر الأمور أوسطها" معاملات میں بہتر وہ ہیں جو درمیانی ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے متعدد موقعوں پر از خود اپنے عمل سے بتایا اور توجہ دلائی۔

آپ ﷺ کے پاس تین صحابیؓ بڑے ایمانی جذبے کے ساتھ آئے۔ ایک نے کہا کہ رات رات بھر میں عبادت کیا کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں کبھی شادی نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزے رکھتا ہوں اور روزے سے خالی دن بھی چھوڑتا ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں، جو میرے طریقے پر نہیں وہ ہم میں نہیں ہے۔ اسی طرح حج کے موقع پر ایک صحابی کہ میں بیمار ہو گئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ میں سوچتا ہوں کہ اپنا سارا مال ومتاع اللہ کی راہ میں صدقہ کردوں، آپ ﷺ نے فرمایا، سارا مال صدقہ نہ کرو۔ انھوں نے کہا کہ نصف

www.abulhasanalinadwi.org

صدقہ کردوں، آپ ﷺ نے فرمایا نصف نہ کرو، انھوں نے کہا ایک تہائی کردوں، فرمایا ایک تہائی کر سکتے ہو اگر چہ وہ بھی زیادہ ہے، دیکھو! تم اپنے بچوں کے لئے اتنا مال چھوڑ جاؤ کہ وہ اس سے اپنا کام چلا سکیں یہ بہتر ہے اس بات سے کہ تم ان کو فقیر کی طرح چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

اسی طرح ایک صاحب اپنی ضرورتیں مانگ کر پوری کرتے تھے آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ تمہارے پاس کچھ سامان ہے، انھوں نے بتایا کہ ایک پیالہ ہے اور ایک چادر، آپ ﷺ نے کہا کہ لاؤ۔ آپ ﷺ نے اس کو نیلام فرمایا، وہ دو درہم میں فروخت ہوا، آپ ﷺ نے ایک درہم ان کو دیا کہ اس سے تم اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرو، اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خریدی اس میں دستہ لکڑی سے کاٹ کر خود لگایا اور ان صاحب کو دیا کہ اس سے لکڑی کاٹ کر لایا کرو اور فروخت کیا کرو اور اس طرح اپنی کمائی سے کام چلایا کرو۔

ایک طرف آپ ﷺ کا یہ انداز تھا، دوسری طرف یہ تھا کہ دو بھائی تھے ایک بھائی کام کاج اور محنت کرتے، دوسرے بھائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دین سیکھنے کے لئے حاضری دیتے تھے تو ایک روز کام کرنے والے بھائی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ میرے بھائی ہیں ہاتھ نہیں بٹاتے اپنا سارا وقت آپ ﷺ کی خدمت میں ہی رہ کر گزار دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو کام سے جو آمدنی ہوتی ہے کیا عجب ہے کہ تمہارے ان بھائی کے دین سیکھنے کی برکت ہی سے ہو رہی ہو۔ یعنی آپ ﷺ نے محسوس کرلیا کہ وسیلہ اختیار کرنے کے باوجود رزق اللہ دیتا ہے اسی کی مرضی کا کام ہو تو برکت ہوتی ہے ورنہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہے۔

حضرات انصار رضی اللہ عنہم زراعتی کام کرنے والے تھے جہاد اور دوسرے

www.abulhasanalinadwi.org

دینی کاموں کے تسلسل سے وہ کاشتکاری اور باغبانی کو ایک عرصہ تک کوئی زیادہ وقت نہ دے سکے ایک موقع پر وہ یہ محسوس کر کے کہ ہم اب اپنی کاشتکاری وغیرہ میں مسلسل لگ سکتے ہیں، ادھر متوجہ ہوئے تو ان کے کمائی کے کام میں لگ جانے سے اسلام کے بڑھتے ہوئے قافلہ کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہو جانے کا خطرہ تھا اس لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا "وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃ" کہ اپنے کو تباہی میں نہ ڈالو، یعنی اگر تم دنیا کی طرف (اگر چہ وہ جائز ہے) دین کا کام چھوڑ کر لگ گئے تو یہ تمہارے لئے تباہی کی بات ہوگی۔

یہ تھا وہ اعتدال اور درمیان کی راہ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ڈالا تھا اور اس کی تربیت دی تھی کہ اپنی دنیاوی زندگی کی حسب ضرورت فکر رکھو اور اپنے دین کے حق کو بھی پوری طرح ادا کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "الدین یسر" کہ مذہب آسان ہے، اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لئے مذہب کو آسان بنا دیا ہے اس پر پوری طرح عمل کرنا آسان ہے، دین پر پورا عمل کرنے سے برکت ہوتی ہے اور اللہ کی نصرت کے وعدے پورے ہوتے ہیں، امت محمدیہ کے لئے اس میں آسانی ہے اور یہی اس فلاح کی راہ ہے۔

اسلام میں دین و دنیا دونوں کی رعایت رکھی گئی ہے، اس میں آسانی کے ساتھ اعتدال بھی ہے اس طرح دین پر عمل آسانی اور خوبی کے ساتھ ہوتا ہے، آدمی کو ایسے مجاہدے نہیں کرنا پڑتے کہ اس کی طاقت سے باہر ہوں، یہ ایسی نعمت ہے کہ کسی دوسرے مذہب میں نہ ملے گی، اس کے بعد مسلمانوں کا دین پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنا بہت عجیب بات بھی ہے اور افسوس کی بات بھی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

رسول پاک ﷺ کی انسانیت نوازی اور رحمۃ للعالمینی

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کی اعلیٰ خوبیوں کے ساتھ اخلاق طیبہ اتنی محبت، رحم دلی اور انسانی ہمدردی کے حامل تھے کہ اس سے زیادہ کسی انسان کے لئے ممکن نہیں، قرآن مجید میں فرمایا گیا "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" کہ آپ ﷺ عظیم اخلاق کے حامل ہیں اور فرمایا گیا "وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" کہ ہم نے تم کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، آپ ﷺ ایک طرف تو اپنے پروردگار کو راضی رکھنے کے لئے ہر طرح کی مشقت اور تکلیف اٹھاتے اور اس کی مرضیات پر عمل کرتے، دوسری طرف سارے انسانوں کے ساتھ ہمدردی و محبت کا ایسا عمل کرتے کہ اس کی مثال نہیں ملتی، آپ ﷺ عبادت گذار اور شب زندہ دار ایسے تھے کہ رات کی نماز یعنی تہجد میں اتنی اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ پیروں میں ورم آجاتا، روزے اتنے رکھتے کہ رمضان سے قبل شعبان کا مہینہ بھی اکثر و بیشتر روزوں میں گزر جاتا، مال کو اللہ کی راہ میں اتنا خرچ کرتے کہ خود کوئی ایسی چیز نہ ہوتی جس کے لئے گھر والوں کو آگ جلانا پڑتی، کبھی کھجور کے کچھ دانے حاصل ہو گئے انہی سے کام چلا لیا اور کبھی بکری کا دودھ ہوا اسی کو پی کر مطمئن ہو گئے، کبھی کچھ بھی نہ ملا تو

www.abulhasanalinadwi.org

یوں بے کھائے پیئے رہ گئے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ مال ومتاع سے بالکل محروم تھے، ایسا نہیں تھا بلکہ عموماً آپ ﷺ کی ضرورت کے مطابق مال ہو جاتا تھا، مدینہ منورہ میں آپ کی کل آمدنی کچھ کھیتوں اور باغوں سے بھی ہونے لگی تھی جو آپ ﷺ کو حاصل ہو گئے تھے، لیکن آپ ﷺ کی طرف سے دوسروں کی مدد، داد ودہش اور مہمانوں کی مہمان داری اور اصحاب صفہ (جو دین سیکھنے کے لئے آپ ﷺ کے مکان کے سامنے مسجد کے ایک سرے پر مقیم رہتے تھے) ان کے کھانے کی ذمہ داری بھی آپ ﷺ اپنی ذاتی ذمہ داری کی طرح اٹھائے ہوئے تھے، یہ اصحاب صفہ بعض بعض مرتبہ ۷۰ کی تعداد تک پہنچ گئے تھے، ان میں ایک صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے جنھوں نے وہاں رہ کر خوب حدیثیں سنیں اور علم دین سیکھا، چنانچہ آج حدیث شریف کا خاصا حصہ ان ہی سے مروی ہے، ان ہی سے روایت ہے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا، اصحابِ صفہ بھی بھوکے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس کہیں سے دودھ کا ایک پیالہ ہدیہ میں آیا، آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: یہ دودھ آیا ہے سب اصحاب صفہ کو بلا لاؤ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوا کہ اتنے دودھ میں کتنے آدمی کام چلا سکیں گے، یہ تو خود آپ ﷺ پی لیتے اور کچھ بچتا تو مجھ کو دے دیتے، بجائے اس کے متعدد آدمیوں کو بلا کر پلایا جائے کسی کا بھلا نہ ہوگا، لیکن کیا کرتا، حکم تھا، میں بلا لایا، آپ ﷺ نے وہ پیالہ ایک کو دیا کہ پیو! پھر دوسرے کو دیا، پھر تیسرے کو دیا اور وہ سب پیتے رہے اور حیرت کی بات یہ کہ وہ چلتا رہا حتی کہ بلائے ہوئے سب آدمی پورے ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے پیالہ اپنے ہاتھوں میں لیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور فرمایا! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہم رہ گئے ہیں اور تم، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یوں بھی امتحان ہو رہا تھا کہ ہر پینے والے پر سوچتے ہوں گے کہ دودھ اب ختم ہوا تب ختم ہوا، میری باری دیکھو آتی بھی ہے یا

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں آتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کہنے پر کہ اب ہم رہ گئے ہیں اور تم اور پیالہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہے اور تھوڑا دودھ ہے، ظاہر ہے کہ اب آپ ہی مستحق ہیں کہ اس کو پورا کردیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رہ جائیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے اس جملہ پر کہ اب ہم رہ گئے ہیں اور تم، کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! لو اب تم پیو، وہ کہتے ہیں کہ میں نے پیا اور دودھ پھر بھی بچ گیا، میری طبیعت سیر ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا اور پیو، میں نے اور پیا، آپ ﷺ نے فرمایا اور پیو! میں نے کہا یا رسول اللہ، اب طبیعت سیر ہوگئی ہے، پھر آپ ﷺ نے پیالہ واپس لیا اور اس کو پورا کردیا۔

اس واقعہ کے اندر کئی باتیں آگئی ہیں ایک تو کھانے پینے کی چیزوں کی کمی، اور جب کوئی چیز آجاتی تو آپ ﷺ سب کو دے کر کھاتے پیتے، دوسرے یہ اخلاق، کہ چیز کے کم ہونے کے باوجود سب کا خیال رکھنا اور دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینا، تیسری اس بات کی تربیت دینا کہ دوسرے کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دینے کا مجاہدہ ہو، اور اپنے محروم رہ جانے کا خطرہ برداشت کیا جائے، چوتھے یہ کہ اگر اخلاص اور بے نفسی اور دوسروں کی ہمدردی کے جذبہ سے کام کیا جائے تو برکت ہوتی ہے اور کم چیز زیادہ آدمی کے کام آجاتی ہے، یہ برکت ہر وقت نہیں ہوتی، یہ اس وقت ہوتی ہے جب جذبہ بھی اعلیٰ ہو اور مسئلہ کا حل کوئی دوسرا نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور وہ تھوڑی چیز کو زیادہ کے قائم مقام بنادیتا ہے۔

اس طرح کی برکت کا واقعہ غزوۂ خندق میں پیش آیا تھا اور ایک واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا تھا، جس میں اس طرح اخلاص و نیک نیتی اور ایثار کے جذبہ کی حالت میں کوئی دوسرا حل نہ ہونے پر اللہ تعالیٰ نے تھوڑی چیز کو زیادہ چیز کے قائم مقام بنادیا، تفصیل کی اس وقت گنجائش نہیں، بہرحال یہ بات قابل توجہ ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی ایسا موقع آتا کہ دوسرا بھی ضرورت مند ہو تو اس کو شریک کر لیتے بلکہ اس کو ترجیح دیتے۔ اس ایثار اور سب کی فکر کرنے کے نتیجہ میں آپ ﷺ کے پاس ضرورت کی چیز کم ہو جانا قدرتی بات تھی، چنانچہ کئی کئی فاقوں کی نوبت آجاتی تھی، حالانکہ آپ ﷺ کو اتنا مال ذاتی طور پر حاصل ہوتا تھا کہ روک روک کر خرچ کرتے تو آپ ﷺ اپنا کام اس کے ذریعہ بخوبی چلا سکتے تھے، لیکن آپ کو اپنے ساتھیوں کی، اپنے پڑوسیوں کی، اپنے مہمانوں کی اتنی فکر اور ہمدردی ہوتی تھی کہ آپؐ ان کی فکر، اپنی فکر کی طرح رکھتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک بار اعلان فرمایا کہ کوئی مسلمان انتقال کر جائے تو اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے وارثوں کا ہے اور جو وہ قرض چھوڑ گیا ہو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے، بھلا یہ کون کر سکتا ہے، پھر ایک دو کے لئے اپنے تمام ساتھیوں اور ماننے والوں کے لئے، کہ فائدہ ہو تو تم لو اور نقصان ہو تو اس کی تلافی میرے ذمہ ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے ان اخلاق و محبت کی خصلتوں سے لوگوں کے دل جیت لئے تھے، جو بھی آپ ﷺ سے ایک مرتبہ مل لیتا آپ ﷺ کا گرویدہ بلکہ فریفتہ ہو جاتا، وہ دیکھتا کہ آپ ﷺ کو دنیاوی فائدے کی کوئی فکر نہیں، آپ ﷺ کو اپنی ذات کے لئے فائدہ اٹھانے سے کوئی دلچسپی نہیں، دوسروں کی ہمدردی اور دوسروں کی فکر صرف دنیاوی فائدے ہی کے لئے نہ تھی بلکہ زیادہ فکر آخرت کے فائدے کی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے آگ جل رہی ہو اور اس میں لوگ گر رہے ہوں، میں کمر پکڑ پکڑ کر لوگوں کو اس سے بچا رہا ہوں، آپ ﷺ کی یہ فکر اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا: ''لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰى اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ'' آپ ﷺ شاید اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے کہ یہ لوگ ایمان والے کیوں نہیں بن جاتے، اور واقعی آپ ﷺ

www.abulhasanalinadwi.org

کڑھتے رہتے تھے کہ لوگ گمراہ ہیں ان کا آخرت میں کیا ہوگا، ان کو گمراہی سے کیسے نکالا جائے، اس کے لئے آپ ﷺ نہ زور زبردستی کرتے تھے، نہ ڈانٹتے نہ سختی کرتے بلکہ محبت سے، اخلاق کے ساتھ ان سے مخاطب ہوتے اور نرمی کے ساتھ سمجھاتے، ایک طرف آپ ﷺ کی انسانیت نوازیاں، ہمدردیاں، دوسری طرف آپ ﷺ کی طرف سے اپنی اور دوسروں کی عافیت کی فکر اور اس فکر میں کڑھنا، یہ ایسا حال تھا کہ جو بھی اس وقت قریب سے دیکھ لیتا بالکل بدل جاتا اور آپ ﷺ کا ہو جاتا، بعض وقت کوئی شخص کفار قریش کے بہکانے پر آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے آتا اور آپ ﷺ کا سامنا ہوتے ہی، آپ ﷺ کے میٹھے بول سنتے ہی ڈھیلا پڑ جاتا تھا، ارادہ ختم ہو جاتا اور بات چیت ہوتی گرویدہ ہو جاتا اور آپ ﷺ پر فدا ہو کر لوٹتا۔

لوگوں کے فائدے اور آخرت میں نجات کی فکر آپ کے دل میں اتنی تھی کہ آپ ﷺ نہایت شفیق، ہمدرد اور محبت کرنے والے بن چکے تھے، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا: "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ" کہ تمہارے پاس تم میں کا ہی رسول آیا، اس کو تمہاری تکلیف بہت شاق ہوتی ہے، وہ تمہاری بے حد فکر کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے تو بہت ہی ہمدردی اور رحم کا جذبہ رکھنے والا ہے۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں انسانیت نوازی، اخلاق و محبت کی خصوصیات، اس قدر بڑھی ہوئی غیر معمولی تھیں کہ جس کو واسطہ پڑتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ آخرت میں سرخرو ہونے کے لئے آپ ﷺ کی جو توجہ دہانی اور نصیحت و دعوت تھی کہ آپ ﷺ کڑھتے رہتے تھے کہ کس طرح لوگوں کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی آخرت کو ٹھیک کرنے اور آخرت میں راحت کی زندگی

www.abulhasanalinadwi.org

پانے کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں کریں، ایمان لائیں اور عمل صالح کریں، ایک طرف آپ ﷺ مجسم ہمدردی اور محبت تھے، دوسری طرف انسانی قدروں کے اعلیٰ درجہ کے محافظ اور داعی تھے، تیسری طرف آپ ﷺ اپنی زندگی کو، اپنے مال ومتاع کو رضائے الٰہی کے حصول اور دنیا وآخرت کی فلاح کا طریقہ بتانے اور خود اس پر عمل کرنے پر لگائے ہوئے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ساری انسانیت کے لیے نعمت ورحمت

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جس وقت ہوئی، اس وقت دنیا مادّی ترقی کے بلند ترین مقام تک پہنچی ہوئی تھی ایران اور روم میں تمدن علم، وسائل راحت، اعلی درجہ تک پہنچ چکے تھے، اس کی تفصیلات دیکھی جائیں تو حیرت ہوتی ہے، آج کے انسان نے اپنے متمدن علاقوں میں زندگی کی راحتوں کا جو سامان کرلیا ہے اس زمانہ کے جو قلبی سکون اور ذہنی راحت اس کو مطلوب تھا وہ بالکل حاصل نہ کرسکا تھا، بلکہ وہ اس لحاظ سے ایک مصیبت کی کیفیت میں تھا، اور یہ کیفیت بڑھتی جارہی تھی، جس کے پاس پیسہ اور اقتدار ہوتا ہر طرح کی نعمتوں اور راحتوں کو جمع کرلیتا، اور جس کے پاس پیسہ نہ ہوتا وہ سوسائٹی میں جانور سے بدتر حیثیت رکھتا تھا، بیل، بھینس، گھوڑے کو وہ تکلیف و بے بسی جھیلنی نہیں پڑتی تھی جو ایک غلام انسان کو یا ایک نوکر کا کام انجام دینے والے کو جھیلنا پڑتی تھی، حتی کہ دولت مندوں کی معیاری دعوتوں میں محض لطف مجلس اور سرور محفل کے لئے کھانے کے اوقات میں غلام یا قیدی پکڑ کر لائے جاتے اور ان کو آگ لگا کر مشعل کے طور پر استعمال کیا جاتا اور لوگ دعوت کھاتے جاتے اور غلام کے جلنے اور تڑپنے سے لطف لیتے جاتے جیسے کوئی آتش بازی یا پھلجھڑی سے لطف لیتا ہے، اپنے کو اس سے برتر سمجھنے والی

www.abulhasanalinadwi.org

قومیں دوسری قوموں کو جانور سے کمتر درجہ کی سمجھتی تھیں، اور ان کے کہنے والے کہتے تھے کہ ان کے آدمیوں کو لوٹ لینا، مار ڈالنا ان کی زندگی اور موت سے اپنے مفاد کی خاطر کھیلنا اور برباد کر دینا کوئی جرم نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر انسان کو اس ظلم سے آزادی دلائی آپ ﷺ نے نعرہ دیا کہ ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے، سب ایک آدم کی اولاد، ایک خدا کے بندے ہیں، نہ کوئی بڑا ہے نہ کوئی چھوٹا، اور پھر آپ نے اپنے عمل سے یہ کر کے دکھا بھی دیا، کہ عربوں کے معزز ترین قبیلہ قریش کی معزز ترین شاخ کے چشم و چراغ ہونے کے باوجود آپ ﷺ رومی نسل کے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، کالے حبشی نسل کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو، سرخ ایرانی نسل کے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اور اس طرح برابری کا معاملہ کرتے جس طرح اپنے ہم خاندان کے کسی قریش کے ساتھ معاملہ کرتے، اور آپ ﷺ نے اس پر صرف عمل کر کے دکھانے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اس کی ببانگ دہل تلقین کی، آپ ﷺ کے عمل اور پھر اس کی تلقین کے نتیجہ میں مساوات کی یہ رسم ایسی چلی کہ انسانی تاریخ نے پھر یہ دیکھا کہ آزاد اور معزز نسل کے مسلمان بادشاہوں کے علاوہ آزاد نسل مسلمانوں پر غلام نسل کے بھی بادشاہ ہوئے، اور اسلامی تاریخ میں بار بار ہوئے اور اس پر کسی نے یہ نہیں کہا، کہ غلام نسل کے آدمی ہم پر کیسے بادشاہ ہو سکتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو جو پیغام خداوندی سنایا، اس میں سب سے اول بات یہ تھی کہ انسان کا سر سوائے اپنے مالک حقیقی کے جو خدائے واحد ہے کسی دوسرے کے سامنے نہیں جھک سکتا، اور وہ سوائے خدائے واحد کے کسی کو حقیقی نافع یا نقصان رساں نہیں سمجھ سکتا، آپ ﷺ نے اس طرح انسان کو انسان کی بلکہ جانوروں، درختوں، ستاروں، دریاؤں اور پہاڑوں کی بندگی و عبادت سے نکال کر تنہا خدائے واحد کی عبادت تک محدود کر دیا، اسی کے ساتھ آپ ﷺ نے انسان کی

www.abulhasanalinadwi.org

فضیلت تمام زمینی مخلوقات پر بتائی اور ان مخلوقات کو انسان کا خادم بتایا۔ پھر آپ ﷺ نے انسان کو انسان سے محبت کرنا سکھایا، اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ اپنائیت اور برادرانہ محبت کرنا سکھائی، اپنے اہل خاندان کے ساتھ سلوک وتعاون کی تلقین کی پڑوسیوں کے ساتھ سلوک کرنے کی ایسی تاکید کی، کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو شبہ ہونے لگا کہ، کہ ان کو اپنے غیروں اور قرابت داروں کا مرتبہ نہ دے دیں اور وراثت میں شریک قرار نہ دے دیں، اپنوں کے علاوہ غریبوں کی بھی راحت کا خیال رکھنے کی ہدایت فرمائی، اور یہ تلقین فرمائی کہ راستہ میں کوئی چیز ایسی پڑی دیکھو جس سے کسی چلنے والے کو تکلیف پہنچ سکتی ہو تو اس کو ہٹادو، اس کام کا تم کو اجر ملے گا، آپ ﷺ کو اپنی اہلیہ کی طرف سے جو غلام حاصل ہوئے تھے، ان کو آزاد فرما کر ان کے ساتھ عزیز بلکہ بیٹے جیسا معاملہ رکھا، حتی کہ اپنی ایک قریب ترین عزیزہ سے جو عربوں کے معزز ترین قبیلہ قریش کی فرد تھیں ان کی کی شادی کردی، اس طرح آپ ﷺ نے یہ دکھادیا کہ آقا وغلام کو کس انتہائی حد تک یکساں کیا جاسکتا ہے۔

آج دنیا نے جمہوریت ومساوات کے جو اعلی سے اعلی نظریات پیش کئے ہیں، اور اس کو ان پر عمل کرنے کا دعویٰ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کردہ عملی مساوات کا ایک چھوٹا نمونہ بھی پیش نہیں کرسکتی، امریکہ آج جمہوریت کا سب سے بڑا علمبردار ہے لیکن وہ کالوں کو گوروں کے مساوی سمجھنے میں کوتاہی کرنے میں ابھی تک بچ نہیں سکا ہے زندگی کے مختلف میدانوں میں سیاست میں، تعلیم میں، معاشرت میں ہر جگہ وہاں دونوں میں فرق کیا جاتا ہے، جنوبی افریقہ میں انگریزوں نے ابھی چند برسوں قبل تک سیاسی اور سماجی زندگی میں کالوں کو عزت واحترام سے انتہائی دور رکھنے اور ان کو کمتر سمجھنے کا جو رویہ اختیار کر رکھا تھا وہ ظلم کی انتہائی مثال ہے، یورپ میں باوجود ساری ترقیات کے آج بھی انسان انسان میں فرق کیا جاتا ہے، لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معزز ترین سمجھی جانے والی نسل اور معزز ترین شاخ کے فرد ہونے کے باوجود غلاموں اور سماجی طور پر دبے کچلے انسانوں کے ساتھ برابری، مساوات اور عزت کا جو معاملہ کیا، اور برابر کرتے رہے، اور اس کی تلقین کرتے رہے، پوری انسانی تاریخ اس کی مثال نہیں پیش کرسکتی، اس سلسلہ میں آپ ﷺ کی تلقین و ہدایت اور سخت تاکید کے اثر سے آپ ﷺ کے ماننے والوں نے بھی اس مساوات اور انسانی ہمدردی پر اعلیٰ کارنامے دکھائے، مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ملک شام کا ایک بادشاہ مسلمان ہوکر حج کرنے آیا، وہ اپنے شاہی کروفر کے لباس میں مشغول طواف تھا، کہ ایک غریب اور دیہاتی کا پیر اس کے دامن پر پڑ گیا، جس سے وہ بادشاہ پھنس کر گرنے کے قریب ہوگیا، اس کو ایسا غصہ آیا، کہ اس نے اس غریب دیہاتی کو طمانچہ مار دیا۔ دیہاتی نے خلیفۂ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کے سماجی فرق کا لحاظ کئے بغیر بدلہ دلانے کا حکم دیدیا کہ بدوی کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اسی طرح اس بادشاہ کے طمانچہ مارے، بادشاہ نے کہا کیا یہ بھی ہوسکتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں حصول انصاف میں سب برابر ہیں، بادشاہ نے ایک روز کی مہلت طلب کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ مہلت دیدی، وہ رات ہی رات بھاگ گیا، اور اسلام سے ہٹ گیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے انصاف پسند فیصلہ پر سے نہیں ہٹے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت نوازی، مساوات اور کمزوروں کی مدد کی جو تلقین فرمائی، اس کا اثر آپ ﷺ کی امت میں نمایاں طریقہ سے ظاہر ہوتا رہا۔ اور شاندار مثالیں سامنے آتی رہیں۔ آپ ﷺ نے صرف انسانوں ہی نہیں بلکہ ہر ذی حیات کے ساتھ ہمدردی کی تلقین فرمائی، آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ "فی ذات کل کبد حری لکم أجر" ہر گرم کلیجہ رکھنے والی شے کا خیال رکھنے پر تم کو اجر ملے گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ظلم کو جانوروں کے ساتھ بھی روا رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ بے زبان جانور کی تکلیف دور کردینے پر بھی اجر بتایا، اور تلقین کے طور پر کئی واقعات بتائے کہ پیاسا جانور کو پانی پلا دینے پر ایک بڑے گنہگار کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش ہوگئی، اور ایک جانور کو بہت دکھ دینے پر آدمی کو جہنم کا عذاب ملا۔

آپ ﷺ اس دنیا سے جب رخصت ہو رہے تھے، آپ ﷺ کی زبان مبارک پر خاص طور پر دو نصیحتیں تھی، کہ دیکھو کہ اپنے پروردگار کی عبادت (نماز) کو قائم رکھنا اور اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، آپ ﷺ نے اس کی اہمیت اتنی محسوس کی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی آپ ﷺ نے اس کی طرف توجہ دلائی کہ امت کے لوگ اس کی اہمیت کو سمجھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''من لم یوقّر کبیرنا ومن لم یرحم صغیرنا فلیس منّا'' کہ ہمارے معاشرہ میں جو اپنے بڑوں کا احترام نہ کرے اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ رحم دلی نہ کرے وہ ہماری جماعت میں سے نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے کمزور ہونے کی بے حد رعایت فرمائی اور ایسے احکام دیئے جن میں عورت کی عصمت کی حفاظت، اس کے باعزت مقام کا بڑا لحاظ ہے، آپ ﷺ نے عورت کو باعزت مقام دلایا، ورنہ عورت کو مرد کے لئے کھلونہ، خدمت اور راحت رسانی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا اور اس کے حقوق کو بری طرح پامال کیا جاتا تھا، اس کو پیدا ہوتے وقت ہی سے ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ بچپنے میں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، آپ ﷺ نے عورت کو مرد جیسی عزت والا بنایا بلکہ بچیوں کی پرورش کا ثواب لڑکوں کی پرورش سے بھی زیادہ بتایا، اور عورت خواہ بیوی ہو خواہ ماں ہو تو اس کے حقوق علاحدہ علاحدہ اعلیٰ سطح سے مقرر فرمائے اور ان

www.abulhasanalinadwi.org

کی ادائیگی کی تاکید فرمائی، بیٹی کا حق بیٹے کے ساتھ ضروری قرار دیا۔ اور اس کو باقاعدہ مقرر فرمایا۔ بھائی کے ساتھ بہن کا بھی حق بتایا اور اس کو بھی مقرر فرمایا، بیوی اگر شوہر کا ظلم دیکھے تو اس کے لئے علاحدگی کا طریقہ طے فرمایا۔

آپ ﷺ کی محبت و ہمدردی صرف انسانوں تک محدود نہیں رہی، نہ صرف جاندار کے ساتھ محدود رہی، بلکہ آپ ﷺ نے خدا کی دی ہوئی دولت اور دنیاوی سہولتوں کے بارے میں بھی عاقلانہ اور منصفانہ رویہ سکھایا، خرچ میں اسراف سے منع کیا، تاکہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو ضائع نہ کیا جائے، صدقہ خیرات کی تلقین فرمائی، تاکہ امیروں کی دولت غریبوں تک بھی پہنچے زکوٰۃ کے ذریعہ زائد دولت رکھنے والوں پر غریبوں کی مدد لازمی کردی تاکہ اس دنیا کی دولت وثروت ایک جگہ اکٹھا ہوجانے سے ضائع نہ ہو، عبادات میں روزہ کا بھی حکم سنایا، جس کے ذریعہ ہر مسلمان کو بھوک و پیاس کی ایک سالانہ مشقت سے گذرنا ہوتا ہے، تاکہ اس کو محسوس ہو کہ بھوک و پیاس کیا چیز ہے، اور بھوکا انسان کیسا ہوتا ہے اس کا احساس رہے، اور کم وسائل زندگی رکھنے والے کی تصویر مسلمان کے ذہن میں قائم رہے۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ زندگی اور اپنی اردگرد کی دنیا میں جو کچھ ہے، اس سے فائدہ اٹھانے اور اس سے فائدہ پہنچانے کے طریقے بتائے، ایسے طریقے کہ ان پر عمل کرنے سے دنیا کا سارا نظم درست ہوجاتا ہے۔ اور برائیوں کا ازالہ ہوجاتا ہے، اور اس نظام پر عمل کیا جائے تو ساری دنیا، اعتدال، انصاف، امن اور بھائی چارگی کے ماحول میں چین واطمینان اور خوش حالی کی زندگی گزار سکتی ہے، اور اس پر مزید یہ کہ اس دنیا کے ختم ہونے پر جب آخرت کی زندگی آئے گی تو وہاں مزید کامیابی اور راحت وعافیت حاصل ہوگی۔

آپ ﷺ ان عظیم تعلیمات اور خود ان پر پورا عمل کرنے کے باعث عالم

www.abulhasanalinadwi.org

بلکہ سارے عالموں کے لئے امن وراحت کے پیامبر بنے اور مساوات اور امن و راحت کا راستہ بتانے اور راستہ ہموار کرنے کی وجہ سے رحمۃ للعالمین ثابت ہوئے، جس کی شہادت خود خدا تعالیٰ نے اپنے فرمان میں دی ہے کہ "وما أرسلناك إلا رحمةً للعالمين" کہ ہم نے تم کو مخصوص طور پر تمام دنیا جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاما دائمین متلازمین الی یوم الدین۔

www.abulhasanalinadwi.org

نبوّت محمدی ﷺ کی تکمیل واتمام

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا مسئلہ کبھی شک وتردد کا مسئلہ نہیں رہا، کوئی شخص شہرت اور جھوٹی عزّت کے حصول کے لیے اس میں شبہ ڈالے تو کبھی کبھی چند کم سمجھ لوگ اور وہ لوگ جن کے ذہن تضاد کا شکار رہتے ہیں اور جو اپنے دماغ کے الجھاؤ کے باعث سیدھی بات سمجھنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں، وہ ایسے غیر حقیقت پسندانہ دعویٰ کو مان لیتے ہیں جو کہ کوئی شاطر آدمی یا الجھے ذہن کا شخص کر دیا کرتا ہے۔

انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ تاریخ میں سچے نبیوں کی نقل میں جھوٹے نبی بھی آتے رہے ہیں اور وہ سیدھے سادے عوام کو دھوکہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، لیکن جھوٹی اور غیر منطقی بات زیادہ نہیں چلتی ہے اور سطحی قسم کا فریب جلد کھلتا رہا ہے، چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسود العنسی، طلیحہ، اور مسیلمہ کذاب اُبھرے اور ناکام رہے۔ گذشتہ انبیاء کے زمانوں میں چونکہ خدا کو نبیوں کا سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک چلانا تھا، اس لیے اس نے ختم نبوت کا فیصلہ آپ ﷺ سے قبل نہیں سنایا، کیونکہ آپ ﷺ کے زمانہ تک قوموں اور امتوں کے بدلتے ہوئے مزاجوں کے لحاظ سے شریعت اور دین میں جو ترمیم و اضافہ فرمایا جانا تھا یہ ترمیم واضافہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا، کیونکہ

www.abulhasanalinadwi.org

آپ ﷺ کے زمانہ سے تاقیامت انسانی برادری کے مزاج میں کوئی خاص تبدیلی واقع نہ ہوگی، اس کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً ط

''آج یعنی اب میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو میں نے تمہارے لیے بحیثیت دین پسند کیا''

دین مکمل ہو جانے کے بعد نئے نبی کی ضرورت ختم ہوگئی کیونکہ اب کوئی نئی بات بھیجی جانا نہ رہی، اب دین کو صرف پھیلانے اور عام کرنے کا کام رہ گیا تھا، جس کو علمائے دین اور داعی حضرات بخوبی انجام دے سکتے ہیں اور انجام دے رہے ہیں، اور معمولی اور چھوٹی باتوں کے لیے ان کو اجتہاد کا حق بھی ملا ہوا ہے، نعمت کو پوری کر دینے سے واضح ہوا کہ جو سلسلہ اور تسلسل نبیوں کے آتے رہنے کی نعمت کا تھا وہ تسلسل پورا ہو گیا اب نبیوں کے آتے رہنے کا سلسلہ نہ رہے گا، چنانچہ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا، خاتم ختم کرنے والے کے معنی میں لیا جائے یا مہر کے معنی میں لیا جائے جو خط اور دستاویز کے ختم ہو جانے کی علامت ہوتی ہے، دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا، آپ ﷺ سے قبل انبیاء کے تسلسل کے زمانے میں ہر ایک نبی اپنے بعد کے نبی کی اطلاع دیتا تھا، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اطلاع دی کہ وَمُبَشِّراً م بِرَسُوْلٍ یَّأْتِیْ مِنْ م بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَد ''میں بشارت دیتا ہوں ایک نبی کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے۔'' یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ برسولٍ یعنی صرف ایک رسول کے ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور نبی آنا ہوتا تو صرف ایک رسول

www.abulhasanalinadwi.org

کی بشارت نہ دیتے بلکہ رسولوں کا لفظ استعمال کرتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نبی کے آنے کی خبر دی بلکہ اس کے برعکس فرمایا ''ولکن لا نبی بعدی'' کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ بہرحال عقل ونقل کے بکثرت دلائل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا لیکن گمراہی میں مبتلا ہونے کے جہاں بہت سے میدان رہے ہیں وہاں نبوت کے جھوٹے دعوے کا بھی ایک میدان رہا ہے، البتہ گمراہی کے دوسرے میدان عقل کی بے راہ روی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن جھوٹی نبوت کا میدان اسلام کے احکام سے اور مذہب کی ضرورت وتقاضے سے غافل رہنے اور آسانی سے دھوکا کھا جانے والوں کے ساتھ مخصوص رہا ہے، چنانچہ غلام احمد قادیانی نے ہی نہیں بلکہ تاریخ میں متعدد اشخاص نے عوام کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی، چند آدمیوں نے دھوکا بھی کھایا اور ان کو نبی مان لیا، لیکن بات زیادہ نہ چل سکی اور سب ناکام رہے، لیکن چونکہ غلام احمد قادیانی کو برطانوی حکومت کا سہارا حاصل رہا بلکہ اسی کے ایماء سے یہ کام کیا گیا اور برطانیہ کی حکومت زبردست وسائل اور اثر رکھنے والی تھی اور شاطرانہ چالوں سے بھی خوب واقف تھی، وہ اسلام کے صحیح عقیدے کو بگاڑ کر مسلمانوں کی اسلامی طاقت کو پارہ پارہ کرنا چاہتی تھی چنانچہ غلام احمد قادیانی کو ہوا دی اور پشت پناہی کی جس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ غلام احمد قادیانی نے برطانوی سامراج کی بڑی تعریفیں کی ہیں، اس کو اللہ کی رحمت ونعمت قرار دیا ہے اور اس کی مخالفت کو بُرا قرار دیا ہے حالانکہ اس حکومت نے مسلمانوں کو ہندوستان میں اور باہر کی دنیا میں بہت نقصان پہنچایا اور دشمنی کی، ہزاروں ہزار کو قتل کیا پھر وہ کافروں کی حکومت تھی، کیا کسی نبی کا یہ کام ہوسکتا ہے کہ وہ ایسی حکومت کی تعریف کرے؟

انگریزوں کی طرف سے غلام احمد قادیانی کی سرپرستی اور تائید خود برطانیہ

www.abulhasanalinadwi.org

میں محفوظ ایک دستاویز سے بھی ثابت ہو چکی ہے اور اب بھی یہ سلسلہ قائم ہے، برطانیہ اور مغرب و مشرق دونوں کی اسلام مخالف طاقتیں اس جھوٹی نبوت کی ترویج میں برابر سہارا دے رہی ہیں ان ہی کے سہارے اور مدد سے جھوٹی نبوت کا یہ فتنہ ابھی تک قائم ہے بلکہ اثر ڈال رہا ہے اور چونکہ یہ ایک فتنہ بنا ہوا ہے اس لیے اس کو ختم کرنے کے لئے مسلمان علماء اور داعیوں کو زیادہ فکر و توجہ کی ضرورت پڑ رہی ہے اس کے لئے زیادہ دلائل کی ضرورت نہیں ہے صرف اس کی حقیقت اور دھوکے بازی سے لوگوں کو ٹھیک طریقہ سے واقف کرا دیا جائے تو فتنہ خود ختم ہو جائے گا، علماء نے اس کے باطل ہونے کے سلسلے میں اپنے اپنے موقعوں پر وضاحت کی ہے اور آج کے زمانے میں بھی وضاحتوں کی ضرورت ہے کیونکہ غیر مسلموں پر جو اسلام کی حقانیت سے واقف نہیں اور خود سادہ لوح کچھ مسلمانوں پر اس جھوٹی نبوت کا فریب اب چل جاتا ہے اور خاص طور پر ایسی صورت میں کہ قادیانی تحریک بڑی دولت اور وسائل کی مالک ہے اور وہ اپنے غیر مسلم ہمدرد طاقتوں کے سہارے جگہ جگہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا جال پھیلاتی جا رہی ہے لہٰذا علمائے دین اور اہل غیرت مسلمانوں کا فرض ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و خاتمیت کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا مقابلہ کریں۔

یہاں ایک بات ضرور پیش نظر رکھنا چاہئے کہ قادیانی مبلغ جھوٹ سے بھی خوب کام لیتے ہیں اور موقع دیکھ کر اس بات سے انکار کر دیتے ہیں کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو نہیں مانتے، وہ یہ کہنے لگتے ہیں کہ غلام احمد آپ ﷺ کے ماتحت نبی تھے لہٰذا ان کے دھوکہ کو سمجھنا چاہئے، ان وضاحتوں سے اس جھوٹی نبوت کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس فتنہ کو ختم فرمائے اور گمراہوں کو ہدایت کے نور سے منور فرمائے۔ (آمین)

www.abulhasanalinadwi.org

دعوتِ دین اور اسوۂ نبوی ﷺ

دعوتِ دین وہ عمل ہے جس کے نتیجہ میں اصلاح کی اور عملِ صالح کو اختیار کرنے کی صورت پیدا ہوتی ہے، اور یہ وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ ایک آدمی صرف اپنے ہی عمل کے ثواب کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ ان تمام لوگوں کے ثواب کا بھی مستحق بن جاتا ہے جو اس کے کہنے اور متوجہ کرنے سے حق قبول کرنے والے اور عملِ خیر کرنے والے بن گئے وہ دو چار بھی ہو سکتے ہیں سیکڑوں اور ہزاروں بھی ہو سکتے ہیں، اس طرح امت میں بعض بعض حضرات کے ثواب کا اندازہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے جن کی دعوت کے اثر سے ہزاروں اور لاکھوں کی اصلاح ہوئی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا ثواب حاصل ہو رہا ہوگا، خود ان کے عمل کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، پھر ساری امت کے اعمال کے ثواب کے برابر بطورِ مزید اُن کو ملے گا، کیونکہ سب اصلاً ان ہی کی دعوت کا نتیجہ ہے۔

لیکن دعوت کا کام ایک طرف تو بڑے اجر و ثواب کا کام ہے، دوسری طرف یہ کام بڑی دانائی، حکمتِ عملی اور نفس کشی کا کام ہے اس کام کے ساتھ خود اپنے کو بھی معیارِ صلاح و احتیاط پر رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ بے عمل کی

www.abulhasanalinadwi.org

دعوت کا اثر مدعو پر بہت کم پڑتا ہے، اور اسی طرح مدعو کے حالات ومزاج کو سامنے رکھتے ہوئے حکمت وموقع ومحل کا لحاظ کر کے بات کرنا ہوتی ہے، اس سلسلہ میں اپنی راحت وپسند کی قربانی بھی دینا پڑتی ہے، ان باتوں کی رعایت کرنے پر بعض وقت بغیر کچھ کہے بھی اثر پڑ جاتا ہے، بعض وقت صاف طریقہ سے بات کہنے کے لئے مناسب وقت کے انتظار میں بڑا صبر کرنا پڑتا ہے اور نصیحت کرنے پر سخت وست بھی سننا پڑتا ہے اور اس کو جھیلنا پڑتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ کام مشکل اور مجاہدہ کا کام بن جاتا ہے، لیکن اس کے لئے جو اجر بیان کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اس کا دھیان کرنے پر ساری زحمت کافور ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں کو خیر وصلاح کی طرف دعوت دینے میں اتنی زحمت وحکمت کی ضرورت نہیں ہوتی جتنی غیر مسلموں کو حق کی راہ پر لانے میں ہوتی ہے، وہاں اس کام میں زیادہ حکمتِ عملی، خوش اخلاقی اور موقع ومحل کے لحاظ کی ضرورت ہوتی ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے نو سو پچاس سال محنت کی اور توجہ وبرداشت کے ساتھ کام میں لگے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دہائی سے زیادہ وقت اس کام میں صرف کیا، طرح طرح کی ایذا رسانی برداشت کرنا پڑی، لیکن بہت دردمندی اور بُردباری کے ساتھ کام میں لگے رہے، آپ ﷺ پر گندگی پھینکی گئی مگر آپ ﷺ مشتعل نہیں ہوئے، آپ ﷺ کو پاگل، جادوگر اور مفسِد کہا جاتا اور آپ ﷺ صابر وسکون کے ساتھ سب سنتے اور نظر انداز کرتے، پھر مستزاد یہ کہ کہنے والے خاندان کے ہی لوگ تھے، اور آپ ﷺ خاندانی عزت واثر میں ان کہنے والوں سے کم بھی نہیں تھے، اگر چاہتے تو سخت جواب دیتے اور دانت کھٹے کر دیتے، لیکن آپ ﷺ نے دعوت کی مصلحت کی خاطر برداشت کیا، اور جب بھی موقع مناسب پایا بڑے سے بڑے

www.abulhasanalinadwi.org

مخالف سے مل کر بہت خوش اسلوبی سے بات کہی لیکن آخر میں جب اِن اعزہ و اقارب نے مکہ میں آپ ﷺ کا رہنا بھی مشکل بنا دیا تو اپنے پروردگار کی اجازت وحکم سے ہجرت فرمائی، اور مکہ چھوڑتے ہوئے وطن عزیز کو خیر باد کہنے کا جو اثر طبیعت پر ہوتا ہے وہ برداشت کیا، جو آپ ﷺ کے اس جملہ سے ظاہر ہوتا ہے جو آپؐ نے وطن چھوڑتے ہوئے فرمایا کہ ''اے مکہ ہم تم کو نہ چھوڑتے لیکن تمہارے رہنے والوں نے ہم کو رہنے نہیں دیا'' مکہ آپ ﷺ کا صرف وطن ہی نہ تھا بلکہ کعبہ کی وجہ سے قلب ودماغ کا مرکز بھی تھا لیکن دعوت دین کی خاطر آپ ﷺ نے اس کو چھوڑا، کوئی کشمکش نہیں کی، اور نہ انتقام لینے کو سوچا، کیونکہ اس سے دعوت کا کام متاثر ہوتا، پھر مدینہ جا کر چند برس کی جد وجہد کے بعد صلح حدیبیہ یعنی نفس کشی کا کام کیا تا کہ دشمنوں کی دشمنی کچھ دنوں کے لئے موقوف کر سکیں، اور اس طرح مسلمانوں کی دین کی دعوت پُرسکون اور آپسی ہمدردی کے ماحول میں پیش کر سکیں، چنانچہ اس کا غیر معمولی اثر پڑا کہ ان دو سالوں میں جتنے لوگ مسلمان ہوئے وہ اس سے قبل کی ساری مدت میں مسلمان ہونے والوں سے زیادہ تھے۔

جب معاشرہ مشترک طرز زندگی کا ہو، اور اقتدار اور حکومت کا اس سلسلہ میں مفید کردار ہو تو صرف محبت وہمدردی اور دل سوزی ہی ذریعہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کی اعلیٰ مثالیں ہیں، حق سے روگرداں لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو سرے سے مذہب ہی کو نہیں مانتے جن کو دینی اصطلاح میں مُلحِد کہا جاتا ہے، ان کو حق کی طرف مائل کرنے کے لئے مذہب کی خوبیوں اور برکتوں اور نعمتوں سے روشناس کرانا ہوتا ہے، ان کو بتانا ہوتا ہے کہ تم میں بے خدا ہونے کی صورت میں زندگی کس قدر خشک اور بے مزہ ہو جاتی ہے اور سکونِ قلب سے کس قدر دور ہوتی ہے ملحد کو ترغیب دینا ہے کہ وہ مذہب کے تسکین بخش ہونے کی

www.abulhasanalinadwi.org

صفت کا تجربہ تو کر کے دیکھے، ذرا اس کو سمجھنے کی کوشش تو کرے، دوسری طرف کے روگرداں اشخاص وہ ہوتے ہیں جو مذہب کو تو مانتے ہیں اور خدا کو بھی مانتے ہیں لیکن راہِ حق و دینِ صحیح سے منحرف ہوتے ہیں وہ آخری نبی اور آخری دین کو نہ ماننے کی وجہ سے ان کو مانتے نہیں ہیں خدائے واحد پر انحصار ان کے مذہب میں نہیں ہوتا ایسے اشخاص کو دینِ حق سے قریب لانے کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ وہ قریب ہو کر دینِ حق کا توحید و رسالت کا مطالعہ کر سکیں، اور اس کی خوبی کو سمجھ سکیں، ایسے اشخاص کے ساتھ محبت سے پیش آنا ہوتا ہے اور حسنِ سیرت سے ان کو اپنے سے قریب کرنا ہوتا ہے، ان سے ایمان کی بات بتانا ہوتی ہے ایمان کی دعوت دینا ہوتی ہے، ایمان وہ جملۂ حق ہے جو ہر مذہب کا ماننے والا سنتا اور دھیان دیتا ہے اس لئے کسی بھی شخص سے ایمان کے حوالہ سے بات کہی جا سکتی ہے وہ اس کو آسانی سے سنے گا اور اگر اس کے دل کو یہ بات چھو گئی تو اس سے متاثر ہوگا، ایمان کا تعلق دل سے ہے دلائل و حجت کا تعلق عقل سے ہے، عقل خوب پینترے جانتی ہے، اس کو شکست دینا آسان نہیں ہوتا لیکن دل کو جب بات اچھی لگ جائے تو دل مائل ہو جاتا ہے وہ دلائل کے چکر میں زیادہ نہیں پڑتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار کے سامنے بات رکھی تو خالق اور پروردگار کو ایک ماننے کی بات رکھی اور انسانوں کے ساتھ ہمدردی، مظلوموں کی مدد، مہمان کی خاطر داری مسافر کی مدد، جیسے کاموں کی تلقین کی، اور اس کی دعوت دی یہ وہ حکمت اور طریقہ تھا جو دلوں کو جلد متاثر کرتا ہے، غیر مسلموں کو قریب کرنے کے لئے اس کی نقل کی جا سکتی ہے، ہمدردی و انسانیت نوازی اور ایمان باللہ وحدہ، ایمان بالرسول و خاتم المرسلین کو ملانے سے وہ عظیم دعوت بن جاتی ہے جس میں ایک خاص برکت اور تاثیر ہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کی پیروی ہے جو آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران اختیار

www.abulhasanalinadwi.org

فرمائی تھی، آپ ﷺ کو ایذائیں دی گئیں لیکن آپ نے صبر کیا، سخت سست کہا گیا لیکن آپ ﷺ نے برداشت کیا اور اخلاق ومحبت کے ساتھ ہمدردی اور حکمت کے ساتھ کام جاری رکھا اور ایک ایک کر کے لوگ متأثر ہوتے گئے، اور جس نے اثر لیا وہ آپ ﷺ کا گرویدہ ہوگیا، دراصل دعوت کے کام میں مدعو کے دل میں اثرات کی ضرورت ہوتی ہے اپنے کو اس کا خیر خواہ اور مخلص محسوس کرانے کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ انسان اپنے مخلص وخیر خواہ کی بات سنتا ہے اور جس کو وہ مخلص وخیر خواہ نہ سمجھے اس کی بات پر دھیان ہی نہیں دیتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے کام کے سلسلہ میں جو ہدایات یا وصا حتیں فرمائی ہیں ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ کام خیر خواہی کے جذبہ کے بغیر نہیں ہوسکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خیر خواہی اتنی محسوس کرائی ہے کہ حیرت ہوجاتی ہے، عبداللہ بن ابی اپنے قبیلہ خزرج کا بڑا مقبول سردار رہ چکا تھا، قبیلہ کے ساتھ وہ بھی اسلام لایا، لیکن اسلام اس کے حلق سے نہیں اترا تھا، وہ اپنے کو مسلمان ثابت کرتا، لیکن اندر اندر دشمنی کرتا، ظاہر میں مسلمان ہوگیا تھا اس سے اس کا قبیلہ اس سے ہمدردی رکھتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی رعایت میں یہ جانتے ہوئے کہ وہ منافق ہے بلکہ اس کی طرف سے آپ ﷺ کو وقتاً فوقتاً سخت ایذا پہنچتی تھی لیکن اچھا برتاؤ رکھا، بلکہ ایک سفر کے دوران عبداللہ ابن ابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کی طرف آتے ہوئے مسلمانوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ مدینہ پہنچ کر مدینہ کے معزز لوگ اِن گھٹیا اور ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے، جس کا صاف مطلب تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مہاجرین کے لئے وہ کہہ رہا ہے، یہ ایسی بات تھی کہ خود عبداللہ ابن ابی کے بیٹے کو بری لگی ان کو یہ خیال ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس باغیانہ حرکت پر ان کے

www.abulhasanalinadwi.org

باپ کو سخت سے سخت سزا دے سکتے ہیں، یا خود مسلمان ناراض ہو کر اس کو قتل کر سکتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے باپ نے ایسی گندی بات کہی ہے اس پر وہ لائقِ قتل ہو سکتے ہیں، میں خیال کرتا ہوں کہ قتل کا کام اگر کوئی مسلمان کرے گا تو میں انسان ہوں فرزند ہونے کے ناطے مجھ پر اس کا اثر پڑ سکتا ہے جو میرے ایمان کے لئے مضر ہوگا لہٰذا یہ کام لینا ہو تو مجھ سے ہی لے لیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں گا، آپ ﷺ کے اس عمل کا ایسا اثر پڑا کہ جب مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا یہ قافلہ داخل ہوا تو عبداللہ بن ابی کے بیٹے راستہ پر کھڑے ہو گئے اور باپ کی آمد پر تلوار دکھا کر کہا سن لیجئے، معزز و موقر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ہیں اور ذلیل اور پست آپ ہیں، اب سن لیجئے آپ مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر داخل بھی نہیں ہو سکتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعدہ کو برابر نبھایا کہ عبداللہ بن ابی کے ساتھ تاحیات خوش اخلاقی کا ہی معاملہ رکھا، خوش اخلاقی اختیار کرنے کے سلسلہ میں قرآن کی ہدایت یہاں تک آئی کہ اگر کوئی مشرک تمہاری حفاظت میں آئے تو اس کو حفاظت کے ساتھ اپنے پاس ٹھہراؤ، اس طرح اللہ کا کلام سنے گا پھر اس کو اس کی حفاظت کی جگہ تک پہنچا دو۔

صوفیائے کرام علمائے ربانی اور بزرگانِ دین نے دعوت کی خاطر احکامِ خداوندی اور اسوۂ نبوت کو پوری طرح اختیار کیا، اسی کا اثر ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد ہے، اس سلسلہ میں ان کے بے شمار واقعات ہیں جن سے ان کی محنت، وصبر و برداشت، عام انسانی ہمدردی خیر خواہی، دوستوں کے ساتھ اخلاص و محبت دشمنوں کے ساتھ بھی رعایت و خیر خواہی کی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں، یہ وہ

www.abulhasanalinadwi.org

طریقۂ عمل ہے جس سے دین تو دین ہے دنیا بھی عافیت وخیر کی بن جاتی ہے، چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف ، با دشمناں مدار

www.abulhasanalinadwi.org

نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ دعوت وتبلیغ

اور عصری تحریکات

مسلمان داعیوں کے لئے کامل ومکمل نمونہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے طریقۂ کار کو مصالحانہ رکھا، اور سختی وٹکراؤ کا رویہ اسی وقت اختیار کیا جب مخالفوں نے سختی کا جواب سختی سے دینے پر مجبور کر دیا، آپ ﷺ نے اسلام کی صلح پسند تصویر کو اپنے نرم خو رویہ سے ظاہر کیا جس میں اخلاص وخیر خواہی کا جذبہ صاف ظاہر ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرصۂ دراز تک کریم النفسی کے ساتھ صبر کیا، مسلمان بھی آپ ﷺ کے ساتھ ظلم وزیادتی اور ذلت ورسوائی اور دیگر مصائب سے دوچار ہوئے، حتیٰ کہ اس کا تذکرہ صحابۂ کرامؓ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، جیسا کہ حضرت ابوعبداللہ بن خبّاب بن ارت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے فریاد کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت چادر کا تکیہ بنائے ہوئے تھے اور ہمارا حال یہ تھا کہ مشرکین کے سخت مظالم سے دوچار ہونا پڑ رہا تھا، تو ہم نے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ ہمارے لئے ایسی صورت میں مدد نہیں چاہیں گے اور دعا نہیں کریں گے، تو آپ ﷺ

www.abulhasanalinadwi.org

نے فرمایا، پچھلی امتوں کے کسی فرد کو پکڑا جاتا اور اس کے لئے گڈھا کھودا جاتا، پھر اس میں ڈال دیا جاتا، پھر آری اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، اور لوہے کی کنگھیوں سے اس کا سر چھیدا جاتا، تو صرف گوشت اور ہڈی باقی رہ جاتی اور یہ چیز اس کو دین سے نہیں روک پاتی تھی، ''خدائے ذوالجلال کی قسم اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل کر کے رہے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اللہ کے سوا وہ کسی کا خوف محسوس نہیں کرے گا، حتیٰ کہ چرواہے کو اپنی بکریوں پر کسی بھیڑیئے کا ڈر نہ ہوگا، لیکن تم عجلت بازی سے کام لیتے ہو۔''

(بخاری شریف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ کار کا دوسرا نمونہ اسی سے متعلق یہ ہے کہ آپ نے مقام حدیبیہ میں صلح و مصالحت قائم کرنے کا وہ اہم فریضہ انجام دیا، جس کی وجہ سے ساری کشمکش ختم ہوگئی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد ہی سے کفار اور مسلمانوں کے مابین جاری تھی، اور دونوں میں ایسی صلح ہوئی جس نے مسلمانوں کو اس بات کا موقع دیا کہ وہ اسلام کی فطری تصویر کو غیر مسلموں کے سامنے پیش کریں، اور کفار کے لئے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ لوگ اس تشدد سے دور رہ کر جس کا لازمی نتیجہ اختلاف اور جنگ کی سیاست تھا، اسلام کا بغور مطالعہ کریں، اسی وجہ سے صلح کے دو سالہ عرصہ میں اسلام کے مخالفین کو اسلامی زندگی کی انسانیت نوازی و کریمانہ اخلاق کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اس کے بعد میں وہ اسلام میں اتنی تعداد میں داخل ہوئے جتنے اس سے پہلے کی پوری مدت میں بھی نہیں ہوئے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ نرم مصالحانہ طریقۂ کار عصر حاضر میں دعوت و تبلیغ کے کام کا بہترین نمونہ ہے، جو حقیقی اسلام سے بُعد کے سبب اس جاہلی دور کے مشابہ ہے، جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے اہل عرب کو دعوتِ اسلام

www.abulhasanalinadwi.org

پیش کی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان داعیوں نے عہد اول ہی میں جو آپ کی بعثت سے سترہ سال کی مدت پر محیط ہے قسم قسم کے مصائب ومشکلات کا سامنا کیا، لیکن ان حضرات نے اسلامی دعوت کی مصالحانہ روش کو باقی رکھا، اس مسئلہ کو سیاست وقیادت اور جدال وانتقام کا مسئلہ نہیں بنایا، کیونکہ انتہائی مقابلہ آرائی کا طریقۂ کار ایک ایسا طریقۂ کار ہے جو اپنی فلاح ونجات کے لئے عموماً مکر وفریب حیلہ سازی وچالبازی کے ذرائع کے استعمال کا متقاضی ہے، اور جب بھی کوئی اس طرز کو اختیار کرے گا، اور اس پر کسی بھی دعوت کی بنیاد رکھے گا تو جاہلوں اور اس کی حقیقت سے ناآشنا لوگوں میں یہ دعوت ایک سیاسی تحریک کی شکل میں ظاہر ہوگی، جس کا بانی اور اس کا قائد اچھے برے کسی بھی حیلہ وتدبیر سے غلبہ واقتدار کو پہنچنا چاہتا ہے، اور وہ سمجھیں گے کہ یہ اسی غلبہ واقتدار کی لالچ اور حرص کی بنا پر ہے، جو اس کے خواہش مند حضرات کے دلوں میں جنم لیتی ہے، یا جاہ ومنصب، مال ودولت اور سلطنت وحکومت حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے، یہ وہ چیز ہے جو انسانی خمیر اور جبلت میں داخل ہے، اور اسی کا گمان عام حالتوں میں لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے، یہ صورت حال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی پیش آئی کہ ایک دن عتبہ بن ربیعہ نے کہا جو اپنی قوم کا سردار تھا اور قریش کی محفل میں حاضر تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ خدا میں تنہا تھے، اس نے کہا: اے قریشیو! کیوں نہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں اور ان سے بات کروں اور ان کے سامنے چند باتیں پیش کروں، شاید کہ ان میں سے بعض کو قبول کرلیں، تو ہم ان کی خواہش کے مطابق ان کو عطا کردیں، تاکہ وہ اور ہم دونوں آرام سے رہیں، یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جلد ہی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے اور کفار

www.abulhasanalinadwi.org

قریش نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے متبعین کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، تو انھوں نے کہا: کیوں نہیں، ضرور بالضرور، ابوالولید! ان کے پاس جاؤ، اور ان سے بات کرو، لہٰذا وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ ﷺ کے قریب بیٹھا، اور کہا، بھتیجے! تمہیں جو خاندانی برتری اور عالی نسبی حاصل ہے اس سے تم اچھی طرح واقف ہو، اپنی قوم کے پاس ایک ایسا معاملہ لے کر آئے ہو جس سے تم نے ان کی جماعت کو منتشر کر دیا ہے، اور ان کے عقل مندوں کو کم عقل ٹھہرایا اور ان کے معبودوں اور ان کے دین کی تحقیر وتذلیل کی ہے اور تم نے اسی کی وجہ سے ان کے پرکھوں اور اسلام کی تکفیر کی ہے تو میری سنو! میں تمہارے سامنے چند امور رکھتا ہوں تم اس کے تئیں غور کر لو، شاید کہ بعض کو قبول کر لو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوالولید! جو کچھ کہنا ہے کہو، میں ہمہ تن گوش ہوں، تو اس نے کہا، بھتیجے! اگر تمہیں اپنے لائے ہوئے دین کے بدلے مال کی خواہش ہے تو ہم تمہارے سامنے مال کا ڈھیر لگا دیں گے حتی کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے، اور اگر تم عزت وسرداری کے خواہاں ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنا لیں گے، حتی کہ کوئی فیصلہ بھی بغیر تمہارے طے نہیں کریں گے، اور اگر تمہیں بادشاہت کی تمنا ہے تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بنا لیں گے، اور اگر کسی جنون کی وجہ سے یہ سودا سوار ہے، جس کا ازالہ نہیں کر سکتے تو ہم تمہارے لئے علاج ومعالجہ کی تدبیر کریں گے، اور ہم اپنے اموال کو اس میں بے دریغ صرف کریں گے، حتیٰ کہ تم اس سے صحت یاب ہو جاؤ، کیونکہ کبھی کبھی انسان کا مؤکل جن خود اس پر سوار ہو جاتا ہے جب تک اس کا علاج ہے کرایا جائے اور اسی جیسی دیگر باتیں کہیں، جب عتبہ اپنی بات سے فارغ ہوا جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غور سے سن رہے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابوالولید! کیا تم اپنی بات کہہ چکے ہو، اس نے کہا جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا تو اب میری سنو! اس نے کہا فرمائیے، میں

www.abulhasanalinadwi.org

سن رہا ہوں تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"حٰمٓ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ آیٰتُہٗ قُرۡاٰناً عَرَبِیّاً لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ" (حٰمٓ سجدہ:۱-۳)

"حامیم۔ اتارا ہوا ہے بڑے مہربان رحم والے کی طرف سے۔ ایک کتاب ہے کہ جدا جدا کی ہیں اس کی آیتیں قرآن عربی زبان کا ایک سمجھ والے لوگوں کو"

یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت واصلاح کے میدان میں ہمارے لئے اسوہ جس کے حیرت انگیز نتائج سامنے آئے اسی لئے صلح حدیبیہ میں جتنی بڑی تعداد مشرکین کی اسلام لائی وہ اس سے پہلے نہیں لائی تھی اس لئے کہ اس سے پہلے مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت صحابہؓ کو اتنا قریب سے زندگی گزارتے ہوئے اور معاملہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا بعد میں بھی جب جب مسلمانوں نے یہ طریقہ کار اپنایا، اور اس اسوۂ نبوی کو سامنے رکھا تو انقلاب پیدا کر دینے والے واقعات رونما ہوئے دشمن دوست بن گئے اور حملہ آور اسلامی سرحدوں کے محافظ وامین بن گئے لیکن ہمارے سامنے بہت سی ایسی دعوتیں اور تحریکیں ہیں جنھوں نے ابتدا ہی سے تشدد وٹکراؤ والی سیاست اپنائی تو وہ لوگوں کو باور کرانے میں ناکام رہیں کہ وہ دعوت خیر ہیں، اور وہ لوگوں میں حق وانصاف، نیکی اور بھلائی کو پھیلانا چاہتی ہیں، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ان دعوتوں کی تاریخ میں ایک ایسا دور بھی گذرا ہے، جس میں ان کے قائدین اور متبعین نے اچھے کاموں اور انسانی خدمات اور مخلصانہ جدوجہد سے ایک طویل زمانے تک اخلاق وصفاتِ عالیہ سے اپنے کو متصف رکھا، حتی کہ انھیں عوام الناس میں اپنی اچھی نیتوں اور خیر خواہی کی وجہ سے اچھی شہرت ملی۔

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن ہم اس کی بہت ساری مثالیں تاریخ اسلام میں پاتے ہیں، جس کے وہ ممالک گواہ ہیں جن پر مسلمانوں نے خاص جنگی طریقہ پر یورش کی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ممالک مخلصانہ طور پر ان کے تابع نہیں ہوئے، بلکہ جب بھی مسلمانوں کی مادی طاقت کمزور پڑی تو ان کے خلاف ایک نہ ایک دن صورتحال پلٹ گئی، البتہ یہ ضرور ہوا کہ ایسی حکومت میں صحیح طریقہ کار کے مخلص اور اہل صلاح وتقویٰ نے اچھے اخلاق کا ثبوت دیا اور انسانی فضائل ومکارم کو دلوں اور جانوں سے قریب کرنے کا کام لوگوں کے ساتھ اپنی محبت اور پاکیزہ واچھی سیرت وکردار سے کرتے رہے، اور انھوں نے سب کے لئے بھلائی اور خیر خواہی چاہی، اور اسلامی خوبیوں کو سمجھنے اور ان کی جانب آنے والے لوگوں کو مائل کرنے کی انتھک کوشش کرتے رہے، اور اسے اپنی محبت وخیر خواہی اور احسان والی مثالی زندگی سے ثابت کرتے رہے، یہی وہ لوگ ہیں جو اسلامی حکومت کی مفتوح قوم کی انسانی ہمدردی وخیر خواہی کے رویہ کے ساتھ حفاظت کرتے ہیں، اور اسلامی حکومت کی پوری تاریخ میں اسلام سے بیزار ہورہے لوگوں نے اپنے دلوں میں مسلمان حکمرانوں کی جانب سے پائی جانے والی مخالفت کے باوجود اسلام قبول کیا، اور ملک کے عوام ان مخلص حضرات کی کوششوں سے ایک نئی دینی جماعت میں بدل گئے، جس کی وجہ سے حاکم ومحکوم میں دوری ختم ہوجاتی ہے اور حکومت ہر ایک کی اپنی ہوتی ہے نہ کوئی حاکم ہوتا ہے اور نہ کوئی محکوم۔

اس اہم طریقۂ کار کی کمی کا مشاہدہ ہم اسپین کی تاریخ میں کرتے ہیں، جہاں مسلمانوں نے صدیوں تک حکومت کی، لیکن اس ملک کے عوام کو تبدیل نہ کرسکے، اور نہ انھیں کوئی ایسا فرد ہی ملا جو ایسا کرتا، اس طرح وہاں کے باشندوں کی اکثریت اسلام سے دور رہی، پھر جب دشمن کا فوجی محاذ طاقتور ہوگیا تو وہ اس ملک کو اس کی پہلی حالت یعنی مسیحی مذہب پر لے آئے، اور مسلمانوں کو ملک سے نکال دیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

برصغیر کی صورت حال اندلس سے بڑی حد تک مختلف ہے، کیونکہ یہاں مسلمانوں کی حکومت کے آغاز ہی سے داعیوں اور مصلحین نے جو اسلامی لشکر کے ساتھ رہے یا اس کے بہت بعد آئے، ہندوستانی گمراہ مفتوح معاشروں میں سیاسی طور پر سرایت کرنا شروع کیا، اور انھوں نے اسلام کی رحیمانہ زندگی کی نمائندگی کر کے اس معاشرہ کو بدل ڈالا، چنانچہ انھوں نے رفتہ رفتہ فرزندانِ وطن کی بڑی تعداد کو حسن سلوک اور اسلامی سیرت و کردار کی اثر انگیزی سے اسلام کی جانب مائل کیا، یہی لوگ ہندوستان میں فرزندانِ اسلام کی کثرت کا سب سے بڑا اور اولین سبب تھے، حتیٰ کہ برصغیر کے بعض علاقے خالص اسلامی شہروں میں تبدیل ہو گئے، جیسے پنجاب، سندھ، بلوچستان، کشمیر اور بنگلہ دیش کے علاقے، آج بھی مسلمان ان علاقوں میں بھاری اکثریت میں ہیں، جن کی تعداد تقریباً تیس کروڑ سے زائد ہے، اگر ہم ان لوگوں کے اسلام کا دقیقہ رسی اور بالغ نظری سے جائزہ لیں تو ہم ان کی تاریخ کو انھیں داعیوں اور علماء کی محنتوں اور کاوشوں سے لبریز پائیں گے، نہ کہ بادشاہوں اور مسلمان حکمرانوں کی کوشش سے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جنگی مقابلے یا سیاسی یورش یا حکومت کی اسلام میں کوئی قدر و قیمت اور اہمیت نہیں ہے لیکن وہ دلوں کی اصلاح اور خیر کو عام کرنے کے لئے اخلاقی کوششوں کے ذریعہ بطور سند ظہور میں آتے ہیں، اسی وجہ سے اسلامی جہاد کی کارگذاریوں میں اس کے علاوہ اور کسی بات کی گنجائش نہیں کہ پہلے پہل دشمنوں کو دین کی دعوت دی جائے، اگر وہ اسے قبول کر لیتے ہیں تو ان کے جان و مال حرام ہیں اور وہ لوگ اپنے ذاتی اختیار کی بقاء کے مستحق ہو جائیں گے اور جب اس کا انکار کریں تو ان سے اسلام اور مسلمانوں کی ذمہ داری میں داخل ہو جانے کا مطالبہ کیا جائے گا، اس طرح مسلمان داعیوں کے لئے ان میں بغیر کسی جبر و اکراہ

www.abulhasanalinadwi.org

اور ظلم کے دعوت کا کام کرنے کا موقع مل جائے گا، لیکن جب وہ لوگ اس کا بھی انکار کردیں تو پھر جہاد کا حکم ہے، اور ان سے جنگ کی جائے گی، یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں، یا اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں، یہی اسلامی طریقہ ہے۔

آج کی مسیحی دنیا اپنے ملحدانہ مادی نظام حیات سے تنگ آچکی ہے، کیونکہ وہ نرم انسانی جذبہ سے خالی ہے اور مسیحی مذہب سے اس کا ربط ٹوٹ چکا ہے، اس لئے کہ اس میں اب کسی دینی خلا کو پر کرنے کی استعداد نہیں رہی لہٰذا وہ حیران و پریشان کسی نئے دین کی تلاش میں ہے جو اسے زندگی کی بھول بھلیوں سے نکال کر منزل کی صحیح رہنمائی کرے، اور اس کی استعداد اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے۔

لیکن آج ہمارے کچھ افراد اسلام کو غیروں کے سامنے بھلائی اور نیکی سے ہٹ کر خود غرضی اور نفرت کے طرز عمل کے طور پر پیش کر رہے ہیں، اور جب تک ہم اسلام کا چہرہ نفرت اور معاندانہ طرز پر مغرب کے سامنے پیش کرتے رہیں گے ہم مغرب سے اس کا جواب اعراض اور روگردانی کے سوا کچھ نہیں پائیں گے، ایسے حالات میں یہ لازم ہے کہ ہم اسلام کو مغرب کے سامنے ایک ایسے حکیمانہ انداز میں پیش کریں جو اس کی موجودہ زندگی کو اجتماعی اور اخلاقی زوال سے چھڑا سکے، کیونکہ مغرب زدہ لوگوں کی طبیعت اس سے اکتا چکی ہے، اور وہ اس سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتی ہے، چنانچہ وہ اپنے ان پیچیدہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں حیران و پریشان ہے۔

لہٰذا ایسی صورت میں غیر مسلم کے سامنے اسلام کا روشن چہرہ ظاہر نہ کیا گیا تو پھر اسلام ان کے دلوں کو اپنی جانب لانے میں کامیاب نہیں ہوسکتا اور یہ دنیا اسی طرح در در کی ٹھوکریں کھاتی پھرے گی، اور ایسی چیزوں کا سہارا لے گی جس کو اپنے درد کا درماں سمجھ بیٹھے گی، اور اس کی سیکڑوں مثالیں ہمیں ملتی ہیں، اس لئے مسلمان داعیوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلامی دعوت کے لئے مناسب و درست

www.abulhasanalinadwi.org

طریقہ اختیار کریں کیونکہ دعوت کا کام انہی سے مربوط ہے خدائے وحدہ لاشریک کا ارشاد گرامی ہے:

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ"

"تم ہی لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو، نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

لیکن آج اسلام کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں، کچھ تو وہ ہیں جو اسلام کے صرف نظریۂ جنگ وجدال کو مانتے ہیں اس سلسلے میں صرف عملی اظہار پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اسکو اسلام کی اولین اساس و بنیاد بناتے ہیں، وہ ایسا کرتے وقت رسول اکرم ﷺ کی سیرت و کردار اور طریقۂ کار کو نہیں دیکھتے، وہ حضور اکرم ﷺ کے اس طرز عمل کو نہیں دیکھتے کہ آپ ﷺ نے بعض منافقین کے نفاق کو اچھی طرح جان لینے کے بعد بھی ان کو قتل کرنے سے احتراز کیا کہ وہ کفار کے مقابلے میں جانی دشمن ہیں اور آپ ﷺ نے خالص اسلام کی مصلحت میں یہ کیا کہ دشمنانِ اسلام کو کھلے طور پر یہ موقع ہاتھ نہ آجائے، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی شخص کو قتل کر دیا، اسی وجہ سے آپ ﷺ اسلام کو بدنام ہونے سے بچاتے تھے، اور آپ ﷺ کے سامنے کوئی لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا تو آپ ﷺ اس کا اعتبار کرتے، ایک صحابیؓ کو اس بات کی خلاف ورزی کرنے پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا "کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا ہے۔"

دوسرا گروہ اسلام کو صرف عقلی نقطۂ نظر سے پیش کرنے پر اکتفا کر رہا ہے، اور اسے مغربی نقطۂ نظر سے ہم آہنگ بنانے پر اپنی محنت صرف کر رہا ہے، جبکہ مغرب خود اس طرز زندگی سے بیزار ہو رہا ہے، اس لئے کہ اب اس کو اس میں قلبی

www.abulhasanalinadwi.org

راحت اور زندگی کا سکون میسر نہیں رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے افراد وقتاً فوقتاً اس زمانے سے منہ موڑ کر زندگی کے عام وسائل راحت کو بھی چھوڑ کر تارک الدنیا شخص کی زندگی اپنانے لگتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ مغرب نے خوب ترقی کی، وہ سیاسی اور اقتصادی نظام اور عسکری قوت وسائل معیشت اور تمدنی ارتقاء میں اوج ثریا تک پہنچ گیا ہے، اس کے ذریعہ اس نے انسانی مشکلات حل کرنے اور ذاتی رنج والم کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی ہر کوشش صدا بصحرا ثابت ہوئی، آج مغربی نوجوان کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے مسائل کے حل کی تلاش میں ہر وادی کی خاک چھان رہا ہے، اور ہر جگہ سے ناکام اور نامراد لوٹ رہا ہے، یہ اخلاقی ابتری اور ذہنی کشمکش جس کا آج مغربی نوجوان شکار ہے یہ اس معاشرے کا نتیجہ ہے جو اخلاقی اور دینی پابندیوں سے یکسر خالی اور آزاد ہے، اور یہی ان کی بیماری کی اصل جڑ اور بنیاد ہے، ایسے میں مغرب کے سامنے صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور خاص طور پر خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہے، جن کی دعوت یہ ہے کہ خالق کائنات سے اور تعلق پیدا کیا جائے اور اعتدال وتوازن کے ساتھ اسباب زندگی اختیار کئے جائیں، جن کا موقف یہ ہے کہ سامان راحت اور اسباب زندگی پر نہ ٹوٹ پڑا جائے اور نہ رہبانیت ہی اختیار کر کے ضروریات زندگی سے منہ موڑ لیا جائے، ارشاد خداوندی ہے:

"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ، قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ" (سورہ اعراف:۳۲)

"اے محمدؐ! آپ کہہ دیجئے کس نے حرام کرایا اللہ کی زینت کو جو اس

www.abulhasanalinadwi.org

نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اور ستھری چیزیں کھانے کی،
آپ کہہ دیجئے، یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے دنیاوی
زندگی میں اور خالص انہی کے لئے ہیں قیامت کے دن"۔

دنیاوی زندگی کے تعلق سے صحیح رائے یہی ہے کہ اس کے بارے میں یہ مانا جائے کہ یہ ایک محدود اور ختم ہونے والی زندگی اور دھوکہ کا سامان ہے، لہٰذا بھلائی اور خیر اسی میں ہے کہ اس کو اعتدال کے ساتھ لیا جائے اور دل کو اس طرح نہ باندھ دیا جائے کہ اس کا کھولنا مشکل ہو۔

آج مغرب اپنے موجودہ صنعتی اور سیاسی نظام کو چھوڑ کر نئے نظام کی خواہش نہیں رکھتا، اسی لئے کہ اس نے اعلیٰ قسم کے نظامہائے حیات کا تجربہ کرلیا ہے، اور اس کا علم، تحقیق اور فراست انتہا کو پہنچ چکی ہے، لہٰذا وہ مزید کسی نئے نظامِ حیات کا خواہش مند نہیں، کیونکہ اسے اس میں اپنے مسائل کا حل نظر نہیں آتا، آج مغرب کے لوگوں کو قلبی چین وسکون کی تلاش ہے جس سے آج انسانی دنیا کا ماحول دیوالیہ ہو چکا ہے۔

لہٰذا حق کے داعیوں کے لئے ضروری ہے کہ اسباب زندگی اور سامان زندگی سے مستفید ہونے اور ان کی حیثیت کی تعیین کے تعلق سے ان کی زندگی اعتدال اور جامعیت کا ایک قابلِ تقلید نمونہ ہو اور اس سلسلے میں علمی تشریح سے زیادہ عملی نمونے مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں، اسی کے ساتھ علمی تشریح کی بھی ضرورت ہے، جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا، تو کیا ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کی سنت کے عین مطابق اپنی عملی زندگی کے قافلے کو ازسرِ نو بڑھانے کا اقدام کرتے ہیں۔ واللہ من وراء القصد وھو یھدی السبیل(۱)

(۱) ترجمہ از عربی: محمد فرمان نیپالی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

سیرت نبوی میں دعوت وسیاست کا امتزاج

اوراس میں ہمارے لئے رہنمائی

یہ ایک حقیقت ہے کہ سیاست ودعوت جنھیں ہم مسلمان ایک امر دینی ہونے کی حیثیت سے اپنی زندگی کے اہم ترین جزو خیال کرتے ہیں، دونوں اپنے اندر حالات کو بدلنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، لیکن دونوں کے طریقہ کار جداگانہ اور مختلف ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ داعیانِ اسلام مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے دعوت وسیاست کے اسباب ودواعی کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کریں اوران کے نشیب وفراز پر گہری نظر رکھیں۔

یہ ہماری سخت غلطی ہوگی اگر ہم معاملہ کی تفتیش، زمانے کے تغیرات اور دعوت وسیاست کے پہلوؤں پر غائرانہ نظر رکھنے کے بجائے صرف خواہشات اور آرزؤں کے ریگزاروں میں بھٹکتے رہیں اور حالات کے نشیب وفراز سے قطع نظران خواہشات کو بروئے کار لانے کے لئے (Shortcut) راستے کی تلاش میں کوشاں و سہل ترین راستے کی جستجو میں سرگرداں رہیں۔

راستہ کتنا ہی طویل ہو اور حالات کتنے ہی نازک ہوں، لیکن دعوت کے طریقۂ کار کو جہدِ مسلسل، عمل پیہم، حکمت عملی اور حسن اخلاق کے خطوط ہی پر منظم کرنا

www.abulhasanalinadwi.org

ہوگا، لیکن جہاں تک سیاست کا تعلق ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ بدلتے ہوئے حالات پر گہری نظر رکھی جائے، ایسی اسکیم بنائی جائے جو دقت نظر اور سلامت فکر کی حامل ہو اور جو حالات کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ہی اپنے طریقۂ کار کو اپنانے کی صلاحیت رکھتی ہو، آپ معرکۂ جنگ میں دیکھتے ہیں کہ "الحرب خدعة" کے پیش نظر دیگر چیزوں کے مقابلہ میں دشمنوں کی اسکیم اور پلان پر گہری نظر رکھنی ہوتی ہے، اسی بنا پر ذکاوت و ذہانت اور فہم و فراست کی گہرائی سیاست کا اہم ترین عنصر سمجھا جاتا ہے اور بتقاضائے حال کبھی سیاست شعلہ کی شدت اختیار کر لیتی ہے، تو کبھی شبنم کی سی ٹھنڈک سے دشمنوں کے دل جیتنے کی کوشش کی جاتی ہے، کبھی شمشیر و سنان کے زور پر دشمنوں کو جھکنے پر مجبور کیا جاتا ہے، تو کبھی صرف دفاع میں بہتری سمجھی جاتی ہے، اگر بعض وقت رحمت خداوندی شامل حال نہ ہو تو انسان اپنی فطری کمزوری کی بنا پر مادیات کے تیز دھارے میں بہہ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سیاست میں نفسانی رجحانات اور مادی اغراض سے بچنے کے لئے فکری بیداری اور ذاتی تحفظ بہت ضروری ہے۔

اب اگر گذشتہ ادوار میں دینی کوششیں سیاست سے الگ ہو کر صرف دعوت و صبر کے طریقہ کار تک محدود رہی ہیں تو شاید اس کی وجہ یہی ہے کہ سیاست کے میدان میں کبھی کبھی انسان ذاتی مصالح اور مادی اغراض کے خاروں سے اُلجھ جاتا ہے، چونکہ دعوت و تبلیغ کی تنظیم، جہد مسلسل، صبر پیہم، قوت برداشت اور دعا و اخلاص کے خطوط پر ہوتی ہے لہذا نوید قرآنی :

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ"

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے

www.abulhasanalinadwi.org

مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی"۔

اسی طرح:

اِنْ تَکُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ یَاْلَمُوْنَ کَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰہِ مَالَا یَرْجُوْنَ"

"اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ بھی الم رسیدہ ہیں جیسے تم الم رسیدہ ہو اور تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے ایسی ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ امید نہیں رکھتے"۔

کے پیش نظر اگر منزل مقصود تک رسائی ہوتی ہے تو فبہا ورنہ اجر وثواب کی عطر بیزی سے استفادہ تو یقینی ہے۔

یہی وہ موڑ ہے جہاں دعوت وسیاست کا حسین امتزاج نظر آتا ہے اور یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ تاریخ انسانی میں پہلی بار اسلام نے دعوت وسیاست کو میدان عمل کے گلدان میں سجا کر دنیا والوں کے سامنے ایک حسین گلدستہ پیش کیا ہے، یہ حقیقت ہے کہ سیاست ودعوت کا امتزاج تاریخ انسانی میں پہلی بار ہوا جو ایک طرح سے نہایت دشوار ہے، کیونکہ سیاست کی بنیاد صرف حصول منفعت پر ہے اور دعوت کی بنیاد حصول منفعت سے قطع نظر صرف اخلاص پر ہے، اسی وجہ سے اسلام میں سیاست ودعوت کو جدا نہیں کیا گیا، تاریخ بتاتی ہے کہ کئی مرتبہ دانشوران سیاست و رہبران دعوت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے ہیں۔

رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ منافقین جو جاں نثاران اسلام اور فداکارانِ دین کے مال میں حصہ بٹاتے ہیں وہ اسلامی معاشرے کے تناور درخت کی جڑوں کو کھوکھلی اور اسلام کے قلعہ کو زمین بوس کرنے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے اصولاً کوئی انتقامی کارروائی

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں فرمائی، آخر کیوں؟ اس لئے کہ وہ لوگ آپ ﷺ کے اعزہ میں تھے یا آپ ﷺ کے احباب تھے؟ نہیں بلکہ دعوت اسلامی کا اس وقت یہی تقاضا تھا کہ آپ ﷺ اس وقت ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ فرماتے، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں جو صلح فرمائی جب کہ سیاست کا تقاضا تو یہ تھا کہ مسلمان اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے بڑھے چلے جاتے چنانچہ اس وقت صحابہ کرامؓ کو اقدام سے روکنے پر ان کے روحانی جذبات کو سخت ترین دھکا لگا، لیکن چونکہ اسلام میں سیاسی مصالح، دعوتی مصلحت کے دست نگر ہیں اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی اور انہیں قبول صلح پر آمادہ کرلیا، یہیں پر یہ حقیقت سوالیہ نشان بن کر سامنے آتی ہے کہ جب سیاست ودعوت کے مابین اتحاد ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ دونوں کے مصالح میں بھی ہم آہنگی پیدا نہ کی جائے۔

آج اس کی سخت ضرورت ہے کہ مسلمانان عالم اسلامی مشن کے لئے ہمہ گیر اور مکمل طور پر اس طریقہ کو اختیار کریں، جس طرح کہ آج سے پہلے نبی کریم ﷺ، داعیان اسلام اور مجاہدین عظام نے اپنایا تھا، وہ سیاست ودعوت دونوں اصول کے جامع تھے، درحقیقت دعوت وسیاست کے اصول کا نظام ایسا جامع ہے کہ اگر اسلامی معاشرے کی تنظیم اسی خطوط پر کی جائے تو یہ کہنا قطعاً غلط نہ ہوگا کہ سیاست عین دین ہے، کیوں کہ معاشرے کے لئے اس میں ایسی ہم آہنگی ہے کہ جس کی ظاہری ہار میں بھی جیت کا پہلو نمایاں ہے، اس لئے کہ ہر عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ایثار واخلاص ہی پر مبنی ہوتا ہے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانانِ عالم اسوۂ رسول ﷺ کو چھوڑ کر اپنی تمام تر کوششوں کی تنظیم مغرب کے اصول کی بنیاد پر کرنا چاہتے ہیں حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ مغرب کے ناقص اصول نے مذہب کو سیاست سے الگ

www.abulhasanalinadwi.org

نکال پھینکا ہے، ان کے نزدیک تو مکر وفریب، غداری و دھوکہ دہی، بہانے بازی و حیلہ سازی اور کمائی کے ذرائع تک ہر ممکن کوشش سے پہنچنے اور حالات کے مطابق منصوبہ بدلنے کا نام سیاست ہے، انہیں اس سے مطلب نہیں کہ بھلائی اور خیر ان سے کوسوں دور ہو جائے، ان کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ ایک شخص اکتساب مال کرنا چاہتا ہے اگر وہ معروف طریقہ سے اس کو حاصل ہو جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ وہ چوری، رشوت، لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کے ذریعہ مال و دولت جمع کرتا ہے۔

یہی یورپ کی سیاست ہے جسے ہمارے ملک اور ہمارے عوام نے ایک قیمتی تحفہ سمجھ کر قبول کیا ہے لیکن یہ مسئلہ اس وقت بہت ہی بھیانک روپ اختیار کرلے گا جب کہ یہ ہماری دینی اور دعوتی کوشش میں دخل انداز ہوگا۔[1]

---

[1] ترجمہ از عربی مولوی عبدالرشید اورنگ آبادی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

عہد حاضر میں تعلیمات نبویؐ کی ضرورت

پیغمبر اسلام کی تعلیم اور پیغام جس نے آج سے چودہ سو سال قبل انسانی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا آج کی متمدن دنیا کے لیے بھی روشنی کا بڑا مینار ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ان مسائل اور تقاضوں کے لیے جن سے آج کے انسان کو سامنا ہے ایسی ہدایت عطا فرمائی ہے جن پر عمل کرنے سے اعتدال اور حسن وخوبی کے ساتھ الجھنوں کو دور اور پیچیدگیوں کو بآسانی حل کیا جاسکتا ہے، آپ ﷺ نے موجودہ زندگی کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے ایسے اصول عطا فرمائے ہیں جن کی روشنی میں زندگی کا قافلہ اپنی پیچیدہ راہ کو بآسانی طے کرسکتا ہے جو مساوات، باہمی ہمدردی، نیک نفسی، علم دوستی اور انسانی کمالات وصلاحیتوں سے صحیح استفادہ کی صفات سے مزین ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوت انسانی، مساوات وتعاون اور ہمدردی کے سبق دیئے بڑے چھوٹے کا فرق مٹایا، کمزور طبقات اور عورت کو طاقت اور عزت کا مقام عطا کیا، آپ ﷺ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اس کی تاکید فرماتے رہے، آپ ﷺ نے اپنی وفات سے قبل نصیحت کے جو آخری الفاظ فرمائے ان میں ایک طرف نماز کی پابندی کی تاکید فرمائی جو حق خدا ہے اور دوسری طرف انسانی

www.abulhasanalinadwi.org

ملکیت میں آنے والے انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی جو کہ انسانی اخوت کا عظیم حق ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر جبکہ آپ پر ایمان لانے والوں کا سب سے بڑا اجتماع تھا، یہ فرمایا کہ دیکھو شاید اب میں تم سے مل سکوں اس لیے خود بھی سنو اور دوسروں تک پہنچاؤ۔

ہدایات کے اہم نقاط یہ تھے کہ دیکھو تم سب ایک آدمؑ کی نسل سے ہو، خواہ کوئی عرب ہو یا غیر عرب، اگر کوئی کسی سے افضل و برتر ہوگا تو صرف احتیاط و خوف خدا کی بنیاد پر ہوگا، اور دیکھو تم میں سے کسی کا کسی کی جان اور اس کے مال و متاع پر قبضہ کرنا یا ضائع کرنا اس طرح ممنوع اور حرام ہے جس طرح ذی الحجہ کے مقدس مہینہ اور عرفہ کے مقدس دن اور مکہ کے مقدس شہر کی حرمت و تقدس کو نقصان پہنچانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی عزت و حرمت کو مذہبی عزت و حرمت کا درجہ دے کر اخوت و مساوات انسانی کا وہ عظیم اعلان فرمایا جس کی مثال ماقبل کی تاریخ میں نہیں ملتی، آپ ﷺ شاید اپنی باطنی نگاہوں سے مستقبل کی دنیا اور اس کی ضرورتوں کو دیکھ رہے تھے، لہٰذا آپ ﷺ انسان کو آئندہ کے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے رہنمائی دے رہے تھے، آپ کالے گورے کی تقسیم ختم کر رہے تھے، انسان کے خود ساختہ چھوٹے بڑے کے پیمانوں کو توڑ رہے تھے، آپ ﷺ نسلی امتیاز کی دیواروں کو گرا رہے تھے، آپ ﷺ عربوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر یہ عظیم، بے غرضانہ اور منصفانہ اعلان کر رہے تھے کہ عرب کو غیر عرب پر کوئی تفوق نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اس میں خدا کا ڈر زیادہ ہو، ایک انسان پر دوسرے انسان کی جان و مال ویسی ہی قابل احترام و لحاظ ہے جیسی مذہبی تقدس کو رکھنے والی کوئی چیز۔

www.abulhasanalinadwi.org

آپ ﷺ نے انسان کو انسان پر حکومت کرنے کا حق صرف اس کی خدا ترس صلاحیت کی بنا پر دیا اور رنگ و نسلی علاقائی تفوق کے پیمانوں کو توڑا، آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ اپنے امیر کی اطاعت کرو خواہ وہ حیثیت کے لحاظ سے غلام اور رنگ کے لحاظ سے کالا ہو، یہ وہ اعلان تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نے دیا ہوتا، اور عربوں کے دل اسلامی طاقت کے سامنے جھک نہ گئے ہوتے تو کہنے والے کی گردن اس کے پہلے لفظ پر اڑا دی جاتی، یہ حقوق انسانی کا پہلا اعلان تھا جو آج کی دنیا میں اور قیامت تک آنے والی قوموں اور نسلوں کے لیے روشنی کا مینار رہے گا، یہ صرف ایک اعلان ہی نہیں تھا بلکہ پوری انسانیت پر ایک احسان تھا، اس کی وجہ سے آپ ﷺ کے ماننے والوں میں مساوات کی غیر معمولی روح پیدا ہوئی اور ان کی حکومتوں کی تاریخ میں ایسے وقفے بار بار آئے آزاد قوموں پر غلام نسل کے لوگوں نے بھی حکومت کی اور ان کی اطاعت سے کسی نے اس بنیاد پر انکار نہیں کیا کہ وہ کم حیثیت کی نسل کے لوگ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں عہد حاضر کے لیے جہاں مساوات انسانی کا یہ عظیم سبق ملتا ہے وہاں مذہب اور زندگی میں مساوات و ہم آہنگی کا پیغام بھی ملتا ہے، اور یہ پیغام بھی کہ وہ تاریخی اور عظیم پیغام ہے جس کی مثال ماقبل کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

مذہب کے سلسلے میں دنیا میں ہمیشہ یہ تصور رہا ہے کہ وہ صرف عبادت اور دنیا سے بے تعلقی پر مبنی ہے چنانچہ مذہبیت میں ترقی کے خواہش مند کے لیے یہ ضروری سمجھا جاتا رہا ہے کہ وہ دنیا سے حاصل ہونے والی راحت و لطف کی چیزوں سے زیادہ سے زیادہ بے تعلقی اختیار کرے لیکن پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر یہ پیغام دیا کہ دنیا چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ ﷺ نے خدا کا یہ

www.abulhasanalinadwi.org

کلام سنایا:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ (سورہ اعراف:۳۲)

جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے یہ جو اچھی چیزیں اور رزق کا سامان اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے، اس کو کون حرام کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت سنائی "رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" جس میں خدا سے آخرت میں بھلائی اور خوبی مانگنے کے ساتھ ساتھ دنیا کی بھلائی اور خوبی بھی مانگی گئی ہے اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ رہبر انسانیت ہیں جنھوں نے دین کے ساتھ دنیا کو اپنانے اور اختیار کرنے کی دعوت دی، آپ نے دین و دنیا کو اس طرح ملایا کہ نہ تو دنیا کو یہ شکایت کہ اس کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ دین کو نقصان کہ دنیا اس کو کم کرنے کا باعث بن رہی ہے۔

آپ ﷺ نے انسان کو زندگی گزارنے کا جو طریقہ بتایا وہ انسان کی فطری اور ضروری تقاضوں کی نہ صرف پوری رعایت دیتا ہے بلکہ اس کو شرعی اور مذہبی حیثیت عطا کرتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ذات کا تم پر حق ہے تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، آپ ﷺ نے انسان کا اپنی ذات کے جائز تقاضوں کو پورا کرنا، اپنے جسم کے جائز تقاضوں کو پورا کرنا، اپنے گھر والی اور گھر والوں کے جائز تقاضوں کو پورا کرنا مذہب کا جزء قرار دیا اور وہ عمل جن کو انسان خالص دنیا داری کا عمل سمجھا کرتا تھا اور ان میں سے بعض بعض کو بالکل مذہب کے خلاف سمجھتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ان میں سے متعدد مذہب کے عمل قرار پائے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا اگر اس روشنی میں مطالعہ کیا جائے تو

www.abulhasanalinadwi.org

نظر آئے گا کہ اس میں وہ تمام ضروری چیزیں ہیں جن سے دین و دنیا کی جامعیت کا پورا ثبوت ملتا ہے، آپ ﷺ کی تعلیمات کی رو سے مذہب زندگی کی مجبوریوں اور ضروری تقاضوں کی صرف رعایت ہی نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے، وہ زندگی سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے غیر ضروری تقاضوں اور رجحانات کو مذہب کی ہدایات کا پابند بنادے، وہ دولت پیدا کرنے کو منع نہیں کرتا صرف اس کے بڑھانے کی ہوس پر روک لگاتا ہے، وہ نفس کے جائز تقاضوں کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن اس کے حدود بتاتا ہے، گھریلو زندگی اور آپس کے معاملات میں ضابطہ اخلاق متعین کرتا ہے، غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری انسانیت بلکہ پوری دنیا پر احسان کیا، اس کو ظالمانہ اور محدود طریقہ زندگی سے نجات دلائی جس میں وہ پڑ گئی تھی کہ ایک طرف وہ اہل دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے اندھا دھند فائدہ اٹھانے اور لطف اندوز ہونے میں مست تھے اور دوسری طرف اہل دین تھے جو دنیا کے معمولی بلکہ ضروری منافع سے بھی فائدہ اٹھانا صحیح نہیں سمجھتے تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ ﷺ نے انسان کو مذہب اور دنیاوی زندگی کا ایک مشترک اور جامع نظام عطا کیا جس میں مذہب اور زندگی کے درمیان کوئی تضاد نہ تھا، بلکہ وہ دونوں نہایت خوبی کے ساتھ باہم ایک وحدت بن گئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو احسانات کہ آپ ﷺ نے انسان انسان کے فرق کو دور کیا اور مذہب اور زندگی کے مابین دوری اور اختلاف کو ختم کیا وہ بڑے احسانات ہیں جن کے ذریعہ انسانیت کو تاریخ کی ظالمانہ اقدار سے نجات ملی، اس کے لیے انسانیت پیغمبر اسلام کی جتنی زیادہ ممنون ہو کم ہے۔

صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

www.abulhasanalinadwi.org

معاشرہ کی اصلاح میں
حدیث وسنت نبوی سے رہنمائی

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، جن پر آخری صحیفہ آسمانی نازل ہوا۔ اور جن پر آسمانی احکام اور انسانی زندگی کو سنوارنے والی تعلیمات کو مکمل کیا گیا۔ اور قیامت تک کے لئے اسی کو مکمل شریعت قرار دیا گیا۔

آپ ﷺ پر نازل کیا جانے والا آخری صحیفہ قرآن مجید اور اس کے ساتھ آپ ﷺ کا کلام اور آپ کا عمل جس کو سنت نبوی کہتے ہیں اسلامی شریعت اور دین کا مرجع ومنبع ہیں، انہی دونوں سے دین وشریعت کے سارے احکام لئے جاتے ہیں، اور ان کا ماننا مسلمان رہنے کے لئے لازم اور ضروری ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو اہل ایمان تھے انھوں نے آپ ﷺ کو ایمان کے ساتھ دیکھا اور سمجھا ان کے قول وعمل کو بھی حدیث شریف کے تحت رکھا گیا۔ کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو اور نمونہ تھے۔

اور حدیث شریف اصلاً عام اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک ہے جس میں آپ ﷺ نے حکم دیا اور وہ کلام ہے جس میں خود آپ ﷺ کے عمل کا ذکر آیا، یا اپنے صحابی کے عمل کو آپ ﷺ نے دیکھا اور منع نہیں فرمایا۔ اس

www.abulhasanalinadwi.org

طرح یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ نے کس طرح زندگی گزاری اور آپ ﷺ نے کس طرح معاملہ کیا، اور آپ ﷺ نے کیا طرز اپنایا اور کیا رویہ اختیار فرمایا۔

اس طرح حدیث کی تین قسمیں بتائی گئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور آپ کا عمل، اور کسی کو عمل کرتے ہوئے دیکھنا اور منع نہ کرنا، اس طرح کی حدیث کے لئے تقریر کا لفظ استعمال ہوتا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات کو ہوتے ہوئے دیکھا اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز اچھی تھی، جائز تھی اس لئے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ کسی کام کو ہوتا دیکھا اور اس پر نکیر نہیں فرمائی تو یہ بھی حدیث میں داخل ہے، چنانچہ اس طرح کی حدیث شریف مسلمانوں کے لئے دستور حیات ہے۔

زندگی کا ہر معاملہ، زندگی کا ہر جزء حدیث سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ اور یہی ہر ایک مسلمان کے لئے معیار ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ کو جو زندگی ملی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور براہ راست استفادہ سے جو نورانیت حاصل ہوئی وہ کسی اور کو حاصل نہیں، اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر جماعت روئے زمین پر کوئی نہیں، کوئی خواہ کتنا ہی نیک ہو، صحابیؓ کے برابر نہیں پہنچ سکتا اس لئے صحابہ کرام کو جو حیثیت حاصل ہوئی وہ کسی اور کو نہیں حاصل ہوسکتی۔ انھوں نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تو یہ تھا کہ براہ راست آسمان سے نورانیت پہنچتی تھی ان کی طرح تو ان کا کوئی صحابی بھی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ آپ ﷺ کا براہ راست آسمان سے تعلق تھا وحی آتی تھی، صحابہ کرامؓ کا آسمان سے تعلق براہ راست نہ تھا لیکن اس شخصیت سے تعلق تھا جس کے پاس آسمان سے برابر احکام آتے تھے اور رہنمائی ہوتی تھی اس طرح سارے انسانوں میں سب سے

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے اور افضل صحابہ کرامؓ ہیں اور ان سے بہتر اور افضل سرور کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو حضور ﷺ کے قول و فعل و تقریر کے ساتھ صحابہؓ کے قول و فعل اور تقریر کو بھی نمونہ ماننا ایسا ہی ہے جیسے ایک ہی بات کو ماننا چنانچہ مسلمان کے لئے قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کسی مسئلہ کے سلسلہ میں حکم نہ ہونے پر یہ بات کہ کسی صحابی نے اس کے بارے میں یہ کہا یا یہ کیا یہی دین بن جاتا ہے جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا کیا اور ایسا کہا یہ تو دین ہے ہی، اس کو تو ایک معمولی آدمی سمجھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ دین ہے، لیکن جاننے کی یہ بات بھی ہے کہ صحابہؓ نے بھی جو فرمایا وہ بھی دین ہے اس لئے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور حضور ﷺ سے انھوں نے استفادہ کیا تھا۔ اور صحابہ کا ایمان و یقین اس درجہ کو پہنچ چکا تھا کہ وہ غلط بات کہہ ہی نہیں سکتے تھے، جو کچھ دیکھا اسی کو مانتے بھی تھے، اس لئے حضور ﷺ سے تعلق پیدا ہو جانے کے بعد چاہے ایک لمحہ کا ہو ایمان کے ساتھ اگر کسی نے حضور ﷺ کو دیکھا یا حضور ﷺ سے سنا تو وہ صحابی ہو گیا، صحابی ہونے کے بعد اس کا درجہ وہی ہو گیا جو صحابہ کرامؓ کا درجہ ہے دین کے سلسلہ میں اس کی بات بھی دین بن جاتی ہے کیونکہ وہ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے اس لئے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست اخذ کیا ہے ــــ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" کہ آپ اپنے دل سے اور اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دین دیا گیا وہ وحی کے ذریعہ آیا، وحی کا طریقہ کہ بعض وقت پوری پوری سورتیں اور آیتیں آتی تھیں اور بعض وقت دل میں بات

www.abulhasanalinadwi.org

ڈال دی جاتی اور بعض وقت خواب میں دکھا دیا جاتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی ورسول تھے اور نبیوں کے خواب اللہ تعالیٰ نے سچے رکھے تھے وہ غلط خواب نہیں دیکھ سکتے تھے جو دیکھتے تھے اس کی حیثیت آسمانی حکم وہدایت کی ہوتی تھی، اس طرح آپ ﷺ کو حق بات پہنچائی جاتی تھی، کلام کی صورت میں اس کی دو شکلیں تھیں ایک تو وہ جو قرآن میں داخل کر دی گئی، وہ وحی متلو ہے یعنی جس کی تلاوت کی جاتی ہے، اور وہ جو قرآن میں داخل نہیں کی گئی، وہ وحی غیر متلو ہے، وحی مختلف طریقے سے آتی تھی، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری باتیں اوپر سے بتائی ہوئی اور دی ہوئی ہوتی تھیں، آپ ﷺ دین کے تعلق سے کوئی بات اپنے دل سے نہ کہتے تھے بلکہ وہ کہتے تھے جو وحی میں ان کو بتلائی جاتی ''اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی'' اسی لئے آپ ﷺ کا جو کچھ کہا ہوا ہے وہ خالص اللہ کا کہا ہوا ہے آپ ﷺ نے جو کچھ کہا وہ گویا اللہ نے کہا، اسی طرح صحابی نے جو کچھ کہا وہی کہا جو اللہ کے رسولؐ نے کہا، ان کو اللہ پر ایمان ویقین تھا دین کے سلسلہ میں کوئی بات دل سے نہ کہتے تھے۔ وہ جو بھی کہتے اللہ کے رسول ﷺ سے سن کر یا دیکھ کر کہتے تھے: مثلاً دیکھا کہ فلاں بات ہو رہی تھی جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھ کر روکا نہیں تو انھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے غلط نہیں سمجھا اس لئے نہیں روکا تو وہ کہیں گے کہ فلاں چیز جائز ہے، تو صحابہ کرامؓ نے جو کچھ کہا اور کیا وہ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا اور کیا، اور اللہ کے رسول ﷺ نے جو کچھ کہا وہ گویا اللہ کی طرف سے ان کے دل میں بات ڈالی گئی یا ان کو پہنچائی گئی۔

اللہ کے رسول ﷺ کا طرز عمل اور طرز زندگی یہ دونوں دین ہے، اور صحابہ کرامؓ کا بھی طرز عمل اور طرز زندگی دین ہے، اور حدیث شریف اسی کا مجموعہ ہے۔

حدیث شریف ایسی چیز ہے کہ ہمارا پورا دین اسی سے ماخوذ ہے، اور اسی سے مختلف علوم نکلے ہیں، اسی سے فقہ نکلی ہے، فقہ کیا ہے؟ مسئلے مسائل عبادات اور

www.abulhasanalinadwi.org

اوامر ہیں، نماز میں قیام کیسے ہونا چاہئے رکوع کیسا ہونا چاہئے کیا پڑھنا چاہئے اور کس طرح پڑھنے کی ضرورت ہے، فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے، نماز روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے مسائل فقہ میں ملیں گے۔

اور وہ اعمال جن کا طرز عمل طریقہ کار فقہ نہیں بتلاتی وہ عام اخلاقی ہیں، عام عبادات ہیں، اور طور وطریق ہیں اور یہ سب بھی حدیث میں ملتے ہیں جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح وعظ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں بات کی مذمت فرمائی فلاں کام کو اچھا اور نیک کام بتایا، یہ سب باتیں عام اخلاق میں آتی ہیں۔

اس حدیث کو دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا مؤثر وعظ فرمایا کہ سب کی آنکھیں بہنے لگیں اور سب لرز اٹھے روایت میں آتا ہے کہ: "وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون" وجل اس خوف کو کہتے ہیں جو دل میں لرزہ پیدا کردے، خوف کی کئی قسمیں ہوتی ہیں، عربی میں اس کے مختلف الفاظ ہیں، خوف کا لفظ آتا ہے، حذر اور ذعر کا بھی لفظ آتا ہے، وجل اور خشیت کا بھی لفظ آتا ہے، ان سب میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے اور ان کے موقع استعمال بھی الگ الگ ہیں کہ کس کیفیت میں کون سا لفظ زیادہ بہتر ہے، عام خوف کو خوف کہتے ہیں، لیکن جب کسی چیز کو دیکھ کر اچانک خوف آجائے اس کو ذعر کہتے ہیں، خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جو دل میں احترام کے جذبہ کے ساتھ ہو، وجل اس خوف کو کہتے ہیں کہ جس میں آدمی لرز جائے۔ تو صحابہ کرام کا ایمان اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب آپ سے جنت کی یا جہنم کی بات سنتے تھے تو لرز جاتے تھے، ان کا ایمان اتنا قوی تھا کہ جنت کا ذکر ہوتا تھا تو گویا جنت ان کو نظر آرہی ہے، اور اگر دوزخ کا ذکر ہوتا تو گویا دوزخ نظر آرہی ہے، آگ لپکتی ہوئی نظر آرہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگ ہماری طرف

www.abulhasanalinadwi.org

بڑھ رہی ہے اور کہیں ہمیں چھو نہ لے یہ کیفیت صحابہ کرام کی ہوتی تھی اس کیفیت کے بعد کیا دل ان کا لرز نہیں جائے گا؟ آپ سور ہے ہوں اور آگ لگ گئی اور اچانک آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کی طرف بڑھ رہی ہے اور بھاگنے کا کوئی راستہ نہ ہو تو آپ کا دل لرز جائے گا معلوم ہوا کہ موت سامنے ہے، یہ کیفیت صحابہؓ کی ہو جاتی تھی اس لئے کہ ان کا ایمان اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جو چیزیں ہم پڑھتے ہیں اور اس کو علمی طور پر مان لیتے ہیں دل کی گہرائیوں میں نہیں اترتا، لیکن ان کو اس پر اتنا یقین ہوتا تھا کہ جیسے وہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات ارشاد فرمائی وہ مؤثر تھی، سننے والے آپ ﷺ کے صحابی تھے ایسے ایمان والے تھے کہ سن کر بے حد متاثر ہوئے اور ڈر گئے کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا وعظ فرمایا جیسے کہ آپ آخری وعظ فرما رہے ہوں، اور اتمام حجت کر رہے ہوں اور جس کے بعد کچھ کہنا نہیں کہ یہ آخری بات ہے جو کہہ رہے ہیں آپ ﷺ کچھ نصیحت کیجئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اوصیکم بتقوی اللّٰہ والسمع والطاعة وان تامر علیکم عبد" (میں تم کو نصیحت کرتا ہوں ہدایت دیتا ہوں کہ دل میں خدا کا ڈر پیدا کرو اور بات سنا کرو اور مانا کرو جس طرح وہ شخص کرتا ہے جو کسی بااختیار آقا کا غلام ہو، یہ ایسی حدیث ہے کہ خاص طور پر اس زمانہ کے لئے اس میں بہت ہی روشنی ہے، یہ زمانہ ایسا ہے کہ خود غرضی اور آپس میں تعلقات کی خرابی، اور ایک دوسرے سے کشمکش اور لڑائی، اور ایک دوسرے کی مخالفت مسلمانوں میں نہایت عام ہو گئی ہے۔ لیڈر لیڈر سے لڑ رہے ہیں، واعظ و علماء تک آپس میں لڑ رہے ہیں، حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے وہ اسی لئے فرمایا کہ آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے یہ بتلا دیا گیا تھا کہ اس امت پر ایسے دور آئیں گے، اور یہ بات اسی زمانہ میں نہیں بلکہ اس سے پہلے سے ہوتی رہی ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

تو حضور ﷺ کو اللہ کی طرف سے یہ بات بتلا دی گئی تھی کہ امت ان حالات سے گذرے گی اس لئے آپ ﷺ نے اس سے خبردار کیا کہ دیکھو ایسے حالات پیش آسکتے ہیں اس میں تم کو کیا کرنا چاہئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور جو شخص خدا سے ڈرے گا جس کو واقعی ڈرنا کہتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرامؓ ڈرتے تھے، تو وہ اس طرح کی چیزوں میں نہیں پڑے گا، مثال کے طور پر آگ سے آپ ڈر رہے ہیں خدانخواستہ آگ لگ گئی آپ آگ کے سامنے کھڑے ہیں اس وقت وہاں آپ کا مخالف بھی پہنچ گیا ہے تو کیا ایسے موقع پر آپ اپنے مخالف سے دشمنی کریں گے؟ نہیں کریں گے بلکہ دونوں مل کر بچنے کی کوشش کریں گے، اور اس وقت دونوں متفق ہو جائیں گے، دونوں ایک دوسرے کا تعاون کریں گے کہ بھائی آگ لگ رہی ہے اس کو بجھانے کی کوشش کریں گے۔ اس وقت ہم اپنے اختلاف نہیں دیکھیں گے، اس وقت ہم دونوں مل جائیں گے، صحیح مومن اللہ کے غضب و ناراضی سے اسی طرح ڈرتا ہے اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہے، اس کی پکڑ سے ڈرتا ہے اور اللہ سے اس طرح ڈرنے کا سبب یہ بنتا ہے کہ اللہ نے کہا کہ قیامت کے دن ہم تمہارا حساب لیں گے اور تمہارے اعمال کے مطابق جزا و سزا دیں گے اگر برے اعمال ہیں تو جہنم اور اگر اچھے اعمال ہیں تو جنت دیں گے، اس میں پورا پورا معاملہ ہوگا وہاں رعایت نہیں، ہاں اگر بعد میں اللہ رحم فرمادے تو اس کا فضل ہے کوئی اسے روک نہیں سکتا، تو جب ہم کو اس پر واقعتاً یقین ہوگا اور خدا سے واقعتاً ڈر ہوگا تو ہمیں بے حد فکر اس کی ہوگی کہ اللہ ہم سے ناراض نہ ہو، جب اللہ کی رضا مندی یا ناراضگی کی فکر ہوگی تو یہ سب چیزیں چھوٹ جائیں گی کہ فلاں نے ایسا کر دیا فلاں نے ایسا کہا، مومن سوچتا ہے کہ فلاں نے ایسا ویسا اگر کر دیا تو کتنا نقصان کیا، اس سے زیادہ نقصان تو اس میں ہے کہ آدمی

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے عمل کے نتیجے میں جہنم میں پہنچ جائے ہماری دنیا کتنی ہے اور کیا اہمیت رکھتی ہے وہ اگر برباد ہو جائے تو کتنا نقصان ہے، اللہ سے ڈرنے والا یہ دیکھتا ہے ہماری دنیا برباد ہو جائے لیکن ہماری آخرت سنور جائے جہاں ابدالآباد کی زندگی گذارنی ہے، صحابہ کرامؓ کے دل کی کیفیت یہی بن گئی تھی جب ان کو جہنم سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ واقعی ڈرتے تھے اور خوف زدہ ہو جاتے تھے اور آنسو جاری ہو جاتے تھے اور ان باتوں میں پڑنے یا کرنے سے دور بھاگتے تھے جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، قرآن مجید میں تلقین آئی ہے کہ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے فرمایا: "اتقوا اللہ حق تقتہ" اور ایسا ڈر واقعی پیدا ہوتا ہے تو بس آپس کے اختلافات، لڑائیاں، شکایات اور یہ کہ ان کو زیادہ اور ہم کو کم دیا گیا، ہمارے ساتھ ظلم کیا گیا، خودغرضی کی گئی، یہ سب ماند اور کمزور پڑ جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ اختیار کرنے کی ہدایت کے بعد فرمایا کہ امیر کی بات سنو اور مانو اور جب مومن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو خوب مانتا ہوگا تو یہ حکم بھی مانے گا اور سب لوگ امیر کی باتیں ماننے لگیں تو جھگڑا ختم ہو جائے گا اور غلط کام بھی ختم ہو جائے گا، فرمایا "انہ من یعش منکم فسیریٰ اختلافا کثیرا" کہ بعد میں جو زندہ رہیں گے جب کہ ایمان کی کمزوری آجانے پر اختلافات اثر انداز ہونے لگیں گے تو وہ لوگ بڑا اختلاف دیکھیں گے، ایک دوسرے سے مخالفت اور نفرت رکھنے والے لوگ ہونے لگیں گے ایسے وقت میں میں تم کو وصیت کرتا ہوں "علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین" کہ میرا طریقہ اور خلفائے راشدین کا طریقہ اختیار کرو اور اس پر نظر رکھو کہ میں نے کیا کیا اور ایسے موقع پر صحابہؓ نے کیا کیا۔ خاص طور پر خلفاء راشدین کو دیکھو۔

سنت کے معنی طریقہ عمل کے ہیں اور "السنۃ" سے مراد سنت رسول ﷺ

www.abulhasanalinadwi.org

ہے اور سنت کی اضافت جس کی طرف کی جائے اس کی سنت اور اس کا طریقہ ہو جاتا ہے، تو آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میری سنت پر عمل اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو یعنی میرے طریقہ کو دیکھو اور اس کو اختیار کرو اور صحابہؓ کے طریقہ کو دیکھو اور اس کو اختیار کرو، اگر میرے طریقہ پر عمل کرو گے اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو سامنے رکھو گے تو آپسی اختلافات اور کشمکش مصیبت اور آفت سے بچ جاؤ گے اور فرمایا کہ "عضوا علیها بالنواجذ" (اس کو دانتوں سے پکڑو) یہ عربی کا محاورہ ہے اردو میں کہتے ہیں اس کو دانتوں سے پکڑنا (یعنی کس کے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لینا) عض کے معنی دانت سے انسان کے گوشت کو دبا لینا جیسے دانت سے کاٹنے والا جانور دانت سے ہاتھ یا جسم کا کوئی حصہ دبا لیتا ہے اسی سے ایک دوسرا محاورہ عربی میں انگلیوں کو دانت سے دبانے کا ہے اسی سے "عضوا الانامل" آتا ہے یہ بھی محاورہ ہے یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب آدمی کسی بات پر رنج وافسوس میں ہو اور دانت سے انگلیوں کو دبا رہا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر کے محاورہ میں یہ فرمانا تھا کہ میری سنت اور صحابہ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو، اگر ایسا کرو گے تو خطرہ سے بچ جاؤ گے۔

"وایاکم ومحدثات الامور" دین کے معاملہ میں نئی نئی باتیں ایجاد ہوں تو ان سے بچو "وایاکم ومحدثات الامور" اپنے کو بچاؤ اور بچو یعنی لوگ اپنے فائدوں کی غرض سے محض اندازوں سے دین کے اندر نئی باتیں کرتے رہتے ہیں ان سے بچو اور یہ دین کے معاملہ میں ہے دنیا کے معاملہ میں نہیں دنیا کے معاملہ میں آدمی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی پسند کے مطابق کام کرے لیکن دین کے معاملہ میں جہاں اسے اللہ کی رضا کا معاملہ ہوتا ہے اس میں اگر کوئی نئی بات ایجاد کی جاتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہیں بتائی تو وہ "مُحدَثْ" ہے، یعنی نئی کر دی گئی ہے، نئے نئے اختیار کردہ معاملات سے بچو جن کو لوگ دین بناتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں حالانکہ وہ دین نہیں ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا اور کہا یا کیا ہے یا صحابہ کرامؓ نے کہا اور کیا ہے اس کے علاوہ جو نئی چیز اختیار کی جائے گی وہ دین نہیں بلکہ بدعت ہے، بدعت کا مطلب دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور دین کے اندر نئی بات کا ایجاد کرنا کسی کا حق نہیں کیونکہ دین مکمل کر دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" (میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا) دین مکمل ہو گیا اب کوئی نئی بات دین میں داخل نہیں ہوگی "و کل بدعة ضلالة" (حدیث) اور فرمایا ہر نئی بات اور نئی ایجاد یعنی جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں سے الگ ہوگی گمراہی ہوگی، ہدایت وہ ہے جو اللہ و رسول ﷺ سے ہم کو ملی، گمراہی وہ ہے جو دین میں نئی بات اختیار کی گئی جس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے یہاں کوئی سند نہیں اور رہنمائی نہیں ملتی وہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے۔

(مذکورہ بالا مضمون وہ تقریر ہے جو معہد سیدنا ابوبکر صدیق مہپت مئو لکھنؤ میں ختم ریاض الصالحین کے موقع پر کی گئی)

www.abulhasanalinadwi.org

سیرت واخلاق کی تعمیر میں حدیث کا کردار

قرآن مجید کی آیت ہے "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" کہ اللہ کے یہاں دین تو اسلام ہے" یعنی زندگی کا وہی طور طریق قابلِ قبول ہے جو اسلام میں بتایا گیا ہے، ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ "وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ" کہ جو شخص اسلام کے بتائے ہوئے طریقوں کے علاوہ دوسرے طریقوں کو اختیار کرے گا، تو وہ عنداللہ قبول نہیں کیا جائے۔ اور اسلام کا بتایا ہوا طور وطریق وہ طور وطریق جو ہم کو قرآن مجید سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے برتے ہوئے اور بتائے ہوئے احکام اور عمل سے پہنچا ہے اور وہ اللہ کو خدائے واحد مان کر اس کی مرضی اور اس کے حکم کے مطابق طریقۂ زندگی اختیار کرنا، دوسرے معنوں میں اپنے کو خدائے واحد کے حکموں اور مرضیات کے حوالہ کر دینا ہے، اور یہی اسلام کے لفظی معنی ہیں اور مسلمان سے یہی مطلوب بھی ہے، کہ وہ خود کو اپنے پروردگار کے حوالہ کر دے، یعنی اپنی مرضی کو اس کی مرضی کا تابع کر دے۔

یہ بات اسلام کے علاوہ کسی مذہب میں نہیں ہے، اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں مذہب کا مطلب ایک یا کئی خداؤں کو مانتے ہوئے صرف ایک متعین طریقہ سے ان کی عبادت کر لینا ہے، ان کے یہاں مذہب زندگی کے دوسرے

www.abulhasanalinadwi.org

پہلوؤں کے لئے کوئی متعین احکام نہیں رکھتا ہے۔ لیکن اسلام میں ایک محدود عقیدہ اور کچھ متعینہ شکلوں کی عبادت ہی نہیں بلکہ عقیدہ وعبادت کے ساتھ ساتھ معاملات ومعاشرت اور اخلاق کے لئے خصوصی ہدایات اور رہنمائیاں ہیں، اس میں عدل وانصاف، اخلاق کی درستگی اور نیکی، دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، ظلم وزیادتی سے گریز، بے حیائی اور گندی باتوں سے پرہیز، شرافت وانسانی خوبیوں کو اختیار کرنا ہے۔ یہ تمام باتیں اسلام میں دین کے اندر ہی داخل ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں جگہ جگہ انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ میں آتا ہے کہ وہ اپنی قوم کو صرف اللہ کی عبادت کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، کہیں آتا ہے کہ ناپ تول میں بے ایمانی نہ کرو، اور کہیں آتا ہے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو، اسی طرح اسلام نے دین کو پوری انسانی زندگی پر پھیلا دیا ہے اور زندگی کو اس کا پابند بنایا ہے، جس کا بیان قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر آیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام یعنی حدیث شریف میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اسلام نے زندگی کے تمام پہلوؤں کو دین کے احاطہ میں کر دیا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده والمهاجر من هجر ما نهی الله عنه" کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی زیادتی سے تمام مسلمان محفوظ رہیں، اور ہجرت کرنے والا دراصل وہ ہے جو ان تمام باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع کیا ہے، اسی طرح اسلام کے ماننے والے کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کیا حکم اور کیا طریق کار ضروری اور مفید ہے، اس کی تفصیل ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور احکامات میں ملتی ہیں، اور یہ احکامات آپ کی احادیث میں پھیلے ہوئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی زندگی

www.abulhasanalinadwi.org

تئیس سال ہوئی، تیرہ سال مکہ مکرمہ میں جو آپ نے دین کی دعوت وتبلیغ میں صرف کی اور اس کے سلسلہ میں لوگوں کی بے اعتنائی، ایذا رسانی اور دھمکیوں کو برداشت کرنے میں گذاری، آپ نے یہ سب برداشت کیا، کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ قرآن کے حکم کے مطابق عمل کرتے رہے، جو اس مرحلہ کے لئے دیا گیا تھا، کہ نماز (یعنی عبادات الٰہی) کو ادا کرو اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو، یعنی کسی کی شرارت اور ایذا رسانی کا جواب نہ دو، انتقام نہ لو، حتی کہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آئے، پھر دس سال مدینہ منورہ میں لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف متوجہ کرنے اور دینِ اسلام کی تفصیلات بتانے اور ان پر عمل کروانے میں گزرے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر کفار کی زیادتیوں کا جواب دینے کی اجازت ملی، اور کفار نے جب مسلمانوں پر حملے کئے اور جنگیں کیں تب آپ ﷺ نے اپنے رفقاء کے ساتھ ان حملوں اور جنگوں کا مقابلہ کیا، اور بہادری اور غیرت دینی اور اسلام کو سربلند رکھنے والے جذبہ سے کام لیا، اور ان جنگوں میں بھی اعلیٰ انسانی اقدار کا لحاظ رکھا، یہ سب آپ ﷺ کے رفقاء اور ساتھ دینے والوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، کانوں سے سنا اور ان سب پر عمل کیا، اور اپنے بعد والوں کو سنایا، بتایا، پھر ان کے سننے اور دیکھنے والوں نے اپنے بعد کے لوگوں کو بتایا اور سنایا، اور یہ سب حدیث شریف کے ذخیروں میں محفوظ ہوگیا، حدیث کے معنی گفتگو اور باتوں کے ہیں، حدیث رسول کا مطلب رسول کی باتیں اور گفتگو کے ہوئے، اور یہ سب گفتگو اور باتیں دین اسلام کی باتیں ہوئیں۔

رسول کی باتیں ارشادات اور ہدایات میں وہ ذخیرہ ہے جن سے دینِ اسلام اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ سامنے آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے، اس طرح حدیث شریف اللہ تعالیٰ کے کلام ''قرآن مجید'' کے ساتھ اسلام کی تمام باتوں کا

www.abulhasanalinadwi.org

ذخیرہ اور خزانہ ہے، اسی لئے مسلمانوں کو اپنی زندگی کو دینِ اسلام کے مطابق کرنے کے لئے حدیث کو سننا، پڑھنا اور معلوم کرنا ہوتا ہے، قرآن مجید اور حدیث شریف اصلاً عربی زبان میں ہے، حدیث شریف میں ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات اور رہنمائی کا ہے جن کا تعلق زیادہ تر مذہب کے عبادتی اور معاملاتی پہلو سے ہے، اور یہ زیادہ تر فقہ کے نام سے اور مسائل عبادات واحکام الٰہی کے جاننے کے لئے باقاعدہ پڑھا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں دوسرا حصہ اخلاق وسیرت سازی سے تعلق رکھتا ہے، اور ان کا اخلاق کی درستگی اور سیرت سازی میں اور انسان کی زندگی اور طور وطریق کو بہتر بنانے اور ترقی دینے میں بڑا کردار ہے، حدیث کے مسائل عبادت واحکام فقہ تو کوئی بھی عالم دین حسب ضرورت وطلب بتا سکتا ہے اور مدرسہ میں پڑھ سکتا ہے اور یہ سلسلہ الحمد للہ دور اول کے بعد ہی سے قائم چلا آرہا ہے، لیکن دوسرا پہلو جو اخلاق کی درستگی اور سیرت سازی کا ہے، اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ کا مطالعہ کرنا ضروری ہے کیونکہ اصلاح باطن اور تقویٰ اور خوف خدا خوف آخرت سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے لئے حدیث شریف میں بڑا ذریعہ اور اس کے مضامین اس کا بڑا ذخیرہ ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

تربیت وسلوک میں رعایت اور گفتگو میں ادبی حسن

رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین تھے، انسانوں کی ہدایت اور راہ حق کی نشاندہی اور وضاحت کے لئے رب العالمین کی طرف سے بھیجے گئے تھے، ان کی زندگی کا کام و پیغام دین حق کا پہنچانا اور شریعت اسلامی کی وضاحت تھی، لیکن وہ رسول ہونے کے ساتھ ساتھ انسان تھے، انسانی احساسات، تأثرات، معاملات سے ان کو بھی اسی طرح واسطہ پڑتا تھا، جس طرح کسی انسان کو پڑتا ہے، دعوت دین کی راہ میں ان کو صعوبتیں پیش آتی تھیں، وہ ان صعوبتوں کو انسان ہونے کے ناطے محسوس کرتے تھے، اہل تعلق سے محبت، حوادث پر رنج، خوشی کے موقع پر مسرت آپ کو بھی انسانوں کی طرح ہوتی تھی، جہاں ان احساسات وتأثرات کے اظہار کا آپ ﷺ موقع محسوس کرتے، ان کا اظہار فرماتے تھے، اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ کی وفات پر اپنے تأثر ورنج کا اظہار فرمایا، جس میں ایک طرف آپ ﷺ کی عبدیت اور احتیاط کا پورا اظہار ہے، دوسری طرف انسانی تأثر کے سچے اظہار کے لئے بہت فصیح اور مؤثر طرز ادا ہے، فرمایا:

"القلب يحزن، والعين تدمع، ولا نقول إلا مايرضى الربّ، وأنا على فراقك يا إبراهيم! لمحزون"

www.abulhasanalinadwi.org

''دل رنجیدہ ہے آنکھ میں آنسو آرہے ہیں، لیکن ہم وہی کہتے ہیں
جس سے رب راضی ہو، ہم تمہاری جدائی سے اے ابراہیم رنجیدہ
ہیں''

ذرا حقیقت کی عکاسی دیکھئے اور طرز ادا کی احتیاط دیکھئے، کیا یہ ادب نہیں؟

آپ ﷺ نے ایک موقع پر خواتین کی نزاکت کی کیفیت کا لحاظ اپنی عبارت میں اس طرح فرمایا کہ کہا: '' رفقاً بالقواریر'' اس میں آپ ﷺ نے خواتین کو آبگینوں سے تشبیہ دی، ایک موقع پر آپسی اختلاف کی گنجائش نہ بتاتے ہوئے فرمایا: ''لا ینتطح فیه عنزان ''یعنی اس معاملہ میں دو بکریاں آپس میں سینگ نہ لڑائیں گی، ذرا بکریوں کے یہ انداز سامنے رکھئے کہ دو بکریاں جب اکٹھا ہو جاتی ہیں، اپنے اگلے پیروں کو اٹھا کر سینگ لڑاتی ہیں، آپ ﷺ نے اس انداز کو دو شخصوں کی آپسی کشمکش کے اظہار کے لئے انتخاب کیا، اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ '' هذا یوم له ما بعده '' یعنی آج کا دن ایسا ہے کہ اس کا سلسلہ بعد میں چلے گا، ذرا اس طرز ادا کو دیکھئے، کتنے اچھے طریقہ سے کسی قضیہ کے کسی نہ کسی شکل میں جاری رہنے کا امکان بتایا گیا ہے۔

یہ تو جملے تھے، آپ ﷺ کے اس خطبہ کو دیکھئے جو آپ ﷺ نے ہوازن سے واپسی پر مال غنیمت کی تقسیم میں بعض غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے دیا، اور آپ کی مختلف دعاؤں کو دیکھئے، کیسی باریکی اور نفسیاتی کیفیت کا لحاظ اور تأثرات کی سچی ادائیگی ملتی ہے، اس میں اپنی عبدیت اور پروردگار کی عظمت کا پورا احساس اُجاگر ہے۔

مؤثر اور فصیح طرز ادا اور دل کو متحرک کر دینے والی تعبیر، دعوت دین کے کام کے لئے ایک ضروری اور مؤثر ذریعہ تھا، امت کی رہنمائی اور تعلیم وتزکیہ کے لئے بھی اس کی ضرورت تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی صلاحیت آپ کو بدرجہ اتم عطا فرمائی گئی تھی، بہرحال آپ ﷺ کی فصاحت اور حسن ادا جو آپ ﷺ کی گفتگو،

www.abulhasanalinadwi.org

خطابت، نصیحت اور اپنے رب کے سامنے اظہار عاجزی، حمد و مناجات میں کھلے طریقہ سے ظاہر ہوتی ہے، آپ ﷺ کی فصاحت کلام و حسن بیان پر سب کو اتفاق ہے، عربوں میں صحت کلام و فصاحت کے لئے جن اسباب و ذرائع کی ضرورت ہوتی تھی، وہ بھی آپ ﷺ کو بدرجۂ اتم حاصل تھے، آپ ﷺ فصیح ترین قبیلہ قریش میں پیدا ہوئے، پھر قبیلہ بنی سعد میں رضاعت کا زمانہ گزارا یہ قبیلہ فصیح قبائل میں شمار کیا گیا ہے، پھر پاکیزہ زندگی اور پاکیزہ خیالات و احساسات آپ ﷺ کا طرز رہا، پھر نبوت ملی تو بلاغت و اعجاز بیان کا معیاری کلام قرآن مجید آپ ﷺ پر اتارا جانے لگا، وہ آپ ﷺ کا اصل معلم و مربی تھا، آپ ﷺ کا قلب و ذہن اور آپ ﷺ کا اسلوب بیان سب نے اس آسمانی معلم سے کسب فیض کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جہاں ایک طرف مناجاتیں اور دعائیں ہیں، وہاں دوسری طرف قابل قدر اشخاص اور محبین کے ساتھ محبت و تعلق کے بلیغ جملے ہیں اور اغیار سے گفتگو میں جو کلام فرمایا ہے، اس میں موقع و محل کی نزاکت کا موثر لحاظ ہے، آپ ﷺ نے بنی عبد قیس سے جو آپ ﷺ کے قبیلہ قریش کی نظر میں اغیار تھے، ملاقات کے لئے آنے پر زیادہ دلداری اور ملاطفت کا اظہار موثر و دلنواز اسلوب میں بیان فرمایا: ''مرحبا بالقوم غیر خزایا ولا ندامی'' آپ ﷺ لوگوں کو بہت بہت خوش آمدید آپ ﷺ کو کوئی بے احترامی کا معاملہ نہیں ملے گا، اور نہ آپ ﷺ کو آنے پر افسوس ہوگا'' اس سب کے علاوہ آپ کی زبان مبارک سے متعدد موقعوں پر ایسے جملے نکلے جو کہاوت اور مثل بن گئے اور آج تک ضرب الامثال کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

پھر آپ کی گفتگو اور خطاب کو دیکھئے تو وہاں ادبی حسن و تاثیر کی پوری چھاپ ملتی ہے جو دلوں کو موہ لیتی ہے، آپ ﷺ کا حضرات انصار سے موثر خطاب، آپ ﷺ کا حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب، آپ ﷺ کی وہ دلنشیں تشریح جو آپ ﷺ نے یہ مثال

www.abulhasanalinadwi.org

دے کر کہ ''برا کام کرنے والوں کو اگر ان کے رفقاء نے ان کے برے کام سے نہ روکا تو ان کی ایسی مثال ہوگی کہ کسی دو منزلہ کشتی پر اوپر بیٹھے لوگ نچلی منزل میں بیٹھے لوگوں کو اگر دیکھیں کہ وہ دریا سے پانی لینے کے لئے اپنی منزل کے پیندے میں سوراخ کررہے ہیں اور وہ دوسروں کی مصیبت سمجھ کر ان سوراخ کرنے والوں کو نہ روکیں گے تو دونوں منزل کے سوار تباہ ہو جائیں گے،'' اسی طرح آپ ﷺ نے اس کی رہنمائی کی وضاحت کرتے ہوئے جو آپ ﷺ تمام لوگوں کے لئے لائے پھر کچھ لوگوں نے مانا، اور کچھ لوگوں نے نہ مانا، آسان اور دلنشیں اسلوب میں مثال دیتے ہوئے کہا: ''کہ بارش کا پانی زمین پر بہتا ہے مقامی زمین کو سیراب کرتے ہوئے دور کے لوگوں کو بھی بہہ کر پہنچتا ہے۔ اس طرح دونوں زمینوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، لیکن کچھ زمین سپاٹ پتھر کی طرح ہوتی ہے، پانی سے فائدہ نہیں اٹھاتی بلکہ ادھر ادھر بہا کر ضائع کر دیتی ہے'' آپ ﷺ نے اس مثال سے زمینوں کے حقیقی فائدہ اٹھانے والے اور اس علم کو ضائع کر دینے یا نا قابل قبول سمجھنے والوں سے بڑے سہل اور بلیغ انداز میں تشبیہ دی آپ ﷺ نے اپنی زوجہ مطہرہ کی دلداری کے لئے ان کو دلچسپ اور ادبی زبان میں ایک تبصرہ سنایا جس میں متعدد بیویوں نے اپنے اپنے شوہروں کے بارے میں اظہار رائے کیا تھا وہ تبصرہ حدیث ام زرع کے نام سے حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

مسلمانوں کی بڑی خصوصیت اور اہم صفت قرآن مجید میں یہ بتائی گئی ہے کہ:

''كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ'' (سورہ آل عمران:۱۱۰)

کہ تم وہ بہترین قوم ہو جو تمام انسانوں کے لئے نکالی گئی ہو، تم اچھی بات کی طرف متوجہ کرتے ہو اور بری بات سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کی یہ صفت وخصوصیت قرآن مجید میں صرف بتائی ہی نہیں گئی ہے بلکہ اس کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہے کہ تم میں ایک تعداد ایسی ہونی چاہئے کہ جو اچھی باتوں کی طرف دعوت دیتی ہو اور نیکی کی تلقین کرتی ہو اور اچھی بات کی ہدایت کرتی ہو اور بری بات سے منع کرتی ہو:

"وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (سورہ آل عمران:)

اور یہ فرمایا گیا کہ یہی لوگ کامیاب ہیں۔

"وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"

یہ خصوصیت اور صفت مسلمانوں کی کامیابی کا ذریعہ بتائی گئی ہے اور مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان کی کامیابی کا راز اسی صفت میں رکھا گیا ہے۔ اس پر عمل کرنے کی بنا پر وہ دنیا میں ہر جگہ پھیلے ہیں۔

ہم کو اپنے حالات اور واقعات کے سلسلہ میں اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے، قرآن مجید میں آتا ہے:

"وَمَآ أَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ" کہ تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کا ہی حاصل کیا ہوا نتیجہ ہوتا ہے، یعنی اپنے پروردگار کے حکموں سے روگردانی اور برے اعمال اختیار کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے، اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے بہت کچھ معاف بھی کر دیتا ہے، یعنی تمہارے بہت سے گناہوں کی گرفت نہیں کرتا بلکہ معاف کر دیتا ہے، ذرا ہم اپنے گریباں میں منھ ڈال کر دیکھیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے خلاف کتنی حرکتوں اور بری عادتوں میں مبتلا ہیں ہم کو غور کرنا چاہئے اور اللہ کے غضب کو بلانے والی چیزوں سے بچنا چاہئے، ظالم کا مقابلہ اسی جگہ پر ہے اس کو ضرور سزا ملنی چاہئے اور وہ انشاء اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

ملے گی، لیکن ہم دینی واخلاقی لحاظ سے اپنے کو دیکھیں کہ ہم نے اللہ کے غضب لانے والے کام تو نہیں کئے اگر کئے ہیں تو ان کی اصلاح کریں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اس طرح اس کی ناراضی سے بچ سکیں گے اور اس کی رحمت و مدد کے مستحق بن سکیں گے اور جب اس کی مدد ہوگی تو کوئی بھی ہم کو کچھ بھی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سیرت نبوی ﷺ اور ادب

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَان"

''کہ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو قوت بیان یعنی اچھا پیرایۂ کلام سکھایا''

اور قرآن مجید کی خوبی بتاتے ہوئے فرمایا کہ:

" وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝

''اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے، اس کو امانت دار فرشتہ (جبرئیل) لے کر آیا ہے آپ کے قلب پر صاف عربی زبان میں تاکہ آپ بھی منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں''

اور اپنے برگزیدہ بندوں یعنی انبیاء کرام کے متعلق فرماتا ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ

''کہ ہم نے جب کوئی رسول بھیجا تو اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا تاکہ وہ اچھے پیرایہ میں ان کے سامنے بات رکھ سکے''

www.abulhasanalinadwi.org

اور خود قرآن مجید میں صاف و دلنشیں اور اثر انگیز پیرایہ میں بات کہی گئی ہے۔

انسانی زندگی بہت متنوع ہے اور وہ احساسات و جذبات کی آماجگاہ ہے، اسلام دین فطرت ہونے اور انسان کی فطری ضرورت کا لحاظ رکھنے کی وجہ سے زندگی کے تمام پہلوؤں کی رعایت رکھتا ہے۔ ادب کا کام زندگی کی ترجمانی ہے۔ ادب الفاظ کے ذریعہ زندگی کے احساسات کی عکاسی کرتا ہے۔ لہٰذا ہم جب ادب کے ساتھ اسلامی کا لفظ وابستہ کرتے ہیں تو یہ بتانے کے لئے وابستہ کرتے ہیں کہ اسلام کے جائز کئے ہوئے وسیع دائرہ زندگی میں کسی بھی امر کے لئے جو الفاظ موثر و کامیاب ترجمانی کرسکیں، ان کے ساتھ جو ادب ہو وہ اسلام کا ہوتا ہے، اس طرح ادب اسلامی محض دعوتی دائرہ میں یا محض وعظ و نصیحت کے اندر محدود نہیں اس کا دائرہ صحت منداور اسلام کی طرف سے جائز کردہ زندگی کے تمام احساسات کی ترجمانی کا ہے۔ شاعری میں مدح سرائی ہو، غزل ہو یا مرثیہ گوئی ہو، اور نثر میں افسانہ ہو، ناول ہو یا کوئی انشائیہ ہو خطبہ ہو یا خطوط ہوں وہ سب ادب ہونے کے ساتھ اسلامی دائرہ کے اندر سمانے کے لائق ہونے پر صفت اسلامی سے متصف ہونے کے مستحق ہوجاتے ہیں۔ اس کے نمونے مسلمانوں کی تحریروں اور تقریروں کی طویل تاریخ میں بہت ملتے ہیں، اور ان سے مسلمانوں کی زندگی پر اچھے اثرات بھی پڑے ہیں، اور ان سے نوخیز ذہنوں اور مزاجوں نے بہت فائدہ اٹھایا۔ اسلام میں ادب کی سرپرستی اور ہمت افزائی اہل علم واہل ذوق نے تو کی ہی ہے بہت سے قائدین نے بھی کی ہے۔ قرن اول میں بھی ادب سے دلچسپی کی مثالیں خاصی ملتی ہیں اولاً تو اس کی سرپرستی قرآن وحدیث سے ہوئی ہے۔ جس کی مثالیں ہم کو اچھی خاصی ملتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جہاں ایک طرف مناجاتیں اور دعائیں ہیں وہاں دوسری طرف قابل قدر اشخاص اور محبین کے ساتھ محبت و تعلق کے بلیغ جملے ہیں اور اغیار سے گفتگو میں جو کلام آپ ﷺ نے

www.abulhasanalinadwi.org

فرمایا ہے اس میں موقع ومحل کی نزاکت کا موثر لحاظ ہے۔

اور آپ ﷺ کی زبان مبارک سے متعدد موقعوں پر ایسے جملے نکلے جو کہاوت اور مثل بن گئے اور آج تک ضرب الامثال کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کی گفتگو اور خطاب کو دیکھئے تو وہاں ادبی حسن وتاثیر کی بڑی چھاپ ملتی ہے جو دلوں کو موہ لیتی ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک موقع پر اپنی سواری پر شریک سوار سے جاہلیت کے دور کے ایک شاعر کا کلام کہہ کہہ کر سنا، کلام اچھا اور دین کی حمایت میں تھا، آپ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ ان اشعار کے شاعر کی زبان نے اسلامی مزاج کے مطابق کام کیا لیکن اس کا دل کافر ہی رہا، الفاظ تھے آمن لسانه و کفر قلبه آپ ﷺ نے کعب بن زہیر سے اپنی مدح میں قصیدۂ مدحیہ سنا اور باوجود اس کے کہ اس کے قصیدہ میں جاہلی دور کا پورا انداز تھا لیکن وہ نیا نیا مسلمان ہو رہا تھا اس کو اسلام کا تقاضہ اور طرز معلوم نہ ہو سکا تھا لہٰذا آپ ﷺ نے صرف سنا ہی نہیں بلکہ اس پر انعام بھی دیا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے شعر کہنے کو نہ صرف پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے بلکہ مسلمان ہو جانے والے شاعروں کو اپنی شاعری دین کی حمایت میں استعمال کرنے کا حکم دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے خود شاعری نہیں کی لیکن نثر میں بڑی بلاغت اور ادبیت ظاہر فرمائی۔ آپ ﷺ نے انسانی سرشت بتاتے ہوئے ایک بار ایک واقعہ قصہ کی شکل میں اور سہل انداز میں بیان کیا۔ اس قصہ میں ایک نابینا، ایک گنجے اور ایک کوڑھی کے طرز عمل کا تذکرہ فرمایا اور اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں جن میں زندگی کے مختلف پہلوؤں اور ان کے انسانی فطرت واحساسات اور نفسیاتی حال کی عکاسی آپ ﷺ کے کلام بلاغت نظام میں بکثرت ملتی ہیں جو ہم کو متوجہ کرتی ہیں کہ ادب اسلام سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ لیکن وہ اسلام کے سایہ میں صحت مندانہ انداز سے چلتا اور کام کرتا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے۔اور ہماری مراد اسلامی ادب سے وہی ادب ہے جو زندگی کی رہنمائی انسان کی صحت مندانہ مصلحتوں اور تقاضوں کے مطابق کرتا ہو، اور باوجود تنوع اور وسعت کے صحت مندانہ دائرہ سے باہر نہ چلا جائے۔ ایسا ادب نہ صرف مسلمانوں کی ضرورت ہے بلکہ تمام انسانوں کی ضرورت ہے۔ وہ انسانی قدروں کا محافظ اور انسانوں کی خوشی و رنج میں شریک مسرت و غمگسار الم بھی ہے، اس کی سرشت اسلامی ہے، مذاق انس و ہمدردی ہے، دائرہ کار میں زندگی اور پوری انسانیت ہے اور عہد نبوت سے شروع ہو کر آئندہ مستقبل کے اندر دور تک پھلا ہوا ہے۔

ہم کسی بھی ادبی نمونہ کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کے تعین کے لئے اس کو ان وسعتوں اور احتیاطوں کے دائرے میں رکھتے ہوئے دیکھنا ہوگا جو ہم کو اسلام کی طرف سے واضح رہنمائیوں میں بتائی گئی ہیں۔ وہ ادبی نمونہ جس قدر ان سے مطابقت رکھتا ہوگا اسی قدر اس کو اسلام کے نقطۂ نظر سے صحیح سمجھا جائے گا۔ اور جس قدر ان سے گریزاں ہوگا اسی قدر اس کو اسلامی نقطۂ نظر سے دور سمجھا جائے گا۔

مکہ کے ایک شاعر جو مذاہب کی تعلیمات سے واقفیت کے اثر سے جنت، دوزخ، آخرت، خدا، اس کی رضا جیسے خیالات سے واقف ہو گئے تھے اور اپنی شاعری میں ان کا تذکرہ کرتے تھے لیکن اس سے ان کو ایسی ضد ہوئی کہ اس کی بری طرح مخالفت کرنے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے ایک رفیق سفر سے ان کے اشعار سنانے کی فرمائش کی اور بار بار فرمائش کر کے سنتے رہے۔ پھر فرمایا کہ "آمن لسانه و کفر قلبه" (ان کی زبان نے تو ایمان والی بات کہی لیکن ان کا دل ایمان نہ اختیار کر سکا)

اسی طرح ایک شاعر مسلمان ہوئے اور انھوں نے ایک نظم کہی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور شاعرانہ مضمون کے ساتھ بڑائی کا بھی تذکرہ کیا۔ یہ

نظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔ آپ ﷺ نے اس کو خوش اخلاقی کے ساتھ سنا، اس نظم میں ایک شعر ایسا آیا جس میں تعلّی کا انداز حدود بشریت سے آگے بڑھتا ہوا محسوس ہوتا تھا شعر یہ تھا کہ:

بلغنا السماء مجدنا و جدودنا

وانا لنرجو فوق ذلك مظهرا

''کہ ہماری عزت وعظمت آسمان تک پہنچ چکی ہے۔ اور اب ہم امید کرتے ہیں کہ اس سے بھی آگے جائے گی۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کو خدا تعالیٰ کے مقام سے گستاخی کا شبہ کرتے ہوئے ٹوکا، لیکن آپ ﷺ نے اچھے انداز میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہاں تک پہنچنے کا قصد ہے اے ابو لیلیٰ (ابو لیلیٰ شاعر کی کنیت تھی) انھوں نے برجستہ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ جنت تک۔ آپ ﷺ اس جواب سے مطمئن ہو گئے کہ ان کے کلام میں شان خداوندی سے برابری دکھانے کی شوخی نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا ان کے اشعار خوش اخلاقی سے سننا پھر ایک شعر میں جو ایک شک پیدا کرنے والا مضمون محسوس ہوا، اس پر ٹوکنا ایک رہنمائی کا ذریعہ بن گیا، کہ شاعر کو فخر کرتے ہوئے کن حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔

اسلام نے مسلمانوں کا جو ذہن بنایا تھا اور ان کے خیالات، امنگوں اور حوصلوں کو اس کے دائرے کا پابند کیا وہ ذیل کے ایک واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ یہ تھا کہ جاہلیت کے اصولوں میں یہ بات تھی کہ آدمی اگر اپنے خاندان کا یا اپنی پارٹی کا ہے تو وہ اچھا ہے۔ آنکھ بند کر کے تائید و مدد کا حقدار ہے اور قابل محبت و تعلق ہے۔ لیکن اگر وہ مخالف خاندان یا کیمپ کا ہے تو خواہ حق پر ہو رواداری کا مستحق نہیں۔ چنانچہ یہ فقرہ محاورہ بن کر رائج ہو گیا تھا کہ اپنے آدمی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم، اسی کے مطابق

www.abulhasanalinadwi.org

جاہلیت کا شاعر کچھ لوگوں کی تعریف میں کہتا ہے کہ:

لایسالون اخاھم حین یندبھم
فی النائبات علی ماقال برھانا

''کہ یہ لوگ جب حوادث جنگ پیش آتے ہیں تو اپنے بھائی سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم جنگ میں شرکت کے لئے بلا رہے ہو تو کس بات پر جنگ ہے، یعنی آنکھ بند کر کے مدد کرتے ہیں۔''

وما انا الا من غزیة ان
غوت غویت وان ترشد غزیة ارشد

''کہ میں تو قبیلہ غزیہ سے ہوں وہ خراب کام کریں گے تو میں بھی خراب کام کروں گا، وہ اچھا کام کریں گے تو میں بھی اچھا کام کروں گا۔''

بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت وانصاف پسندی کی تعلیم دیتے ہوئے اس ذہنیت سے منع فرمایا۔ اس طرح مسلمانوں کے لئے یہ رائج فقرہ نا قابل قبول ہو گیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فقرہ استعمال فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم۔ صحابہ کرامؓ کا چونکہ آپ ذہن بدل چکے تھے، انھوں نے فوراً سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم کی مدد کرنا تو ہم سمجھتے ہیں لیکن ظالم کی مدد کیسے ہوتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ظالم کی مدد اس طرح ہوتی ہے کہ اس کو ظلم سے روکو، اس طرح آپ ﷺ نے اسلامی ذہن کے لئے وہ حدود بتا دیئے جہاں تک مسلمان جا سکتا ہے اور جہاں سے اس کو آگے نہ بڑھنا چاہئے۔

مسلمان کو خواہ ادیب ہو خواہ شاعر ان سرحدوں کو جاننا ہوگا، اور ان کی پابندی کرنی ہوگی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں جن کو آپ ﷺ کی ہر نمائی ملی

www.abulhasanalinadwi.org

تھی، شاعر بھی تھے اور ادیب بھی۔ وہ اسلام کی بتائی ہوئی وسعتوں ہی میں اپنے ادب وشاعری کو چلاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو اجازت بلکہ تائید حاصل رہتی ان کی شاعری کی وسعتوں میں مدح بھی تھی اور مرثیہ بھی، غزل بھی تھی اور ہجو بھی، واقعہ بیانی بھی تھی اور احساسات کا اظہار بھی۔ لیکن ان سب میں رعایت تھی انسانی قدروں اور اسلام کی حدوں کی ان کی اس احتیاط کو اس عہد کے مقتدر اسلامی شاعر حضرت حسان بن ثابت الانصاریؓ کے اس جملہ سے سمجھا جاسکتا ہے جو انھوں نے اس موقع پر کہا جب قریش کے بعض ایسے افراد کی طرف سے جو حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز تھے، آپ ﷺ کی ہجو کرنے کے جواب دینے کے ارادہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ تم ان لوگوں کی مذمت کیسے کروگے جب کہ میں خاندانی طور پر انھیں میں سے ہوں۔ اس پر انھوں نے کہا کہ میں آپ ﷺ کو ان میں سے ایسا نکالوں گا جیسے گیلے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے۔

اچھی اور موثر زبان میں مختلف رعایتوں کے ساتھ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کی ہجو کی اور خوب کی اور انھوں نے اپنے ایک دوسرے شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرتے ہوئے کہا:

فان ابی ووالدہ وعرضی
لعرضی محمد منکم وقاء

''بلاشبہ میرے باپ اور میرے دادا خود میری آبرو یہ سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے تمہارے حملے روکنے کے لئے سینہ سپر ہیں''

انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے دفاع اور ان کے بدخواہوں کی بدخواہی کے مقابلہ کے لئے اپنی شاعرانہ صلاحیت کو خوب خوب استعمال کیا اور اپنے فنی ہنر کا اظہار کیا، انھوں نے اپنی شاعری میں زور پیدا کرنے کے لئے غزل کی

www.abulhasanalinadwi.org

اصطلاحیں اور تعبیریں بھی فصاحت وجدت طرازی کے ساتھ استعمال کیں۔ اور چونکہ وہ معقول حدود سے باہر نہ تھیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا، بلکہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اسلام کی نصرت تلوار اور تیر سے کی جاتی ہے اور شعر وشاعری سے بھی کی جانا چاہئے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنی اس سخن گوئی کی بنا پر شاعر اسلام اور شاعر الرسول کہلائے۔ اشعار کے اندر جذبہ واحساس وتاثر کی جو ترجمانی ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس کے صحیح انداز میں پورا محسوس کرتے تھے۔

اس کی اہم مثال وہ اشعار ہیں جو آپ ﷺ کے قریشی عزیز کو ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی بنا پر ان معافیوں میں شامل نہ کئے جانے پر جو فتح مکہ کے موقع پر عام طور پر دے دی گئی تھیں قتل کر دیئے جانے پر ان کی بہن نے کہے تھے۔ اور ادب میں آپ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے رنج والتجا کا مؤثر انداز اختیار کیا تھا۔ ان کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تأثر کا اظہار فرمایا کہ یہ اشعار اگر پہلے سنے ہوتے تو رعایت کر دیتے۔

نثر کا دائرہ قرآن مجید کے نزول سے قبل عربوں میں بہت محدود تھا۔ قرآن مجید کے اثر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے ذریعہ وسیع ہوا، اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر معمولی ادبیت کا اظہار ہوا۔ آپ ﷺ اس میں تمام دیگر عربوں کے لئے معلم ورہبر نظر آتے ہیں۔ آپ کی تقریریں، گفتگوئیں، تذکرے اظہار تاثر، دعائیں ومناجاتیں عربی کا بہترین ذخیرۂ ادب ہیں۔ اور آپ ﷺ کے زمانہ اور آپ کے زمانہ کے بعد کی نثر پر آپ ﷺ کے ادب کی نمایاں چھاپ ملتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اقسام کلام میں آپ ﷺ کے یہاں بھی تنوع ملتا ہے۔ مثلاً زن وشو کے آپسی تبصروں پہ بھی ایک گفتگو آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہوئی تھی جو آپ ﷺ نے بیان فرمائی اور وہ حدیث

www.abulhasanalinadwi.org

میں محفوظ ہے۔اس میں اس خاص گوشہ ادبی کی بھی نمائندگی ملتی ہے۔ یہ حدیث ام زرع کے نام سے موسوم ہے۔

احادیث کے تعلق سے ایک مثال ہمیں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تقریر میں بھی ملتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے بعد انصار کے سامنے فرمائی تھی یہ وہ موقع تھا جب آپ ﷺ نے مال غنیمت کا بڑا حصہ قریش کے درمیان تقسیم فرما دیا تھا اور انصار کو اس سے محروم رکھا تھا اس پر ان کے ایک شخص کو یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی طرف داری کی ہے اور اس کے ساتھ جانب داری برتی ہے اور اس انصار کے قبیلہ کو جو قربانی و جاں نثاری اور فداکاری میں آپ کا شریک رہا ہے نظر انداز فرمایا اور اس کا حق پورا ادا نہ کر سکے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے انصار کو جمع فرمایا۔آپ ﷺ ان کی اس عارضی جذباتی کیفیت کے ساتھ ساتھ ان کی حقیقی ذہنیت کو بھی جانتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی اسی نفسیاتی کیفیت اور ذہنی حالت کی رعایت کرتے ہوے انھیں مخاطب کرتے ہوے فرمایا۔

اے گروہ انصار! تمھاری سرگوشیاں اور چہ می گوئیاں کیا ہیں، تمھارے دلوں میں کچھ احساس شکایت ہے، کیا تمہیں اس کا خیال نہیں آتا کہ جب میں نبی ہو کر تمہارے پاس پہنچا تو تم گم کردہ راہ تھے، اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں صحیح راستہ پر لگایا، اور تم غریب تھے اللہ تعالیٰ نے میرے واسطہ سے تمہارے لیے دولت کے ذرائع پیدا کر دیئے، تم آپس میں دشمن تھے، اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمہارے دلوں میں محبت واتحاد اور آپس کی الفت پیدا کر دی۔

انصاری حضرات بولے، سچ ہے احسان وکرم اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے گروہ انصار! تم نے میری بات کا جواب نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

دیا، انھوں نے عرض کیا! اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ کو کیا جواب دیں؟ سب احسان وکرم ہم پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کا ہے، تب آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو تم اگر کہنا چاہو تو کہہ سکتے ہو اور کہو گے تو سچ کہو گے اور میں تمہاری تصدیق بھی کروں گا، تم کہہ سکتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس وقت آئے جب لوگ آپ ﷺ کو جھٹلا رہے تھے، ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی، لوگوں نے آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ رکھا تھا ہم نے آپ ﷺ کی مدد کی، لوگوں نے آپ ﷺ کو وطن سے نکال دیا، ہم نے آپ ﷺ کو پناہ دی، آپ کم مائیگی میں تھے، ہم نے اپنے مال سے آپ ﷺ کی کم مائیگی دور کی، یہ سب تم کہہ سکتے ہو، اے گروہ انصار! کیا تم کو مجھ سے شکایت دنیا کی ایک چیز اور معمولی چیز پر ہو رہی ہے، وہ معمولی چیز جس کے ذریعہ میں نے ایسے کچھ لوگوں کو جو دل سے میرے قریب نہیں آرہے تھے اسلام نہیں لائے ہیں قریب کرنا چاہا اور تم کو تمہارے ایمان واسلام پر چھوڑتے ہوئے اس میں حصہ نہیں دیا۔

اے گروہ انصار! کیا تم یہ نہیں پسند کرو گے کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تمہارا حاصل اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو جس کو لے کر اپنے گھروں کو لوٹو گے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے تم جو چیز لے کر لوٹو لے وہ اس چیز سے کہیں بہتر ہے جو یہ لوگ لے کر اپنے گھروں کو جائیں گے، میرا تعلق تو تم سے ایسا ہے کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا (یعنی انصاری خاندان میں ہی مدینہ میں پیدا ہوتا) اگر انصار ایک راستہ اور گھاٹی میں چل رہے ہوں اور دیگر لوگ دوسرے راستہ اور گھاٹی میں چل رہے ہوں تو میں انصار ہی کے ساتھ ان کی گھاٹی میں چلوں گا اور انھیں کا ساتھ دوں گا، انصار کی مجھ سے قربت ایسی ہے جیسی لباسوں میں جسم سے وابستہ لباس کی ہوتی ہے، دوسروں کا نمبر اس کے بعد کا ہے، اے اللہ! انصار پر رحم فرما، ان کی اولاد پر رحم فرما، اور ان کی اولاد پر رحم فرما،

www.abulhasanalinadwi.org

راوی کا کہنا ہے کہ یہ پُر اثر باتیں سن کر لوگ اتنا روئے کہ ان کی داڑھیاں اشکوں سے بھیگ گئیں اور وہ چلا اُٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حصہ میں آئے اس پر ہم پوری طرح راضی اور خوش ہیں (زادالمعاد)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تین جہتوں سے نفسیاتی کیفیت کی رعایت پر مشتمل ہے، اول یہ کہ آپ ﷺ نے اُن کے اس جذبہ اور احساسِ تعلق کو ابھارا جو انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، اور وہ سب تھا جس میں اتباع کامل اسلام پر یقین اور اس کو ہر چیز پر ترجیح، پھر قربانی وجاں نثاری کا وہ جذبہ جو تمام صحابۂ کرام میں غالب اور حاوی تھا اور اسی جذبہ نے مسلمانوں کی جماعت کو کفار کے مقابلے میں طاقت وقوت اور جلادت وصلابت عطا کر رکھی تھی اور جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان کے اس جذبہ کو حرکت دینے اور بیدار کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں اور ان سے اس کا اقرار کرالیا ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احسانات بے حد وبے شمار ہیں، تو پھر آپ ﷺ نے دوسرے پہلو پر توجہ دی، یعنی ان کی طرف سے پذیرائی خصوصی تعاون اور اخلاص کی قدر اور اس کا اقرار واعتراف فرمایا، اور ان کے ایمانی تعلق کو مؤثر ڈھنگ سے سراہا اس طرح ان کے دلوں میں جاگزیں رنج کو دور فرمایا، اس میں آپ ﷺ نے ان کے فطری بشری احساس کی پوری رعایت فرمائی اور تسلیم فرمایا کہ انھوں نے مشکل حالات میں آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا اور آپ ﷺ کا استقبال کیا، آپ ﷺ کا ساتھ دیا اور اس محبت وایمان کے راستہ میں ہر طرح کی قربانی پیش کی، پھر جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ اُن کے دل کھل گئے اور ان میں جو شکایتی اثر پیدا ہوا تھا وہ زائل ہو گیا اور وہ اپنی سابق صفائے قلب پر لوٹ آئے تو آپ ﷺ نے انھیں ان کے ایمان کی قدر و قیمت اور قربانی وجاں نثاری میں ان کے مقام ومرتبہ سے آگاہ فرمایا، ان کے لئے دعا فرمائی، ان کی تعریف کی، اپنے لئے ان کی محبت کی قدر

www.abulhasanalinadwi.org

شناسی فرمائی، اسے سراہا، ان پر شفقت کا اظہار فرمایا اور اپنے کو پورے اخلاص کے ساتھ ان کے اندر شامل بتایا، اور خود کو انھیں میں کا ایک فرد گردانا، ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شدت تأثر سے رو پڑے اور ان کے دلوں سے گرد و غبار چھٹ گیا، اس طرح آپ ﷺ کا کلام مخاطب کی نفسیاتی کیفیت کی رعایت کرنے کی ایک عمدہ و دلکش مثال ہے کہ گفتگو کے وقت اس کے حسب موقع طرز تخاطب استعمال کیا جائے اور اس کے لئے اس کے مناسب کیفیات کے حامل الفاظ کا انتخاب کیا جائے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مؤثر ڈھنگ جنگ پر بات کرنے کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں اور ادب کے متنوع پہلو ملتے ہیں، مثلاً گفتگو، خطابت، حکایت، نصیحت، دعا، اظہار، تأثر اور رعایت، ذوق ادبی، ان سب اصناف سخن کی مثالیں حدیث شریف کی کتابوں میں چند دو چند موجود ہیں، اور ان سیاس عہد کے لوگوں پر بڑا اثر پڑا۔ اور بہت سے ان کے اثر سے آپ ﷺ کی طرف کھنچ کھنچ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے اصحاب نے اور تابعین پھر تبع تابعین اور بعد میں بھی آپ ﷺ کے طریقہ کی نقل کی گئی، چنانچہ خلفائے راشدین اور ان کے بعد متعدد شخصیتیں پر اثر زبان اور مؤثر کلام میں ممتاز ہوئیں۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہر داعی اور مصلح اپنے دعوت کے کام میں اس کی رعایت کرے یہ چیز اس کے مقاصد دعوت کے لئے موزوں اور مقصود تک پہنچنے میں معاون ہوتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کلام رسول ﷺ ادبی بلاغت کا شاہکار

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اپنے اندر ایک ایسا اثر انگیز ادبی مواد رکھتا ہے جس میں طاقت ور انسانی جذبہ اور رقیق انسانی تأثر کی تصویر کشی اور ادبی رعنائی و برنائی پائی جاتی ہے اور جذبۂ تأثر کے یہ نقوش خاص طور پر آپ ﷺ کی ان احادیث اور کلام میں زیادہ نمایاں ہیں جو فطری انسانی جذبات اور نفسیاتی حالات و کیفیات پر مشتمل ہے۔

یہ ادیبانہ طرز اور مؤثر و دلکش اسلوب ادبی دائرے میں بحث و نظر کے مستحق ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے فنی خصائص کے ذریعہ ان شریفانہ اغراض و مقاصد کی بھی خدمت کرتے ہیں جن کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانی دنیا میں بعثت ہوئی، یعنی دعوت و تربیت اور ان سے متعلق امور میں بھی ان سے بڑی مدد ملتی ہے اسی لیے ادب نبوی کا یہ پہلو اس کا مستحق ہے کہ کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلچسپی رکھنے والے ادباء و محققین خاص طور سے اس کی طرف توجہ کریں اور اس میں دلچسپی لیں، کیونکہ یہ زندگی کے ایک اہم پہلو کی نمائندگی کرتا اور اسے دوسروں کے سامنے پیش کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اس پہلو کے بعض حصے اپنے پرائیویٹ اور نجی واقعات سے متعلق آپ ﷺ کے اظہار خیال کے موقع پر اور آپ ﷺ

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ پیش آنے والے مخصوص نفسیاتی فطرت کے حامل معاملات میں ظاہر ہوتے ہیں، اور اس سے بھی زیادہ موثر اور والہانہ انداز میں آپ ﷺ کی دعاؤں میں نمایاں ہیں۔

جہاں تک اجتماعی و معاشرتی مواقع کی بات ہے، جو بعض وقت جذباتی کیفیت کے حامل ہوتے ہیں تو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کے اظہار رائے واظہار تاثر کے مواقع پر اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں ملتی ہے، جو آپ ﷺ نے وفد عبدالقیس کی آمد کے موقع پر فرمایا تھا، عبدالقیس ربیعہ کا ایک قبیلہ ہے اور قبیلہ ربیعہ کے اور آپ ﷺ کے قبیلہ مُضر کے درمیان کشمکش اور چشمک مشہور و معروف رہی ہے اس چشمک کی موجودگی میں اس بات کا پورا احتمال تھا، کہ ارکان وفد کے دلوں میں (اگر ان کے ساتھ توجہ میں کمی، استقبال میں رواروی سے کام لیا گیا تو) آزردگی پیدا ہو جائے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت و نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا تدارک فرمایا، اور وفد کا استقبال ایسے جملہ سے کیا جو اس صورتحال سے اچھی طرح عہدہ برآ ہو سکے، آپ ﷺ نے فرمایا: مرحباً بالقوم غیر خزایا ولا ندامیٰ" آیئے آپ لوگ، آپ کو خوش آمدید ہے، آپ کو یہاں آ کر نہ ناقدری کا احساس ہوگا نہ کمتری کا اور نہ آپ کو یہاں آ کر کوئی افسوس ہوگا، اس طرح آپ ﷺ نے ارکان وفد کے قلوب میں یہ اطمینان واعتماد پیدا کیا کہ وہ معزز اور محترم ہیں ان کی آمد دوسروں کے لیے باعث مسرت ہے، ایسا نہیں ہے جیسا کہ پہلے تھا کہ غیر ہونے کے باعث کوئی توجہ ہمدردی نہیں ملتی تھی۔

لہٰذا وہ اپنے آپ کو پردیسی اور دیار غیر میں تازہ وارد نہ سمجھیں، اور مغایرت و بے توجہی کا احساس نہ کریں، جس کا اہل عرب کے ایک کیمپ والے دوسرے کیمپ میں جا کر احساس کرتے تھے، ان کے لیے ایسا بھی نہیں کہ بعد میں وہ نادم ہوں کہ وہ

www.abulhasanalinadwi.org

ایسے شخص کے پاس گئے جس نے ان کا اکرام واحترام نہیں کیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت و طاقت کی ایسی پوزیشن میں تھے کہ آپ ﷺ ان کے لیے صرف معمولی اہتمام ظاہر کرنے پر اکتفا فرما سکتے تھے اور کسی ایسے شخص یا وفد کی طرف سے جو آپ ﷺ سے لینے اور فائدہ اٹھانے کے لیے آرہا ہو، غیر معمولی حساسیت کی کوئی پرواہ نہ کرتے، کیونکہ وہ لوگ طالب تھے اور آپ ﷺ مطلوب، وہ طلب وسوال کی پوزیشن میں تھے اور آپ عطاء و بخشش کے مقام پر فائز تھے۔

ایک دوسری مثال بزرگ ایرانی صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لیے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ "سلمان منا اهل البيت" (سلمان ہم میں سے ہیں جیسے گھر کے افراد ہوتے ہیں۔) یہ جملہ اپنے اندر جہاں مکارم اخلاق کا ایک خوبصورت اور حسین مفہوم رکھتا ہے، وہیں دوسری جانب ایسی لفظی تعبیر پر مشتمل ہے جس سے اطمینان واعتماد کا اشارہ ملتا ہے وہ لفظی تعبیر خاص طور پر "منا اهل البيت" کا کلمہ ہے اور پورا جملہ ادب نبوی کا شاہکار ہے۔ نیز اس جذباتی کیفیت سے بھی متعلق ہے۔ جو ان جیسے حالات میں لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتی ہے، کیوں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ عرب نہ تھے، بلکہ ایرانی تھے اور ایرانیوں اور عربوں کے درمیان نسلی تعصب بڑھا ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں نازک نفسیاتی جذبہ و کیفیت کی ایک مثال ہم اس وقت پاتے ہیں جب آپ ﷺ اپنے محبوب چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے صدمہ سے دوچار ہوتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے ساتھ ایسا تعلق تھا، جس میں خاندانی وحدت وقرب سنی کا تعلق اور چچا بھتیجے کی محبت نے جذباتی ارتباط وہم آہنگی پیدا کر دی تھی، ایک طرف تو وہ آپ ﷺ کے دودھ شریک اور ہم عمر تھے تو دوسری طرف

www.abulhasanalinadwi.org

آپ ﷺ کے مشفق چچا تھے آپ ﷺ کے ساتھ ان کی محبت وشفقت کا یہ عالم تھا۔ کہ انہوں نے جب یہ سنا کہ ابوجہل نے برسرِ عام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کی ہے آپ ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے، اور سخت وسست کہا ہے، تو انہیں سخت طیش آیا اور ان کا جوش غضب اپنی انتہا کو پہنچ گیا، اور انہوں نے عزیز ترین بھتیجے کا انتقام لینے کے لئے ابوجہل کے ساتھ نہایت درشت معاملہ کیا اور ایسی چوٹ لگائی کہ اسے زخمی کر دیا اور بھتیجے سے اپنا تعلق ثابت کرنے کے لئے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اعلان کر دیا، پھر اس کو نبھایا اور تاحیات اسلام اور پیغمبر اسلام کے لئے سینہ سپر رہے اور اپنی جواں مردی وشجاعت سے آپ ﷺ کی مدد کرتے رہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ قریش کے ممتاز اور بہادر ترین نوجوانوں میں سے ایک تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے تعلق کی وجہ سے ان سے محبت فرماتے تھے، اور ان کو اپنا قوت بازو، سہارا، حامی و مددگار اور رفیق وانیس پاتے تھے۔

یہی عظیم ومحبوب چچا غزوۂ احد میں اسلام کے لئے کارہائے نمایاں انجام دینے کے بعد جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ دشمن ان کے جسم کی کاٹ پیٹ کر دیتا ہے۔ ان کی نعش کے ساتھ اہانت کا معاملہ کرتا ہے اور ان کی شکل وصورت بگاڑ دیتا ہے، اب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حادثہ کا کتنا برا اثر ہوا ہوگا، اور آپ ﷺ کے قلب اطہر کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی؟ جب کہ رقت ونرمی اور شفقت و محبت آپ ﷺ کے خمیر میں شامل تھی۔ اور یہ موقع آپ ﷺ کی تکلیف اور احساس رنج کے اعتبار سے سخت ترین موقعوں میں سے تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس دردناک واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی تلاش میں نکلے، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں برساتی نالہ

www.abulhasanalinadwi.org

(وادی) کے اندر اس حال میں پایا کہ ان کا پیٹ چاک کر کے جگر نکال لیا گیا تھا، اور ان کی لاش کا مثلہ کر دیا گیا تھا، بایں طور کہ ان کی ناک اور دونوں کان کاٹ دیئے گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لئے اس حادثہ سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت نہیں۔ میرے دل کو تکلیف و غصہ اتنا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا، نیز یہ بھی فرمایا کہ اگر مجھے (اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کا خیال نہ ہوتا کہ اس بات سے انہیں رنج ہوگا۔ اور میرے بعد یہ چیز سنت بن جائے گی۔ تو میں انہیں (حمزہؓ کو) یوں ہی بے گور و کفن چھوڑ دیتا، یہاں تک کہ انہیں درند و پرند کھا لیتے، اور اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی بھی لڑائی میں قریش پر غلبہ عطا فرمایا تو میں ان کے تیس آدمیوں سے بدلہ لوں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت تأثر کی وجہ سے یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔ لیکن چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے معاملہ انتقام کے خلاف تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل نہیں فرمایا، صرف اپنے الفاظ میں مقدار تأثر کا اظہار کیا تھا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر (غزوۂ احد میں فتح و کامرانی حاصل کر لینے کے بعد) بنی الاشہل سے تعلق رکھنے والے قبیلہ انصار کے گھروں میں سے ایک گھر پر ہوا، اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والیوں کا اپنے مقتولین پر گریہ و بکا اور نوحہ سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمہائے مبارک اشک آلود ہو گئیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درد بھرے لہجہ میں فرمایا: "لكن حمزة لا بواكي له" (لیکن حمزہؓ کے لئے رونے والے نہیں ہیں) چونکہ مہاجرین اپنے اپنے خاندانوں کے افراد مکہ میں چھوڑ کر آئے تھے، لہٰذا مدینہ میں ان کے افراد خاندان گنے چنے تھے پردیس میں وطن جیسے اہل قرابت کی ہمدردی کہاں ہو سکتی ہے؟ چنانچہ حضرت حمزہؓ کے اہل خاندان بھی کم تھے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے غریب الوطنی کا اندازہ دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا، سوچنے کی بات ہے کہ رنج والم کے جذبات سے پر یہ الفاظ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے، حالانکہ آپ ﷺ نبی ہیں اور بشریت کی لغزش کلامی اور خلاف اولیٰ باتوں سے پاک ہیں، لیکن خوں چکاں مصیبت کے احساس نے آپ ﷺ کو بے تاب کر دیا۔ اس جملہ سے آپ کے رنجیدہ اور زخمی قلب کی تصویر کشی ہوتی ہے۔ ادھر انصار کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے احساس رنج اور آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کہ " لٰکن حمزہ لا بواکی لہٗ" کا علم ہوا تو انہوں نے اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کی طرف نسبت کر کے اظہار غم کریں۔ بس پھر کیا تھا، ہر طرف حضرت حمزہؓ کے نام سے اظہار غم ہونے لگا۔ اور نالہ وغم کے الفاظ بلند ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان عورتوں کے مسجد کے دروازہ پر پہنچ کر حضرت حمزہؓ کی شہادت پر اظہار غم کرتے سنا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ انصار پر رحم فرمائے۔ انھوں نے غم خواری میں دیر نہیں کی، عورتوں سے کہو کہ واپس چلی جائیں۔

اور ابن کثیر کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: تم لوگ واپس جاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہو، تم نے اپنی طرف سے غم خواری کا حق ادا کر دیا۔ اور جس کی چند مثالیں ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے بطور آپ کی نظروں سے گزریں۔

جو شخص کلام نبوی پر اس حیثیت سے نظر ڈالتا ہے وہ اس میں مختلف مؤثر نمونے اور بہت سے ایسے نفسیاتی پرتو پاتا ہے جن سے ایک ایسے انسان کی تصویر ہوتی ہے جو اپنی انسانی زندگی کے ہر ناحیہ میں سچا اور امانت دار، اس میں ایک نبیؐ کی بلندی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی ورسالت سے سرفراز فرمایا ہے، ایک ایسے انسان کی رقت ونرمی ہے جس نے سب کے ساتھ محبت، سب کے ساتھ سچائی اور

www.abulhasanalinadwi.org

سب کے لئے طلب خیر کے جذبہ پر نشونما پائی ہو، ایک ایسے انسان کی سادگی ہے جو اپنے اہل وعیال اور متعلقین کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، اور ایک ایسے رسول کی عالی حوصلگی اور بلند ہمتی ہے جس نے اپنے پیغام پہنچانے اور اپنی امانت ادا کرنے کا پختہ عزم کر رکھا ہو، چنانچہ نہ وہ اُکتاتا ہے، نہ تھکتا ہے، نہ بحث ومباحثہ کرتا ہے اور نہ سودے بازی کرتا ہے، بلکہ اپنی کامیابی کے لئے مسلسل جدوجہد اور پیہم کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَنْ لَا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ، شاید آپ ﷺ غم میں اپنی جان دے ڈالیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے ہیں، صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم وصلی اللّٰہ علی نبینا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

www.abulhasanalinadwi.org

کلام نبوی میں

دعا و مناجات کے شہ پارے

عربی زبان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤثر نثری نمونے ہیں جو سچے انسانی تأثرات، پاکیزہ و بلند پایہ قلبی احساسات اور بلیغ ترین اسلوب و طرز ادا پر مشتمل ہیں اور اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سراپا تقویٰ تھی اور سچے انسانی احساسات سے آراستہ تھی، آپ عربوں کے فصیح ترین قبیلے قریش میں تولد ہوئے اور فصیح ترین ہی قبیلے بنوسعد میں آپ کی نشو ونما ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے وحی الٰہی اور الہام سماوی کی آغوش میں تربیت پائی۔ پھر خوان قرآنی سے بہ طریق احسن کسب فیض فرمایا، بھلا اب آپ سے زیادہ پاکیزہ گفتار، شیریں کلام، راست گو اور بلیغ و مؤثر تعبیرات والا کون ہوسکتا تھا؟ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کی طرف سے آپ پر بے شمار درود و سلام ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ادب پارے سب کے سب نثری ہیں۔ کیوں کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا۔ اس کی شہادت خود کتاب الٰہی دے رہی ہے:

"وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ، اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ

www.abulhasanalinadwi.org

قُرْآنٌ مُّبِیْنٌ ٥

''کہ ہم نے ان کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور یہ چیز آپؐ کے لئے مناسب نہ تھی۔ آپؐ کے پاس تو ذکر الٰہی اور فصاحت و بیان کا حامل قرآن ہے''

کلام نبوی بیک وقت سادہ بھی ہے اور پرکار بھی، اس میں بے تکلفی بھی ہے اور شیرینی بھی، چھوٹے چھوٹے جملوں میں گویا معانی کی ایک دنیا آباد ہے، محل اگر اختصار کا متقاضی ہے تو کلام موجز ومختصر ہے اور اگر ضرورت درازنفسی کی طالب ہے تو کلام طویل ہے۔ آپ ﷺ کی گفتگو تکلف وتصنع سے پاک اور رواں دواں ہوتی تھی۔ آپ نامانوس اور اجنبی کلام سے دور اور سوقیانہ، بازاری الفاظ سے نفور تھے، آپ ﷺ کا کلام ادب کی مختلف عمدہ اصناف پر مشتمل ہے، مثلاً تمثیلاتِ فائقہ، اقوالِ حکیمانہ وعالیہ، امثالِ نفیسہ، وصایائے مفیدہ، رشد وہدایت، شریعت وتربیت اور مناجات ودعا وغیرہ، پھر ان تمام اصناف میں سب سے زیادہ پرتاثیر، اپنے رب کے حضور آپ ﷺ کی دعائیں اور مناجاتیں ہیں، یہ دعائیں اس قدر طاقتور، جامع اور پراثر ہیں کہ ان سے عربی ادب میں نہ صرف یہ کہ ایک نئی صنف کا آغاز ہوا بلکہ اس نے ادب کی طاقتور ترین صنف کا درجہ حاصل کرلیا۔ اسلوب کے لحاظ سے یہ دعائیں متین ہیں اور معنویت سے لبریز بھی، نیز دعا کرنے والے کے اندرونی احساسات، اس کے ابلتے ہوئے جذبات اور اپنے رب کے حضور اس کی لجاجت وانکساری کی عجیب وغریب بلیغانہ تصویر کشی کرتی ہیں۔

اس کی ایک مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا ہے جو آپ ﷺ نے طائف میں فرمائی تھی، جہاں آپ ﷺ ایک اجنبی اور غریب الوطن کی حیثیت رکھتے تھے اور کسی حامی ومددگار کی تلاش میں تشریف لے گئے تھے۔ یہ اس وقت کی بات

www.abulhasanalinadwi.org

ہے جب آپ ﷺ کے چچا ابوطالب وفات پا چکے تھے، جو قوم کی ایذاؤں سے آپ ﷺ کو بچاتے تھے، اور آپ ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی وفات پا چکی تھیں، جو آپ ﷺ کی معاون وغم گسار تھیں، لیکن طائف جو مکہ جیسا ہی شہر تھا، وہاں کے باشندوں کے درمیان آپ کو اہل مکہ سے بھی زیادہ سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا، یعنی وہاں کے رؤساء نے آپ ﷺ کو سختی کے ساتھ جھڑک دیا اور وہاں کے شرارت پسند آپ ﷺ کے پیچھے لگ گئے، پھر انھوں نے آپ ﷺ پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپ ﷺ کے دونوں پائے مبارک لہولہان ہوگئے، اس وقت آپ ﷺ کا دل شدت الم سے چور چور تھا اور تعب جسمانی بھی بے پناہ تھا۔ ظالموں نے مکہ سے طائف تک کے طویل سفر کے بعد آپ ﷺ کو دم لینے کی مہلت بھی نہ دی تھی، اس لئے آپ ﷺ طائف کی آبادی سے باہر نکل کر ایک کھلی ہوئی جگہ میں بیٹھ گئے، جہاں شاید بجز آپ ﷺ کے خادم وغلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کے نہ کوئی مونس تھا نہ غم گسار۔ آپ ﷺ نے اس حال میں یہ دعا فرمائی جو آپ ﷺ کی زخموں سے چور لیکن حلیم شخصیت کی راست ادبی تصویر ہے:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ أَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ ، وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ اَنْتَ رَبِّيْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ ؟ اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ ، أَمْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ أَمْرِيْ؟ اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَيَّ فَلَا أُبَالِيْ ، غَيْرَأَنَّ عَافِيَتَكَ هِيَ أَوْسَعُ لِيْ ، أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَ صَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُالدُّنْيَا وَ الآخِرَةِ، مِنْ أَنْ يَّحِلَّ بِيْ غَضَبُكَ ، اَوْيَنْزِلَ عَلَيَّ سَخَطُكَ ، لَكَ

www.abulhasanalinadwi.org

لَكَ الْعُتْبىٰ حَتّٰى تَرْضىٰ وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

اے اللہ! میں اپنی بے طاقتی و ناتوانی، اپنی تدبیروں کی بے سروسامانی اورلوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے وقعتی کی آپ ہی سے عرض معروض کرتا ہوں، اے کمزور سمجھ لئے جانے والوں کے پالنہار! آپ مجھے کس کے حوالے کررہے ہیں؟ کیا اس دور دراز شخص کے جو مجھ سے برہمی کے ساتھ پیش آتا ہے؟ یا آپ نے میری زمام کار کسی دشمن کو سونپ دی ہے؟ لیکن اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے ان سب کی پروانہیں ہے، مگر پھر بھی آپ کے سایہ عافیت میں میرے لئے زیادہ گنجائش ہے، میں آپ کی ذات کے اس نور کی پناہ چاہتا ہوں، جس سے ظلمتیں روشن ہیں اور جس کے سہارے دنیاوآخرت کے تمام امور اپنے صحیح رخ پر چل رہے ہیں، اس بات سے پناہ کہ مجھ پر آپ کا غصہ اترے اور آپ ناراضگی نازل فرمائیں، آپ ہی کا حق ہے کہ آپ کو منایا جائے تا آنکہ آپ راضی ہوجائیں، آپ کی مدد کے بغیر نہ کسی طاقت کا وجود ہے نہ قوت کا۔"

اس دعا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگارِ غالب وقادر ومہربان کے سامنے اپنی اس ناتوانی کا بیان فرمارہے ہیں جو اس وقت عملاً سامنے آئی اور وہ یہ کہ روٴسائے ثقیف کے ہاتھوں قریش کے سامنے آپ ﷺ کی ایسی بے وقعتی ہوئی جو آپ ﷺ جیسے قریشی کے لئے بالکل نئی چیز تھی، کیونکہ قبیلۂ ثقیف کے قریش کے ساتھ قریبی روابط تھے، پھر اپنے پروردگار سے مہربانیوں کی طلب کرتے ہوئے اور اس کی جناب میں الحاح وزاری کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

"رَبَّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ" "اے کمزور سمجھ لئے جانے والوں کے پالنہار"
پھر اللہ سے رحمت کی خواستگاری کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں:

اِلیٰ مَنْ تَکِلُنِیْ ؟اِلیٰ بَعِیْدٍ یَتَجَھَّمُنِیْ ، أم اِلیٰ عَدُوٍّ مَلَکْتَہٗ أمْرِیْ؟ "آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں؟ کیا اس دور دراز شخص کے جو مجھ سے برہمی کے ساتھ پیش آئے؟ یا آپ نے میری زمام کار کسی دشمن کو سونپ دی ہے؟"

پھر آپ ﷺ کو تنبہ ہوتا ہے اور آپ ﷺ تاسف واضطراب کی کیفیت پر قابو پالیتے ہیں۔ یہ حقیقت پیش نظر آجاتی ہے کہ آپ ﷺ کا رب ان سب باتوں کو جانتا ہے، آپ ﷺ کا کوئی معاملہ اس سے ڈھکا چھپا نہیں ہے اور نہ وہ آپ ﷺ سے غافل ہی ہے، اسی نے تو آپ ﷺ کو منتخب فرمایا اور منصبِ رسالت پر فائز کیا ہے، نیز تبلیغِ رسالت کی ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔ تو کیا وہ آپ ﷺ کو یوں ہی بے یارو مددگار چھوڑ دے گا؟ لیکن آخر یہ سب کچھ ہوا کیوں کر؟ کیا آپ ﷺ کا پروردگار آپ سے ناراض ہے؟ اس لئے عرض کرتے ہیں:

"إنْ لَّمْ یَکُنْ بِکَ غَضَبٌ عَلَیَّ فَلَا أُبَالِیْ ، غَیْرَ أنَّ عَافِیَتَکَ ھِیَ أوْسَعُ لِیْ"

"اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں تو یہ جو کچھ ہوا ہے مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ مگر پھر بھی آپ کا سایۂ عافیت میرے لئے زیادہ گنجائش رکھتا ہے۔"

پھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے پناہ کی درخواست، اس کی عظمت و رحمت کا تذکرہ اور ہمیشہ کی رضا کا سوال کرتے ہیں، کیونکہ اس کی مدد کے بغیر نہ کسی طاقت کا وجود ہے نہ قوت کا۔

www.abulhasanalinadwi.org

دعا ومناجات کلام انسانی کی وہ جولان گاہ ہے، جہاں صاحب دعا کے باطنی احساسات صاف نظر آتے ہیں، جہاں اس کے بے چین وغم زدہ دل کی تصویر سامنے آجاتی ہے اور جہاں جذبات مجسم ہوجاتے اور الفاظ کا ایسا جامہ پہن لیتے ہیں کہ ان میں اثر انگیزی کی صفت پیدا ہوجاتی ہے، اور وہ سننے والے کے دل میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں، پھر اگر صاحب دعا کا یہ رتبہ ہو کہ زبان وبیان پر اس کی گرفت حاکمانہ ہو اور اس کا کلام بلاغت نظام، سحر حلال کا درجہ رکھتا ہو تو ایسی صورت میں قاری وسامع، صاحب دعا کے الفاظ میں اس کی روح کو چھو کر محسوس کرسکتا ہے اور اسے متحرک و بے قرار دیکھ سکتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی یہی شان ہے۔ ان میں آپ ﷺ کی معجزانہ بلاغت پوری طرح جلوہ گر ہے اور یہ ایسی خصوصیات وامتیازات سے مزین ہیں، جن کا سرچشمہ قرآن پاک کی مؤثر تعلیمات ہیں، کیونکہ اگلے انبیاء ورسل کی دعاؤں اور مناجاتوں کے مؤثر قرآنی نمونے آپ پر نازل ہوئے اور آپ ﷺ نے انھیں کی آغوش میں تربیت پائی، پھر آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف احوال کے دوران یہ دعائیں منصۂ شہود پر آئیں۔ یہ دیکھنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے باطنی احساسات کی تصویر کشی اور فن کارانہ ترجمانی کس طرح فرمائی ہے؟ اس کی ایک مثال تو وہ دعا تھی، جس کا ذکر طائف کے سلسلے میں گزر چکا، دوسری مثال دعائے بدر ہے۔ اس دن بھی آپ ﷺ پر بے چینی اور اضطراب کی اثر انگیز کیفیت طاری تھی، اس دن مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں پہلی بار دشمنان اسلام کے مقابل صف آرا ہوئے تھے۔ یہ اسلام کے حق میں ایک فیصلہ کن دن تھا۔ وہ اسلام جس کی تبلیغ اور استحکام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام صلاحیتیں لگادی تھیں، اس کے بچاؤ کی تدبیریں کی تھیں اور اس کی راہ میں آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے

www.abulhasanalinadwi.org

نیکوکار صحابہؓ نے ہر طرح کی اذیتیں جھیلی تھیں، یقیناً یہ ایک عظیم الشان اور فیصلہ کن دن تھا۔ اس دن کفار مکہ نکل کھڑے ہوئے تھے، وہ چاہتے تھے کہ اپنی تمام تر طاقت وقوت اور شان وشوکت کا مظاہرہ کریں اور اسلام کے خلاف جو کچھ کر سکتے ہیں، کر گذریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حریف کے مقابل اپنے لشکر کو صف آرا کیا اور مقدور بھر تیاری اور ساز وسامان کی فراہمی کی، پھر تنہائی میں ایک چھپر تلے اپنے رب کے حضور مصروف دعا ومناجات ہو گئے، وہاں بجز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تھی کہ آپ ﷺ اپنے رب سے اس مدد کی طلب فرما رہے تھے جس کا اللہ کی طرف سے وعدہ تھا دعا کے درمیان زبان مبارک پر یہ کلمات جاری تھے۔

اَللّٰھُمَّ إنْ تُھْلِكْ ھٰذِہِ العِصَابَةَ الیومَ فلنْ تُعبَدْ

''اے اللہ! اگر آج کے دن یہ مٹھی بھر جماعت مٹ گئی تو پھر آپ
کی عبادت نہ کی جا سکے گی''

پھر آپ ﷺ کی مناجات اور الحاح وزاری اس قدر بڑھ گئی کہ آپ ﷺ کے رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بے چین ہو کر کہہ اٹھے۔ اے اللہ کے نبی! اب بس کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے کئے ہوئے وعدے کو ضرور پورا فرمائے گا۔

دعائے بدر کے سلسلے میں راویوں سے یہی چھوٹا سا جملہ منقول ہے، جسے آپ ﷺ کے الحاح واضطراب کی ایک علامت اور سلگتے ہوئے احساسات کی ترجمانی کہہ سکتے ہیں۔ اگر دعا کی پوری عبارت منقول ہوتی، جس کا یہ جملہ ایک جزو ہے، تو وہ شدت تأثیر اور خوبیٔ ادا کی ایک مثال ہوتی، اس کا کسی قدر اندازہ ہم آپ ﷺ کی ایک دوسری دعا، دعائے عرفات سے لگا سکتے ہیں، یہ دعا آپ ﷺ کے احساساتِ قلب بریاں کی تصویر اور رب العالمین کے حضور حسیت عبودیتِ خالصہ

www.abulhasanalinadwi.org

کی تعبیر ہے۔اس دعا کے الفاظ میں ایک خاص طرح کی متانت وجزالت اور اسلوب میں نرمی ولطافت پائی جاتی ہے،عرض کرتے ہیں:

" اَللّٰھُمَّ إِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِیْ، وَتَرٰی مَكَانِیْ، وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ، لَایَخْفٰی عَلَیْكَ شَیْئٌ مِّنْ أَمْرِیْ."

''اے اللہ! آپ میری باتوں کو سن رہے ہیں،میری صورت حال کو دیکھ رہے ہیں،میرا باطن وظاہر آپ کے علم میں ہے،میرا کوئی معاملہ آپ سے مخفی نہیں''

اس کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے حضور اپنی کھلی ہوئی ناتوانی کا اعتراف فرمارہے ہیں، کیونکہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ رہا ہے۔آپ ﷺ کی باتیں سن رہا ہے اور آپ ﷺ کا کوئی معاملہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے،بات یہ ہے کہ اپنے رب کے حضور، بندے کی حالت وکیفیت دوسرے تمام احوال وکیفیات سے غایت درجہ مختلف ہوتی ہے،اسے نہ کسی بادشاہ اور اس کی رعایا کی وضع وکیفیت کے مشابہ کہہ سکتے ہیں،اور نہ کسی آقا اور اس کے کسی غلام کی صورتِ حال کے مماثل ہی قرار دے سکتے ہیں۔ یہاں تو یہ کیفیت ہے کہ رب العالمین کی بارگاہ میں اس کا ایک بندہ حاضر ہے، جسے اپنے رب کی کامل وہمہ جہت ربوبیت پر پورا ایمان اور اس کے وسیع ودقیق علم اور قدرت کاملہ پر کلی اعتماد ہے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے اس دعا میں رب عظیم کے سامنے اپنی حالت زار کی تصویر پیش کی ہے۔ چنانچہ عرض کرتے ہیں:

أَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ، الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ۔

''میں ہوں بے چارہ مصیبت زدہ محتاج،فریادی، پناہ جو۔''

آپ ﷺ نے ان کلمات کے ذریعے،اس اشارۂ ربانی کی موافقت فرمائی

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب الٰہی کی ایک سورہ میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۝

آگے فرماتے ہیں:

"اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ۝"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے وقت چاشت اور وقت صبح کو اس بات کا گواہ بنایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا معاملہ توجہ خصوصی اور رحمتِ خاص کا ہے، اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے حالتِ احتیاج و ناتوانی میں وسائل زندگی فراہم کئے، اس لئے کہ آپ ﷺ بہ وقت ولادت باپ کی طرف سے یتیم تھے اور نشو و نما کا زمانہ آیا تو ماں کی طرف سے بھی یتیم ہو گئے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تلف ہونے سے بچایا، پھر جب آپ ﷺ کا کوئی رہنما نہ تھا تو منصبِ نبوت سے سرفراز کر کے ہدایت کے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی، اسی طرح آپ حالت احتیاج میں تھے کیونکہ وراثت میں آپ ﷺ کو نہ کوئی مال ہاتھ آیا تھا نہ دولت، پھر آپ ﷺ کا کوئی کفیل بھی نہ تھا، کیونکہ آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی والد وفات پا چکے تھے اور ابھی عہد طفولیت ہی تھا کہ والدہ بھی چل بسیں، پھر کم سنی ہی میں دادا کا بھی انتقال ہو گیا، اس طرح جب آپ ﷺ نے رواں دواں زندگی کے حدود میں قدم رکھا تو آپ ﷺ پوری احتیاج و بے سروسامانی میں تھے، لیکن رب رؤف نے آپ کی دست گیری فرمائی اور آپ ﷺ کے لئے اسباب غنٰی فراہم کر دیئے، تلاوتِ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا ہی اس

لئے آپ ﷺ نے اپنی دعاؤں میں ان تمام امور کو ملحوظ رکھا ہے، عرض کرتے ہیں:

"أَنَا البَائِسُ الفقيرُ، المُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ"

پھر جب آپ ﷺ کی نگاہ تبلیغ رسالت کی اس عظیم ذمہ داری کی جانب ملتفت ہوئی، جو آپ ﷺ کے دوش مبارک پر ڈال دی گئی تھی، اور جس کے بوجھ تلے پشتِ مبارک گویا ٹوٹی جارہی تھی، اس کے ساتھ ہی جب آپ ﷺ نے راہ تبلیغ میں اپنی کوششوں کا جائزہ لیا اور انھیں درجۂ مطلوب سے کمتر تصور فرمایا، تو آپ ﷺ خشیت طاری ہوگئی، آپ ﷺ سہم گئے اور اعترافِ خطا کا اعلان فرماتے ہوئے مصروف دعا ہوگئے:

"الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ"

"میں ہی ہوں اپنی خطاؤں کا معترف اور مقر"

پھر آپ ﷺ نے احساس ناتوانی واحتیاج اور اعتراف قصور وخطا کی اس فضا میں کامل درجہ الحاح وزاری کے ساتھ عرض کیا:

"أَسْأَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ وَأَبْتَهِلُ إِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ وَ أَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ دُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ، وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهٗ، وَرَغِمَ لَكَ أَنْفُهٗ"

"میں ایک بڑے بے کس کی طرح آپ سے سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی طرح گڑگڑاتا اور آہ وزاری کرتا ہوں جو خطا کار بھی ہو اور رسوا و بے عزت بھی، اور خوف زدہ آفت رسیدہ شخص کی طرح آپ کو پکارتا ہوں، جس کی گردن آپ کے آگے جھکی ہوئی ہو اور اس کے آنسو بہ رہے ہوں اور جس کا بدن احساس ذلت

www.abulhasanalinadwi.org

سے دبا جا رہا ہوا اور جو کہ احساس ندامت سے ناک رگڑ رہا ہو۔“

اس حالت سے بڑھ کر فروتنی اور لجاجت کی اور کون سی حالت ہوگی، جو ایک بے کس، خوف زدہ اور آفت رسیدہ کی حالت ہے، جس میں ناتوانی، بیکسی اور تحیر کی تمام کیفیات جمع ہوگئی ہیں اور جس کی ترجمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب قادر و جلیل کی ربوبیت کے سامنے عبدیت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمائی ہے، آپ ﷺ اپنی دعا میں آگے فرماتے ہیں۔:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِكَ شَقِيًّا، وَكُنْ بِیْ رَءُوْ فًا رَّحِيْمًا ، يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَاخَيْرَ الْمُعْطِيْنَ ۔

”اے اللہ! میں نے یہ دعا جو آپ سے کی ہے، اس میں مجھے ناکام نہ بنائیے، مجھ پر مہربان و رحیم ہو جائیے، اے ان سب سے بہترین جن سے مانگا جائے اور اے ان سب سے بہتر جو دے سکتے ہوں“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کے ذریعہ اپنے رب کو پکارا ہے، اس سے سرفرازی رحمت اور مہربانی کی درخواست کی ہے اور ناکامی و اتلاف سے حفاظت چاہی ہے۔

اب آپ ﷺ کے سامنے یہ دعا مکمل اور مسلسل صورت میں پیش کی جاتی ہے آپ ﷺ دیکھیں گے کہ اس کی عبارت میں ایک خاص طرح کی ہم آہنگی اور مسحور کن حسن ہے، اسی طرح ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی جانب منتقل ہونے کا عمل بھی فطری محسوس ہوتا ہے، آپ ﷺ عرض کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِیْ ، وَتَرٰی مَكَانِیْ ، وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِيَتِیْ، لَا يَخْفٰی عَلَيْكَ شَيْئٌ مِنْ

www.abulhasanalinadwi.org

أَمْرِیْ، وَأَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ، الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ، الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ، الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ، أَسْأَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ وَاِبْتَهِلُ إِلَيْكَ ابْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ وَ أَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ، دُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ، وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهٗ، وَرَغِمَ لَكَ أَنْفُهٗ، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَاءِ كَ شَقِيًّا، وَكُنْ بِیْ رَءُوْفًا رَحِيْمًا، يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَ يَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ۔

''اے اللہ! آپ میری باتوں کو سن رہے ہیں، اور میری صورت حال دیکھ رہے ہیں میرے باطن وظاہر سے واقف ہیں، میری کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں ہے، میں ہوں مصیبت زدہ محتاج، فریادی، پناہ جو، ترساں، ہراساں، اپنی خطاؤں کا مقر اور معترف، میں آپ سے بے کس کی طرح سوال کرتا ہوں، ذلیل گناہ گار کی طرح آپ کے آگے گڑگڑاتا ہوں۔ خوف زدہ آفت رسیدہ کی طرح آپ کو پکارتا ہوں، اس شخص کی پکار کی طرح جس کی گردن آپ کے آگے جھکی ہوئی ہو، اس کے آنسو آپ کے لئے بہہ رہے ہوں، وہ فروتنی کئے ہوئے ہو اور آپ کے آگے اپنی ناک رگڑ رہا ہو، اے اللہ مجھے اس دعا میں ناکام نہ بنائیے، مجھ پر مہربان و رحیم ہو جائیے، اے مانگے جانے والوں میں سب سے بہتر اور اے دینے والوں میں سب سے بہتر۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو ''مغز عبادت'' بتلایا ہے، فی الواقع یہ دعا کی بہت عمدہ تعریف ہے، اس لئے کہ دعا ایک ایسا عمل ہے جس کے تمام گوشے

www.abulhasanalinadwi.org

اور راویے روح عبودیت سے معمور ہوتے ہیں، اسی طرح دعا صاحبِ دعا کے ذہن و دماغ کو اپنے خالق و پروردگار سے حد درجہ قریب کر دیتی ہے، چنانچہ دعا خواں جب اخلاص وطمانیت کے ساتھ اپنے رب سے محو مناجات ہوتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ گویا وہ اپنے پروردگار کے سامنے جھکا ہوا ہے اور بار بار اسے دیکھے جا رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت کی تعبیر کلمہ ''احسان'' سے فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

> ''احسان'' یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو، یہ کیفیت حاصل نہ ہو سکے تو یہ حقیقت ہی ہے کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی یہی کیفیت تھی۔ رہ گئیں آپ ﷺ کی دعائیں اور مناجاتیں تو وہاں یہ کیفیت قوی ترین شکل میں ظاہر ہوتی تھی، چنانچہ آپ ﷺ جب مصروف دعا ہوتے تھے تو ایسا لگتا تھا گویا اس جانی پہچانی دنیا سے نکل کر کسی اور دنیا میں تشریف فرما ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعائیں جو اسلوب وادا کے لحاظ سے ان قرآنی دعاؤں سے بہت قریب ہیں، جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یا تو آپ ﷺ کی تعلیم کے لیے فرمایا، یا انبیاء سابقین کی دعاؤں کے سیاق میں کیا ہے، آپ ﷺ کی ان دعاؤں کا جائزہ لیا جائے تو قلبِ انسانی ان کی قدر و قیمت کے احساس سے معمور اور ان کے زیر اثر پیدا شدہ فضا کی بلند پائیگی سے مسحور ہو جاتا ہے، گویا ایک آواز ہے جو کسی اور دنیا سے آ رہی ہے، جہاں تک ان دعاؤں کے اسلوب اور طرز ادا کا تعلق ہے تو وہ بہت ہی خوبصورت اور لطیف ہے، پرکار اور سادہ ہے، کبھی چشمۂ صافی کی طرح سبک خرام اور کبھی چٹانوں کے درمیان سے گزرنے

www.abulhasanalinadwi.org

والے پرشور دریا کی مانند تیز گام، اب ہم آپ ﷺ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے چند مسلسل اور مربوط نمونے پیش کرتے ہیں، جو آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں اپنے رب کے حضور کی ہیں، یہ شرح وترجمانی سے بے نیاز ہیں :

اَللّٰھُمَّ فَارِجَ الْھَمِّ، کَاشِفَ الْغَمِّ، مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَرَحِیْمَھَا ، أَنْتَ تَرْحَمُنِیْ فَارْحَمْنِیْ بِرَحْمَۃٍ تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَۃٍ مِّنْ سِوَاکَ۔

''اے ہموم وافکار کے دور کرنے والے! غم والم کے زائل کرنے والے! مجبوروں و بے بسوں کی پکار سننے والے! اہل دنیا کے رحمٰن ورحیم ! آپ ہی مجھ پر رحم کریں گے تو آپ ایسی رحمت نازل فرمایئے جو مجھے دوسروں کے رحم وہمدردی سے بے نیاز کردے''

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ ، وَإِلَیْکَ الْمُشْتَکٰی ، وَبِکَ الْمُسْتَغَاثُ ، وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِکَ۔

''اے اللہ ! حمد کا استحقاق آپ ہی کو ہے، تکلیف ومصیبت کا عرض معروض آپ ہی سے کیا جاتا ہے، فریاد رس آپ ہی کی ذات ہے۔ مدد آپ ہی سے طلب کی جاسکتی ہے۔ طاقت وقوت آپ کے سوا کسی اور کے پاس نہیں۔''

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ ، وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ ، وَأَعُوْذُبِکَ مِنْکَ، لَا أُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ ، أَنْتَ کَمَا أَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ اَللّٰھُمَّ إِنَّا

www.abulhasanalinadwi.org

نَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ نَزِلَّ أَوْنُزَلَّ، اَوْنُضِلَّ ، أَوْنَظْلِمُ أَوْيُظْلَمُ عَلَيْنَا، أَوْنَجْهَلَ أَوْيُجْهَلُ عَلَيْنَا، أَعُوْذُبِنُوْرِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ الَّذِیْ أَضَاءَتْ لَهُ السَّمٰوٰاتُ ، وَاشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ، وَصَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُالدُّنْيَا وَ الآخِرَةِ أَنْ تَحِلَّ عَلَیَّ غَضَبُكَ ، وَ تَنْزِلَ عَلَیَّ سَخَطُكَ ، وَلَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى ، وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّابِكَ ، اَللّٰهُمَّ وَاقِيَةً كَوَاقِيَةِ الْوَلِيْدِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ الْأَعْمِيَيْنَ السَّيْلِ وَالْبَعِيْرِ الصَّئُوْلِ۔

''اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی رضا کی، آپ کی ناخوشی سے، آپ کے عفو کی، آپ کی عقوبت سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں خود آپ سے، میں آپ کی تعریف کا حق نہیں ادا کرسکتا۔ آپ اسی تعریف کے مستحق ہیں، جو آپ نے اپنی ذات کی خود فرمائی ہے، اے اللہ! ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں بچل جانے سے یا کسی کو بچلانے سے، یا کسی کو گمراہ کرنے سے یا کسی پر ظلم کرنے سے، یا خود نشانہ ظلم بننے سے، یا جہالت کرنے سے، یا کسی کی جہالت کا شکار بننے سے، یا گمراہ ہونے سے، یا گمراہ کئے جانے سے، میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی ذات گرامی کے نور کی، جس سے آسمان روشن ہیں، ظلمتیں تاباں ہیں اور جس کے سہارے دنیا وآخرت کے تمام امور اپنے صحیح رخ پر چل رہے ہیں، اس بات کی پناہ کہ مجھ پر آپ کا غصہ ہو، یا آپ اپنی ناخوشی مجھ پر ظاہر کردیں، آپ ہی کا حق ہے کہ آپ کو منایا جائے، تا آنکہ

www.abulhasanalinadwi.org

آپ راضی ہوجائیں، آپ کی مدد کے بغیر نہ طاقت ہے، نہ قوت۔ اے اللہ! جس طرح کسی بچے کی نگہبانی کی جاتی ہے، بس ایسی ہی آپ سے نگہبانی چاہتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے دو اندھا دھند باتوں یعنی سیلاب اور حملہ آور اونٹ کے شر سے اپنی پناہ میں لے لیجئے۔"

رَبِّ أَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ ، وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ، وَامْكُرْلِیْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَیَّ، وَاهْدِنِیْ وَيَسِّرِ الْهُدیٰ لِیْ، وَانْصُرْنِیْ عَلیٰ مَنْ بَغیٰ عَلَیَّ ، رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَكَ ذَاكِرًا ، لَكَ شَاكِرًا ، لَكَ رَاهِبًا، لَكَ مِطْوَاعًا، لَكَ مُخْبِتًا، إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُنِيْبًا ، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ، وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ ، وَأَجِبْ دَعْوَتِیْ ، وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ، وَسَدِّدْ لِسَانِیْ ، وَاهْدِ قَلْبِیْ ، وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ صَدْرِیْ۔

"اے پروردگار! میری مدد کیجئے اور میرے برخلاف مدد نہ کیجئے، مجھے کامیابی دیجئے اور میرے برخلاف کامیابی نہ دیجئے، میرے لئے تدبیر فرمائیے اور میرے برخلاف تدبیر کو کامیاب نہ بنائیے، مجھے ہدایت دیجئے اور میرے لئے راہ ہدایت کو آسان کردیجئے جو مجھ پر زیادتی کرے اس کے خلاف میری مدد فرمائیے، اے اللہ! مجھے ایسا بنادیجئے کہ میں آپ کو بہت یاد کیا کروں، آپ کا بڑا شکر گذار بنوں، آپ سے بہت زیادہ ڈرتا رہوں، آپ کا بہت زیادہ فرمانبردار بنوں، آپ کا بہت زیادہ اطاعت گزار بنوں، آپ ہی سے سکون پانے والا بنوں اور آپ ہی کی طرف متوجہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہونے والا اور رجوع کرنے والا رہوں، اے پروردگار! میری توبہ قبول فرمائے میرے گناہ دھو دیجئے، میری پکار سن لیجئے میری حجت قائم رکھئے میری زبان درست رکھئے، میرے دل کو ہدایت دیجئے، اور میرے سینے کی کدورت نکال دیجئے۔"

اللّٰهُمَّ أَلِّفْ بَيْنَ قُلُوبِنَا، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ، وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ، وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا، وَتُبْ عَلَيْنَا، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ، مُثْنِيْنَ بِهَا، قَابِلِيْهَا، وَأَتِمَّهَا عَلَيْنَا۔

"اے اللہ! ہمارے دلوں میں باہم الفت پیدا کر دیجئے۔ ہمارے باہمی تعلقات درست فرما دیجئے، ہمیں سلامتی کی راہیں دکھلائیے، ہمیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف پہنچا دیجئے، ہمیں ظاہری و باطنی بے حیائیوں سے دور رکھئے، برکت عطا فرمائیے ہماری شنوائیوں میں ہماری بینائیوں میں، ہمارے قلوب میں، ہماری ازواج میں اور ہماری اولاد میں، ہماری توبہ قبول فرمائیے کہ آپ ہی ہیں بار بار توبہ قبول فرمانے والے اور نہایت مہربان، ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گذار، ثناخواں اور ان کا اہل بنائیے اور ہم پر اپنی نعمتیں پوری پوری اتار دیجئے"

اللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ، وَمِنَ

www.abulhasanalinadwi.org

الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا ، وَمَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا ،وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا غَايَةَ رَغْبَتِنَا ، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا۔

''اے اللہ! ہمیں اپنی خشیت سے اتنا بہرہ مند فرمایئے کہ وہ ہمارے اور آپ کی نافرمانیوں کے درمیان حائل ہوجائے، اور اپنی طاعت سے اس قدر حصہ دیجئے کہ اس کے ذریعہ آپ ہمیں اپنی جنت تک پہنچادیں، اور ایمان ویقین سے اس حد تک بہرہ ور فرمایئے کہ اس کے ذریعے آپ دنیا کی مصیبتیں ہم پر سہل فرمادیں، جب تک ہمیں زندہ رکھئے ہمیں ہماری شنوائیوں، بینائیوں اور قوتوں سے مالا مال رکھئے، اسے ہمارا وارث بنائے، جو ہم پر ظلم کرے اس سے ہمارا انتقام لیجئے، جو ہم سے دشمنی کرے اس کے مقابل ہماری مدد فرمایئے، ہماری مصیبتیں ہمارے دین سے متعلق نہ فرمایئے، دنیا کو ہمارا محور، ہمارے علم کی معراج اور ہماری غایت محبت کا درجہ نہ دیجئے، بے رحموں کو ہم پر مسلط نہ فرمایئے۔''

اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا، وَأَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا، وَأَعْطِنَا وَ لَا تُحَرِّمْنَا وَ آثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا ، وَأَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا۔

www.abulhasanalinadwi.org

''اے اللہ! ہمیں بڑھایئے، ہمارے اندر کمی نہ فرمایئے، ہمیں باآبرو رکھئے رسوا نہ کیجئے، ہمیں نوازیئے محروم نہ رکھیے، ہمیں مقدم رکھئے، ہمارے برخلاف ترجیح نہ دیجئے، ہمیں خوش کردیجئے، اور ہم سے خوش ہوجایئے۔''

اَللّٰھُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ، وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا دَیْنًا اِلَّا قَضَیْتَہٗ، وَلَا حَاجَۃً مِّنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

''اے اللہ! ہمارا کوئی گناہ باقی نہ رہنے دیجئے، معاف فرمایئے، کچھ ہموم وافکار باقی نہ رہنے دیجئے دور کردیجئے، کوئی قرض باقی نہ رکھئے چکا دیجئے اور دنیا وآخرت کی تمام ضروریات پوری فرمادیجئے اے ارحم الراحمین۔''

میں دعاہائے نبوی کے انھیں شہ پاروں پر اکتفا کرتا ہوں، جو ہیں تو بہت زیادہ لیکن یہاں تھوڑی مقدار میں پیش کئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ ہمیں اپنی فرمانبرداری اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کی توفیق نصیب فرمائے اور اسوۂ نبوی کو اپنانے کی، صحیح ایمان اور جذبہ سے دعا کرنے کی کوششوں میں کامیاب کرے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ أُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُو اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْآخِرَ وَذَکَرَاللّٰہَ کَثِیْرًا۔"

''تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔''

www.abulhasanalinadwi.org

گناہوں سے برگشتگی اور طاعات کی قوت اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر متصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ گناہوں سے برگشتگی کی توفیق وطاعات کی رغبت وقوت دے۔

وصلی اللّٰہ تعالی علی سید الخلق و خاتم النبیین محمد و آله وصحبه وسلم تسلیماً کثیرًا کثیرًا ۔

(۱) ترجمہ از عربی: مولوی ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی ندوی (ماخوذ از مقالات حمد ومناجات ودعاء۔ مطبوعہ دفتر رابطہ ادب اسلامی (عالمی) ندوۃ العلماء، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

ہجرت نبوی ﷺ

ہماری زندگی میں سب سے زیادہ عزیز اور پسندیدہ چیز جاہ و مال ہوتی ہے، جاہ تو یہ ہے کہ ہم چشموں میں عزت رہے، نام رہے، پھر یہ عزت مزید بڑھے اور بڑھتی رہے، نام بڑھے اور مشہور ہوتا چلا جائے، ہمارے نفس کی اکثر تگ ودو اسی میں محدود ہو کر رہ جاتی ہے اور بڑے بڑے صاحب فہم وفراست اسی زلفِ پیچاں میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور اس کے لئے جان و مال تک داؤں پر لگا دیتے ہیں، پھر مال کا معاملہ یہ ہے کہ زندگی کی سہولتیں، راحتیں چونکہ بالعموم اس سے وابستہ ہوتی ہیں، اس لئے آدمی اس کے لئے جدوجہد کرتا رہتا ہے، پھر یہ اس کا شوق بن جاتا ہے خواہ وہ اس کے زیادہ کام نہ آسکے، لیکن اس کا مالک بننا اور یہ احساس کہ ہمارے پاس اتنی دولت ہے ہم اس کے مالک ومختار ہیں، ایک نشہ کی کیفیت رکھتا ہے، اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ، اگر آدم کے بیٹے کو ایک میدان بھر کر سونا مل جائے تو وہ چاہے گا کہ دو میدان بھر کر مل جائے اور اگر دو میدان بھر کر مل جائے تو چاہے گا کہ تین میدان بھر کر ملے، پھر فرمایا کہ آدم کی اولاد کا پیٹ تو مٹی ہی بھرتی ہے۔

دوسری طرف واقعہ یہ ہے کہ زندگی کی تمام امنگیں، رعنائیاں، خواہشات،

www.abulhasanalinadwi.org

تقاضے، جاہ و مال کی طلب میں وارفتگی، سب کی سب آنکھ بند ہونے پر ختم ہو جاتی ہیں، اور انسان کا وہ پیٹ جو چاندی سونے کے ڈھیروں سے نہیں بھر سکا تھا صرف قبر کی تھوڑی سے مٹی سے بھر جاتا ہے۔

یہ وقت سخت وقت ہوتا ہے، انسان اپنے تمام مال ومتاع، اپنی عزت وشہرت سے اس طرح ہاتھ جھاڑ کر چند فٹ کی جگہ میں سما جاتا ہے جیسے کہ وہ نہ کسی چیز کا مالک تھا اور نہ کسی کشادہ و باعزت جگہ پر متمکن۔

اسلام نے مسلمان کو اس دن اور اس انجام سے غافل ہونے سے منع کیا ہے، اور یاد دلایا ہے کہ سب کو اسی راہ سے گزرنا ہے، اس کا نہ صرف فکر و دھیان رکھنا ضروری ہے بلکہ اس کے لئے تیاری بھی کرنا ضروری ہے، اس سلسلہ میں صرف نصیحت وتاکید پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ اس کی مشق کے لئے مختلف عمل مقرر فرمائے۔ مثلاً روزہ ہے اس میں نفس کی رغبتوں اور بعض سہولتوں سے وقتی طور پر انقطاع اختیار کرنے کا نظام مقرر فرمایا، حج ہے، اس میں اپنے گھر بار سے کچھ مدت کے لئے دور اور مسافرت کی دشواریوں کو گوارا کرنے کا نظام مقرر فرمایا۔ صدقہ زکوٰۃ ہے، اس میں اپنے مال میں سے کچھ حصہ نکال کر دوسرے کو دینے کا عمل مقرر فرمایا اور ان سب اعمال میں جذبہ یہ رکھا کہ وہ مرنے کے بعد کام آئے، یہ وہاں سامان و مدد کا ذریعہ بنے جہاں جانے والا اپنے ساتھ کوئی دنیاوی سامان و وسائل نہیں لے جاتا، جہاں وہ ان چیزوں سے ہاتھ جھاڑ کر جاتا ہے اس سلسلہ میں سب سے بڑی اور دور رس مشق صحابۂ کرامؓ کو ہجرت کے عمل کے ذریعہ کرائی گئی، اس میں اپنے پروردگار کے راضی رکھنے کے لئے، آدمی اپنے گھر بار کو چھوڑ کر اجنبیوں کے درمیان اور اجنبی ماحول میں منتقل ہو جاتا ہے، اگر معاملہ چند روز کا ہو تو بھی غنیمت ہے، معاملہ تو زندگی بھر کا ہے جس میں اپنی پرانی جگہ پر لوٹنا نہیں ہے اگر کبھی لوٹنا ہے تو صرف محدود وقت

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے اور صرف مسافروں کی طرح۔

وطن کی وہ فضائیں جن میں بچپن بسا ہوا ہو، وہ ماحول جس سے قلب و ذہن مانوس رہا ہو، وہ فوائد جن سے زندگی کی سہولتیں وابستہ رہی ہوں، بالکل ترک کر دینا، ان کے مساوی یا ان سے بہتر متبادل کے لئے نہیں بلکہ محض خدا کو راضی کرنے کے لئے، اور ایک مبہم، مشکوک و نامعلوم مستقبل کے لئے، یہ وہ قربانی ہے جس کا درجہ جہاد کے علاوہ (جس میں جان کی قربانی) ہر عمل سے بڑھ جاتا ہے، چنانچہ جن صحابہ کو ہجرت کی سعادت حاصل ہوئی انہوں نے بڑا مقام پایا، کیوں کہ یہ مشکل ترین کام تھا۔

ہجرت نہ صرف یہ کہ ایک مشکل اور عظیم عمل تھا بلکہ وہ تربیت و تشکیل سیرت کا ایک بہت اچھا ذریعہ بھی تھا، ہجرت کے ذریعہ جو قربانی دینی پڑتی ہے وہ معمولی نہیں، یہ قربانی انسانی سیرت کی تعمیر کا بہترین ذریعہ بنتی ہے اس قربانی کے بعد سیرت کا وہ پہلو مکمل ہوتا ہے جس کی تکمیل سب سے زیادہ مشکل ہے، یعنی پسند اور راحت کو نظر انداز کر کے نئے حالات کو قبول کرنا، نئے حالات میں از سر نو حفاظت، عزت، اور ضروریات حیات کے لئے محنت کرنا، اور نئی دنیا اور نئے ماحول میں اپنی جگہ بنانا ہوتا ہے، پھر یہ نئی جگہ پرانی جگہ سے مختلف ہوتی ہے کیوں کہ یہ وراثت میں نہیں حاصل ہو جاتی، اعزہ کے تعاون سے نہیں ملتی، پھر اگر ہجرت صحیح ہجرت ہے تو اس کے لئے ہر طرح کے وسائل نہیں اختیار کئے جا سکتے، اس کے لئے پاکیزہ محتاط اور خشیت الٰہی سے مزین مزاج اور طریقۂ عمل اختیار کرنا پڑتا ہے، اسی لئے اسلام میں ہجرت کا عمل بڑا عظیم عمل ہے، اس سلسلہ میں وہ حدیث نبویؐ بڑی نصیحت رکھتی ہے کہ:

''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ

www.abulhasanalinadwi.org

رہیں' اور ہجرت کرنے والا وہ ہے جو اُس بات کو ترک کر دے
جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے۔''

اور ہر سال ربیع الاول کا مہینہ ہم کو یہ عظیم عمل اور عظیم قربانی یاد دلاتا ہے، ربیع الاول کا مہینہ ہم کو یہ پیغام سناتا ہے کہ ہمارے رہبر اعظم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وطن کو، خاندان کو، اور اپنے محبوب مرکز عبادت کعبہ کو اپنے پروردگار کی تابعداری بطریق احسن قائم رکھنے کے لئے چھوڑا، اور ایک نئے شہر میں، نئے ماحول میں مختلف النسب افراد کے درمیان اپنا مرکز بنایا، ان کے ساتھ تمام مسلمانانِ مکہ نے یہی قربانی دی، یہ قربانی اللہ کے لئے تھی، اور مال ومتاع اور جاہ منزلت سب کی تھی، پھر اسی قربانی سے ان کو نعم البدل ملا اور اسی سے ان کو طاقت، جاہ وعزت حاصل ہوئی، اسلام کی اصل اور مضبوط تاریخ کی ابتدا اسی واقعہ ہجرت سے ہوئی۔

ربیع الاول کا مہینہ متوجہ کرتا ہے اور دریافت کرتا ہے کہ ہم اپنے پروردگار کے لئے اپنی محبوب چیزوں کو کتنا قربان کر سکتے ہیں اور اس کے راستہ میں ہم جاہ و مال کی چاہ سے اپنے کو کتنا بلند رکھ سکتے ہیں۔

ماہ ہجرت کے سلسلہ میں ایک طرف تو ہمارے لئے یہ مسرت کی بات ہے کہ ہجرت کو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کے اصحاب نے بطریق احسن انجام دیا اور اس اخلاص کے ساتھ قربانی دی کہ وہ رہتی دنیا تک کے لئے مثال بنی، ہم اس کامیاب عمل سے پوری طرح مسرور وخوش ہو سکتے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وہ جذبہ جو اس عظیم عمل میں تھا دراصل اس کی تقلید ونقل کی ضرورت ہے، ہم کو دیکھنا چاہئے کہ اس جذبہ کے کتنے حصہ کو اپنی زندگی میں اتار سکتے ہیں۔

ربیع الاول کا مہینہ بڑا مبارک اور پر مسرت مہینہ ہے، اس میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اور آپ نے اسی مہینہ میں ہجرت

www.abulhasanalinadwi.org

فرمائی، لیکن یہ مسرت صحیح مسرت اسی وقت بنے گی جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وطریقہ کو اختیار کر کے اور ہجرت کے اندر پائے جانے والے قربانی اور نفس کشی کے جذبہ کو حسب استطاعت اپنانے کی کوشش کریں اور اپنی سیرت وزندگی کو اس کے زیر اثر کرنے اور اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں، اس کے بغیر خطرہ ہے کہ یہ اظہار رونق ومسرت محض ظاہر داری بن کر نہ رہ جائے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور ارشاد کے مطابق نہیں ہو سکتی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ماہِ سعادت اور نبی رحمت ﷺ

ربیع الاول کا مہینہ خیالات اور مضامین کا ایک ہجوم لے کر آتا ہے جس کو نہ کوئی ان خیالات اور مضامین کا حق ادا کرنے کی خواہش رکھنے والا سمیٹ سکتا ہے اور نہ حق ادا کر سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ اس خلاصہ کا ذکر کر سکتا ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ میں آیا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ (۱۲۸) اور وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" (۱۰۷)

پہلی آیت میں عربوں کو خطاب ہے کہ تم ہی میں نبی آیا ہے اور تم ہی میں کا ایک فرد ہے اور اس کو تمہارے دکھ و درد کی بے حد فکر اور احساس ہے، وہ تمہارا بے حد خیال کرنے والا ہے، اور ایمان لے آنے والوں کے لیے تو بہت ہی شفیق اور رحم دل ہے، اور دوسری آیت میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم کو ہم نے تمام جہانوں کے لیے رحم و کرم بنا کر بھیجا۔

دونوں آیتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا یہ پہلو کہ "وہ سارے جہانوں کے لیے ایک کرم و رحمت ہیں" ظاہر ہوتا ہے، اور یہ محض آپ ﷺ کی مدح

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں ہے، بلکہ اس ارض وسماء کے خالق کا قول ہے جس سے حقیقتیں وابستہ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کی کیا حالت تھی اور دنیا کدھر جارہی تھی اس کو تاریخ کے جائزہ سے بھی معلوم کیا جاسکتا ہے انسان نے خود کو بنی نوع انسان کے مختلف طبقات میں بانٹ رکھا تھا جس میں چند افراد جو طاقت اور وسائل زندگی کے سہارے بڑے بن جاتے تھے، اور دوسروں کو غلام ہی نہیں بلکہ غلاموں سے بدتر بنالیتے تھے، ان سے صرف غلاموں کی طرح ہی کام نہیں لیتے تھے بلکہ ان کو اپنی تفریحات کے لیے بھی سفا کی اور ظلم کے ساتھ استعمال کرتے تھے، اپنے جشن اور دعوتوں کے موقعوں پر ان کو پھلجھڑی کی طرح جلا کر محفل کو سنوارا کرتے تھے، خونخوار جانوروں سے کشتی کراتے اور اس کے شکست کھا کر مرنے کی حالت کو بڑے شوق اور دلچسپی سے دیکھتے تھے اور یہ کام لوگوں کا مجمع جمع کر کے اسٹیڈیم میں ہوتا تھا، اور دوسری طرف سامان عیش وسلطنت رکھنے والے اپنے لیے ایسی نعمتیں اور لذتیں جمع کرنے کے عادی ہوتے کہ ان کے تصور سے آدمی حیران رہ جائے، بادشاہ کے تاج کی قیمت اور اس کے درباریوں کی پگڑیوں کی قیمتیں حیران کن ہوتی تھیں، اور ان کے بغیر وہ اپنے کو باعزت نہیں سمجھتے تھے، کھانے پکانے اور گانے بجانے والوں کی ایک بڑی تعداد ہوتی تھی۔

عورت کو صرف عیش کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، اور اس کی خاطر اور عزت صرف اسی لحاظ سے ہوتی تھی اس کے علاوہ بھی اس کو مردوں کے مقابلہ میں پست اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا، وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بھائیوں کے مقابلے میں کمتر سمجھی جاتی، اس کو ماں باپ کے ساتھ بھائیوں کی بھی خدمت کرنا لازم ہوتا، ان کی طرح معزز درجہ نہیں دیا جاتا تھا، اور اس کا پیدا ہونا شگون بد اور ایک مصیبت سمجھا جاتا، شادی کے بعد اس کا تعلق اپنے ماں باپ کے گھر سے ختم ہو جاتا، میراث میں

www.abulhasanalinadwi.org

بھی اس کو حصہ نہیں ملتا، وہ حق صرف بھائیوں کا ہوتا، شوہر کے مرجانے کے بعد اس کی مٹی اور بھی پلید ہو جاتی، میکہ سے تعلق تو ختم تھا۔ اب اپنے شوہر کے گھر میں محض خادمہ اور نوکرانی کی پوزیشن میں رہنا ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ ﷺ نے غلاموں اور عورتوں دونوں کو ان کا انسانی حق دلایا، اور ان کو اسی طرح معزز اور حقدار انسان قرار دیا جس طرح انسانوں کے دوسرے طبقات ہیں، آپ ﷺ نے صاف اعلان فرمادیا کہ دیکھو تم سب ایک انسان آدم کی اولاد ہو، تم سب برابر ہو، گورے ہوں یا کالے، عرب ہوں یا غیر عرب، کوئی کسی سے بڑا چھوٹا نہیں، ہاں نیکی اور خدا ترسی کی بنیاد پر آدمی بڑا ہو سکتا ہے، پھر آپ ﷺ نے اس پر عمل کروایا اور خود بھی کیا اور دنیا کو دکھادیا کہ انسانوں کی آپس کی مساوات کیسے ہوتی ہے، ایران کے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، افریقہ کے بلال حبشی رضی اللہ عنہ، روم کے صہیب رومی رضی اللہ عنہ، کو اپنے ساتھ اس طرح رکھا کہ جیسے اپنے افراد خاندان کو رکھتے تھے، اپنے غلام زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو آزاد کر کے اپنے بیٹے کی طرح رکھا، حتی کہ لوگ ان کو آپ کا متبنیٰ کہنے لگے، پھر اپنی پھوپھی زاد بہن کو ان کی زوجیت میں دے کر دنیا کو حیران کر دیا، عورت کے حقوق کو ادا کرنے کا سخت حکم دیا، ان کا حقِ میراث بھی رکھا، شادی ہو جانے کے بعد بھی اس کے ماں باپ کو اس کی فکر و خیال کا حکم دیا، اور شوہر کو اپنی بیوی کا اپنی سطح کے مطابق زندگی کے وسائل مہیا کرنے کا حکم دیا، اور نباہ نہ ہونے پر دونوں کی علاحدگی کا انتظام طے فرمایا، دولت کو اعتدال اور انصاف کے ساتھ خرچ کرنے کا حکم دیا، بخل سے بھی منع کیا، اور اسراف سے بھی روکا، دولتمندوں پر غریبوں کی مدد اور ہمدردی ضروری قرار دی بلکہ ان کی دولت میں ان کا حق مقرر کر دیا، کسی کا مال ناحق لینے، کسی کی عزت کو نقصان پہنچانے، کسی کی جان کو بلاحق لینے کو حرام قرار دیا، حق تلفی یا بلاوجہ جان لینے پر انتقام

www.abulhasanalinadwi.org

لینے اجازت دی، لیکن اس انتقام میں حق وانصاف سے تجاوز کرنے کو حرام قرار دیا۔

اوران باتوں کا صرف حکم ہی نہیں دیا بلکہ ان پر عمل کرنے والا پورا معاشرہ تیار کیا، اورانہی اصولوں پر عمل کرنے کی عادت ڈالی کہ آپ ﷺ کے ماننے والوں کی زندگیوں میں بھی ان پر پورا عمل کرنے کے عجیب عجیب نمونے سامنے آئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب جہاد کے لیے فوج بھیجی تو حکم دیا کہ دشمن کی عبادت گاہوں میں عبادت کرنے والوں کو بالکل نہ چھیڑا جائے، کسی علاقہ پر فوج کشی صرف اس وقت کی جائے جب ان سے اسلامی اصولوں کے مطابق بات کرنے کے بعد معاہدہ ہونے سے مایوسی ہوجائے، اور جو علاقہ فتح ہو وہاں کے باشندوں کی کسی چیز کو بغیر اس کی قیمت ادا کئے ہوئے نہ لیا جائے اور کسی کو اپنے مذہب کے چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس کے حکمراں نے وہاں کی حکومت سپرد کردینے کے لیے بلایا تو آپ رضی اللہ عنہ جس سواری پر گئے اس پر ایک ہی آدمی بیٹھ سکتا تھا، آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اور اس کے درمیان باری تقسیم کرلی کہ کچھ دور آپ رضی اللہ عنہ بیٹھتے وہ پیدل چلتا، وہ بیٹھتا اور آپ رضی اللہ عنہ پیدل چلتے، اس طرح جب بیت المقدس کا شہر قریب آیا تو باری غلام کی تھی، غلام نے بہت چاہا کہ شہر میں داخل ہوتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ ہی سواری پر بیٹھیں، آپ رضی اللہ عنہ راضی نہیں ہوئے۔

ایرانی شہنشاہ کی جب شکست ہوئی اور اس کا ہیرے جواہرات کا تاج ایک مسلمان کے ہاتھ آیا، انہوں نے اپنے دامن میں چھپا کر لاکر اپنے امیر کے سپرد کردیا، اور اپنا نام بھی نہیں بتایا کہ یہ کام میں نے اللہ کے لیے کیا ہے وہ میرا نام جانتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم وتربیت سے ایسا معاشرہ تیار کرایا جس

www.abulhasanalinadwi.org

کا ایک ایک فرد آخرت کے ثواب کی فکر کرنے والا دنیا کی لذتوں سے بے رغبت تھا، حق پر جان دینے والا حق کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کرنے ولا، ہر معاملہ میں پورے انصاف کے ساتھ کام کرنے والا، بے گناہ اور کمزور کی رعایت کرنے والا، خواہ وہ غیر مسلم ہو، جانوروں تک پر رحمدلی کرنے والا تھا، حق کی تبلیغ اور اسلام کی نشر واشاعت میں ہمدردی اور رحمدلی کا رویہ رکھنے والا، ماں باپ اعزہ پڑوسی اور جس کے جو حقوق اسلامی شریعت میں بتائے گئے ان کے حقوق ادا کرنے والا تھا۔

اس طرح دنیا نے اخلاق وانسانیت اور بھائی چارگی کی فضا کا ایک ایسا نمونہ دیکھا جس کی نظیر اس سے پہلے کی تاریخ میں نہیں ملتی اس سے قبل پوری انسانیت، ظلم اور ناانصافی اور لذت کوشی اور عزت وذلت کے جھوٹے پیمانوں کے ایسے مقام پر پہنچ گئی تھی کہ اس کے بعد انسانیت خود اپنے ہاتھوں سے خودکشی کر لیتی۔

دوسری طرف دنیا نے علم میں ایسی ترقی کر لی تھی کہ طاقت اور راحت وترقی کے وسائل ایسے حاصل کر لئے تھے کہ تمدن وتہذیب کی چمک دمک نگاہ کو خیرہ بناتی تھی ایک طرف ساسانی ایمپائر تھا دوسری طرف رومی ایمپائر تھا، اور دنیا ان کی طاقت وترقی کو دیکھ کر ششدر تھی لیکن انسانیت ظلم وحق تلفی سنگدلی اور لذت کوشی، اونچ نیچ کے ظالمانہ طور وطریق کے نیچے سسک رہی تھی اور حکومت کرنے والوں، عیش ولذت کے متوالوں، علم وہنر کے ماہروں اور فلسفہ وحکمت اور مذہب کے پیشواؤں کو اس کا احساس نہ تھا، اور احساس تھا تو وہ اپنے کو اس کی تبدیلی سے عاجز محسوس کرتے تھے اور حالات کے ساتھ خود بھی بہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو انسانیت پر رحم آیا اور اس نے اس گندے اور ظالمانہ ماحول کو بدل دینے کے لیے نبی کا انتخاب کیا، اس کو مکمل شریعت، مکمل ضابطہ عمل دیا،، اس کو آخری نبی بنایا، اور اس کو وہ

www.abulhasanalinadwi.org

شریعت دی جس میں دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور علم و ہنر کے انتہائی ترقی کے آنے والے زمانوں میں زندگی کے تقاضوں کے ساتھ بھی یہ ہم آہنگ ہو سکے، اور انسانیت کے اختتام تک کام آسکے اور جس سے انسان کے بدلتے ہوئے حالات میں جو نئے تقاضے ابھریں ان کا بھی اس میں جواب ملتا رہے، اس طرح انسانیت کی زندگی کی سلامتی اور خیر کی کشتی قیامت تک آسودگی اور راحت کے ساتھ چل سکتی ہے اور وہ رحمت و نعمت و خیر و برکت جو نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے دائمی اور ہمہ گیر طریقہ سے جاری ہے، اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ قائم و دائم ہے کہ ہم نے تم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ صلی اللہ علیہ و سلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

www.abulhasanalinadwi.org

رسول اللہ ﷺ کی محبت وتابعداری کے اثرات

ملت اسلامیہ کا وجود اور اس کی اسلامیت کا استحکام جن خصوصیات سے وابستہ ہے ان میں سرفہرست دو خصوصیات ہیں، ایک خدائے واحد پر ایمان اور اسی کی بندگی، دوسری نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور آپ ﷺ کی محبت ہے، توحید کی خصوصیت تو مسلمانوں کو شرک کرنے والی قوموں اور افراد سے جدا کر کے ایک خدائے واحد کا پرستار اور اسی کے حکموں کا ماننے والا بناتی ہے، دوسری خصوصیت خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور یہ عقیدہ کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کا لایا ہوا دین آخری اور مکمل دین ہے، یہ خصوصیت تمام مسلمانوں کو ایک مضبوط اور متحد قوم بنانے والی ہے، اور آپسی محبت وتعلق کا رشتہ قائم کرنے والی ہے، ملت اسلامیہ کی یہ دو خصوصیات نہ صرف یہ کہ اس کو دوسری قوموں سے ممتاز کرتی ہیں بلکہ ان کے ذریعہ مسلمانوں میں ایسا اتفاق واتحاد اور میل محبت پیدا کرتی ہیں جس کی نظیر دوسری قوموں میں نہیں ملتی، شرک والوں کے طریقے، عادتیں اور عمل، علاقوں علاقوں کے فرق سے علاحدہ علاحدہ ملیں گے، اس لئے کہ توحید کے عقیدہ کے علاوہ کوئی دوسری ایسی مؤثر طاقت نہیں ہے جو کسی قوم میں یکسانیت اور یکجہتی پیدا کرے اور خاتم المرسلین کے ختم رسالت و تکمیل دین پر عقیدہ اور ان کی محبت امت کے افراد میں جو اخوت اور بھائی چارہ پیدا

www.abulhasanalinadwi.org

کرتی ہے اور عالم اسلام کے ہر ملک کے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جس طرح جوڑ دیتی ہے اس طرح کوئی اور ذریعہ نہیں جوڑ پیدا کر سکتا ہے۔

چنانچہ مسلمانوں میں رنگ و نسل، زبان و ثقافت، ملکی اور وطنی حالات کے ہر طرح کے فرق کے باوجود اخوت و تعلق کی ایسی فضا بن جاتی ہے کہ دوسروں کے لئے بڑی حیرت کا باعث بنتی ہے، لیکن مسلمانوں کی یہ دونوں بنیادی صفتیں ان کو مکمل سطح سے اس وقت حاصل ہوتی ہیں جب وہ توحید کے پختہ عقیدے کے ساتھ محبت واطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند ہوں، محبت رسول ﷺ اس کا بڑا ذریعہ رہا ہے اور حدیث شریف میں اس کا بہ تاکید ذکر آیا ہے کہ ''تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن (حقیقی مسلمان) نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اتنا محبوب نہ ہو جاؤں جتنا نہ اس کے والد، نہ اس کا بیٹا اور نہ دنیا کا کوئی دوسرا شخص ہو'' یعنی اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کی محبت اپنے باپ بیٹے اور ہر ایک انسان کی محبت سے زیادہ ہو، یہ ہے وہ درجہ جو حقیقی مسلمان کا بتایا گیا ہے۔

مسلمان کو جب اپنے رسول آخر الزماں ﷺ سے ایسی بڑی اور گہری محبت ہوتی ہے تو نہ تو اس کو آپ کے بتائے ہوئے عقیدے کے علاوہ کوئی دوسرا عقیدہ قبول ہوتا ہے اور نہ کوئی ایسا رسم و رواج یا عمل (جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہو یا ناپسند کیا ہو) اس کو قبول ہوتا ہے، اور جب اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی سب سے زیادہ محبت ہوگی تو اس کا دین خالص اور اس کے اثرات اور اطاعت مکمل ہوگی، اور یہی وہ اثر و طاقت ہے جو زمانے کے ساتھ کم ہونے کے باوجود آج تک مسلمان کے دین کو باقی رکھے ہوئے ہے۔ دنیا کے دیگر مذاہب خواہ آسمانی ہوں یا زمینی، سب زمانہ کے اثر سے اپنی اصلی حالت سے بہت دور ہو چکے ہیں لیکن اسلام آج بھی اپنی صحیح شکل میں باقی ہے، اس کی دینی شکل وہی ہے جو اس کے نبی

www.abulhasanalinadwi.org

آخرالزماں ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل بتائی اور سکھائی تھی، اس میں اصل وجہ خدائے واحد پر ایمان اور عقیدۂ رسالت ہے جو اسلام کو اپنی جگہ سے ہٹنے نہیں دیتا اور اس میں ہماری دستگیری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تابعداری کا تعلق و محبت اور ان کے اقوال و احکام پر عمل یا عمل کی خواہش کرتی ہے۔ ہم کو جب بھی کسی مذہبی معاملہ میں یا کسی دوسرے مذہب کو دیکھ کر کسی معاملہ میں اشتباہ ہوتا ہے یا قابل دریافت بات محسوس ہوتی ہے تو ہم خدائے واحد کی بھیجی ہوئی کتاب قرآن مجید کو جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، سب سے پہلے دیکھتے ہیں اور جو انہوں نے فرمایا اور بتایا اور خود کر کے دکھایا اور جو ان کے صحابہ ؓ نے ان کی طرف سے بتایا یا ان کی بات پیش کی اس کو دیکھتے ہیں اور وہاں سے جواب حاصل کرتے ہیں، بلکہ آپ ﷺ کی تابعداری کے جذبے سے اس کو لیتے اور عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم اس طریقے سے بھٹکنے سے بچ جاتے ہیں اور صراط مستقیم پر گامزن رہتے ہیں، لیکن یہ تابعداری اور صراط مستقیم کی یہ طلب اور دین حق کی یہ فکر اسی وقت پوری طرح کام کرتی ہے جب ہم کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تابعداری کا تعلق ہو اور یہ احساس ہو کہ قیامت میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو دیکھیں گے تو دین حق کی فکر اور اتباع شریعت اور سنت نبویؐ پر عمل کے سلسلہ میں ہم نے دنیاوی زندگی میں کیا کیا اس کو دیکھ کر ہمارے رویہ اور طرز سے خوش ہو کر ہم کو اچھی نظروں سے دیکھیں گے یا ہماری بدعملی کو دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور کہیں گے کہ اے پروردگار یہ لوگ ہمارے نہیں ہیں، انہوں نے ہمارے طریقہ کو نہیں اختیار کیا تھا، ان کو دنیا کے دوسرے لوگوں اور چیزوں سے محبت زیادہ تھی، لیکن مسلمان کو جب واقعی اپنے نبی ﷺ سے محبت ہوگی تو وہ محبت اس کو اس کے نبی ﷺ کے حکم اور اس کی لائی ہوئی شریعت اور دین سے ہٹ کر کوئی کام کرنے میں آڑے آجائے گی اور توجہ دلائے گی

www.abulhasanalinadwi.org

کہ اے محب رسول ﷺ تم قیامت کو، اپنے نبی ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ اور تمہارے خدا کے حضور میں تمہارے نبی ﷺ تم کو کیا کہہ کر پیش کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے کا یہ احساس اس کے درمیان اور خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی کے درمیان ایک پشتہ بن کر آجاتا ہے جو اس کو غلط اور نافرمانی کے کام سے روک دیتا ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنا جائزہ لیتے رہا کریں کہ ہمارے تعلق کی مختلف پسندیدہ شخصیتوں اور ہماری زندگی کی مختلف پسندیدہ چیزوں سے ہماری محبت ہمارے حضور ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلق و محبت سے بڑھی ہوئی تو نہیں ہے، کہ وہ ہم کو اس طریقۂ زندگی سے ہٹا دے جو ہم کو ہمارے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اور قیامت کے روز ہم کو ان کے سامنے شرمندہ اور پروردگار عالم کے سامنے ہم کو مجرم بنا کر کھڑا کر دے۔

ہمارے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری محبت آخرت میں کامیابی دلانے کے ساتھ اس دنیاوی زندگی میں مسلمانوں کے درمیان بھی تعلق و محبت استوار کرنے والی ہے اور اس کا اثر پوری تاریخ میں ملتا ہے کہ اس کے اثر سے پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور ہم آہنگی کی فضا قائم ہوئی اور قائم ہے اس کے باوجود کالے گورے کے فرق کے اور رسول آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین و شریعت کو تسلیم کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ محبت کا تعلق مسلمانوں کو آپس میں جوڑنے والی ایک زبردست طاقت ہے جو اس کو برائیوں اور گمراہیوں سے بچانے والا ایک بڑا ذریعہ بن جاتی ہے، یہ ایک عظیم نعمت ہے بلکہ ملتِ اسلامیہ کی متاعِ زندگی ہے، اس کی حفاظت کی برابر فکر کرنا لازمی ہے لیکن اس کے لئے حضور صلی اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

علیہ وسلم سے اپنا تعلق بڑھانا اور آپ ﷺ کی بتائی ہوئی زندگی کو اپنانے کی فکر کرنا ہوگا، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے حالات اور کیفیات کو جاننا ہوگا اور آپ ﷺ نے خدائے واحد پر ایمان لانے اور اس کے حکموں کو ماننے اور اسی کی بندگی کرنے کے لئے جو ہدایات دی ہیں ان پر کاربند ہونا ہوگا، اور آپ ﷺ نے اس کے لئے جو تکلیفیں اٹھائیں، مصیبتیں جھیلیں اور قربانیاں دیں ان کو دیکھنا ہوگا اور ان سے روشنی حاصل کرنا ہوگا، تاکہ ہم آخرت میں اپنی کامیابی اور سرخروئی کا سامان کرسکیں اور اپنے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قیامت (حساب وکتاب) کے دن آپ ﷺ کے اُمتی کی حیثیت سے پیش کرسکیں۔ ہر ماہِ ربیع الاول کی یہ تاریخیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کے لائے ہوئے طریقۂ زندگی کو اپنانے کی طلب پیدا کرتی ہیں، باقی رہے، کمزور نہ ہو، تم اس کو بھول نہ جاؤ اور اس کی صفت وخصوصیت کو باقی رکھنے سے غفلت نہ برتو، یہی پیغام ہم کو اللہ کی کتاب قرآن مجید سے ملتا ہے اور یہی پیغام سیرت کے جلسوں سے ملتا ہے اور یہی پیغام ہم کو سیرت کی کتابوں اور آپ ﷺ کی حدیثوں سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو جادۂ حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، جس کا انحصار خدائے واحد کی بندگی اور اس کے آخری رسول ﷺ کی تابعداری اور اس کی محبت پر ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

انسانیت کی عید

ربیع الاول کا مہینہ بہار کا مہینہ ہے، یہی وہ مہینہ ہے جس سے انسانیت کی بادِ بہاری چلی، اس کی آمد انسان کے شرف واعزاز اور انسانیت کے عز وافتخار کی یاد دلاتی ہے، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے انسانیت اپنا یہ عز وافتخار کھو چکی تھی، جسے بعثت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوبارہ بحال کیا، انسانیت کی گراوٹ کی تصویر کشی اس حدیث سے بخوبی ہوتی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر نظر ڈالی تو ان کو ناپسند کیا، عرب کو بھی عجم کو بھی سوائے اہل کتاب میں سے کچھ بچے کھچے لوگوں کے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا انسانیت پر فضل وکرم ہے کہ جب انسانیت فساد اور بگاڑ کی آخری حد کو پہنچ گئی تھی، اور عز وشرف سے بہت دور جا چکی تھی، اور انسانیت پستی وادبار کی تہہ میں جانوروں کی سی زندگی گزار رہا تھا، اور وہ ایسا درندہ بن چکا تھا کہ وہ دبے کچلے انسانوں کے ساتھ وہ معاملہ کرتا تھا جو بڑے جانور چھوٹے جانوروں کے ساتھ کرتے ہیں اپنے مفاد کے حصول کے لئے دوسروں کو قربان کر دیتا، کام لیتے وقت بیل کی طرح جوتتا لیکن مزدوری نہ دیتا، اگر دیتا بھی تو بہت معمولی جو نہ کے برابر ہوتی، ذرا سی ناراضگی پر ریگستان وصحرا کی نذر کر دیتا، مخالفوں کو جنگلوں میں

www.abulhasanalinadwi.org

جانوروں کی غذا بننے کے لئے بھیج دیتا، انسان کا انسان کے ساتھ سلوک اس سے سخت اور نا قابل بیان ہو چلا تھا جو ایک سنگدل انسان بے زبان جانوروں کے ساتھ کرتا ہے، اس سے زیادہ سنگدلی اور بے رحمی کی بات اور کیا ہوگی کی ملوک وامراء جو خود کو اعلیٰ درجہ کا انسان سمجھتے تھے قیدیوں میں جنہیں وہ سزائے موت کا مستحق سمجھتے اپنی اعلیٰ دعوتوں اور کھانے کی محفلوں میں بلاتے اور انہیں آگ کا الاؤ بنا کر اپنے معزز مہمانوں کی ضیافت کرتے کہ اس کی روشنی میں وہ کھانا تناول کریں، ان کے نزدیک اس کی تکلیف اور اس کے جل کر راکھ ہونے سے مہمان کی ضیافت دوبالا ہو جاتی تھی، اور ایک اچھا سامان تفریح ہو جاتا تھا۔

عورت کی حقیقت کھلونے کی سی اور آلات طرب وعیش کی تھی، بے چوں وچرا خدمت لی جاتی اس کو خوب استعمال کیا جاتا، حیاوعفت اور آبرو کا کوئی لحاظ دونوں جانب نہ تھا، اور یہ سب کچھ اس وقت تھا جب وہ زندہ درگور ہونے سے بچ جاتی۔

حصول مال وزر میں ہر وہ طریقہ اختیار کرنا صحیح سمجھا جاتا تھا جس سے مال میں نمو ہو، خوشی ناخوشی کی کوئی پرواہ نہ کی جاتی تھی، سود، رشوت، غصب، ڈاکہ ڈالنا، چوری، خیانت جس کے بس میں جو ہوتا وہ کرتا۔

دینی ومذہبی حالت نہایت ابتر تھی، اوہام وتصورات اور خرافات میں لوگ زندگی گزار رہے تھے، غلط سلط عقیدے گڑھ رکھے تھے، سورج چاند، ستاروں، حجر وشجر، دریا، جانور حتی کہ کیڑے مکوڑوں کی عبادت کرتے تھے، اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ نفع رساں اور ضرر رساں ہیں اس کے لئے ان کے ضرر پہنچنے سے بچنے کے لئے ان کی عبادت ضروری ہے آسمانی مذاہب کے ماننے والے بھی جادۂ حق سے ہٹ گئے تھے، نصاریٰ نے ایک معبود برحق کو تین حصوں میں تقسیم کر کے اس کے اختیار وقدرت کو بانٹ دیا تھا، کہ الٰہ واحد کو تسلیم کرنے کے لئے روح القدس اور بیٹے کو بھی

www.abulhasanalinadwi.org

جوڑنا ضروری سمجھا، اور یہود نے اپنی نسل کے بعض نبیوں کو الوہیت کا درجہ دے کر اپنے کو اللہ کی اولاد قرار دے دیا، اور کہا "نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاءُهٗ" اور اپنے کو عام انسانوں سے بالاتر طبقہ قرار دے کر دوسرے تمام انسانوں کو جانوروں کی جگہ رکھا، اور ان کے دل ودماغ میں یہ بات رچ بس گئی تھی کہ ہماری موجودگی میں کسی دوسرے کی عزت وناموس کوئی چیز نہیں ہے اور کسی دوسرے کو دنیا سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں ہے۔

ان حالات میں خاتم الرسل سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی آپ ﷺ نے ان غلط عقائد وخیالات کی پُرزور نفی کی اور بہیمانہ ووحشیانہ زندگی کی زبردست مخالفت کی اور ظلم وفساد کو ختم کیا، اور انسان کو اس کی پستی سے اٹھایا، ندائے حق بلند کی، اور پھر اس کے نفاذ کے لئے کھڑے ہوئے، کچھ نے شروع ہی میں ساتھ دیا، کچھ شدید مخالفت پر آمادہ ہوئے، اور انھوں نے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے جانثار اصحابؓ پر جان لیوا مظالم کئے، لیکن آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے اصحابؓ نے یہ سب کچھ اللہ کے راستے میں سہا، جمے اور ڈٹے رہے، دعوت وتبلیغ کرتے رہے، کہ حق سربلند ہو اور باطل سرنگوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بگاڑ اور فساد کو ختم کرنے، اور ضلالت وانحراف کو دور کرنے کے لئے جہد مسلسل سے کام لیا اور انسان کو بتایا کہ وہ اپنے رب کی کس طرح بندگی کرے اور اپنے ماں باپ کے ساتھ کس طرح سلوک کرے، پڑوسیوں کے ساتھ کیسے رہے، رشتے داروں اور دوستوں، تعلق والوں کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرے، چھوٹوں اور ماتحتوں کے ساتھ کس رحم دلی اور شفقت ومحبت سے پیش آئے، بڑوں اور اپنے ذمہ داروں کا کیسا لحاظ وخیال کرے، اور یہ تعلیم دی کہ بنی نوع انسان میں کوئی کسی سے برتر نہیں ہے سارے انسان برابر ہیں، سب آدمی ہیں، اور آدم مٹی

www.abulhasanalinadwi.org

سے بنے ہیں، عرب ہوں یا عجم نہ عربی کی عجمی پر نہ عجمی کی عربی پر کوئی فضلیت وترجیح ہے، اور نہ گوروں کی کالوں پر اور نہ کالوں کی گوروں پر، ہاں اگر ہے تو صرف تقویٰ (وطہارت) کی بنیاد پر ہے، اور یہ بتایا کہ وہ اشرف المخلوقات ہے لیکن دوسری مخلوق کے ساتھ بھی اس کا معاملہ شفقت ونرمی کا اور نفع رسانی کا ہونا چاہئے، "ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" (ابوداؤد) آپ ﷺ کا لازوال ارشاد وتعلیم ہے، اور یہ کہ "الخلق کلهم عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیاله (طبرانی) ساری مخلوق اللہ کے زیر پرورش ہے اللہ کی مخلوقات میں اللہ کو سب سے پسندیدہ وہ ہے جس کا رویہ اس کے زیر پرورش مخلوق کے ساتھ اچھا ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہد مسلسل وسعی پیہم تقریباً نصف صدی جاری رہی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ایک ایسا مثالی انسانی معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا کہ جیسا روئے زمین پر کبھی نہیں دیکھا گیا تھا، اس معاشرہ کا ہر فرد عقیدہ وعمل میں اپنی مثال آپ تھا، یہ ممتاز انسانی معاشرہ صلاح وہدایت کا حامل معاشرہ تھا، اس معاشرہ کے افراد انسانی فضائل کے داعی وناشر تھے اور ہر معاشرہ کو اخلاقی زوال سے صاف کر دینے کی اعلیٰ صلاحیت رکھنے والے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو اس کے مرتبۂ عالی پر دوبارہ فائز کیا، اس کو اس کے عز وشرف کی چوٹی پر پہنچایا، امن وسلامتی کی ڈگر پر کھڑا کیا، صفائی وپاکیزگی عطا کی، سیرت وسلوک اور اخلاق وصفات میں جمال وکمال سے آراستہ کیا، اور اس طرح کیا کہ زبان خلق کہہ اٹھی کہ انسانیت کی صبح صادق طلوع ہوئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری رواں دواں قافلۂ انسانیت کے لئے منارۂ نور بنی کہ جس کی روشنی میں انسانی قافلہ چلتا رہے گا، اور آپ ﷺ کی بعثت

www.abulhasanalinadwi.org

سے انسانیت کو نشأۃ ثانیہ ملی اور پھر آپ ﷺ کی ختم نبوت نے اس کو بقاء ودوام بخشا، ماہ ربیع (بہار) میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، اور یہی ہجرت کا مہینہ بھی ہے کہ جس کے بعد اعلیٰ ترین انسانی اقدار کے مطابق مثالی معاشرہ تشکیل پایا، اور پھر اسی ماہ مبارک میں آپ ﷺ نے اپنا کام مکمل فرما کر وفات پائی، اور مثالی انسانی معاشرہ کی تشکیل کی تکمیل ہوئی، اس طرح یہ مہینہ اپنے ساتھ ایک پیغام رکھتا ہے، اس ماہ بہار (شهر الربيع) نے پوری دنیا میں انسانیت کی بادِ بہاری چلائی، ہر سال یہ ہمارے سامنے بادِ بہاری کے جھونکے لے کر آتا ہے، اور ہمارے سامنے کچھ تقاضے اور ذمہ داریاں رکھتا ہے، عربی شاعر نے بہت خوب کہا ہے۔

ولد الهدى فالكائنات ضياء

وفم الزمان تبسم وثناء

''ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا اور اپنی ضیا پاش کرنوں سے وجودِ کائنات کو منور کیا اور زمانے کی زبان خوشی اور حمد وثنا کے نغمے گانے لگی۔''

وصلى الله على خير خلقه وخاتم رسله محمد ن

المصطفى وعلى اله وصحبه أجمعين (۱)

(۱) ترجمہ از عربی محمود حسن حسنی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ

عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی

اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

www.abulhasanalinadwi.org